فصل اول

1

''مما۔۔۔۔۔۔ میں سینیو جن تو خیر ہرگز نہ پیوں گا۔ آنریبل ایلمر والفر ڈریکشن اپنے گہرے سیاہی مائل براؤن بالوں کی لٹ پیشانی پر سے جھٹک کر برآمدے میں سے نیچے باغ میں کود گیا اور نہایت فیصلہ کن انداز میں موگرے کے پودوں کی طرف دیکھنے لگا۔ رابیل پھر کھل رہی ہے اس نے اداسی سے سوچا، مولسری بھی، یہ بنارس کی صبح ہے ہوا میں جو یہ مار ڈالنے والی مہک تیر رہی ہے مجھے اس سے دلی نفرت ہے اس نے پھر فیصلہ کیا۔''

''سینٹو جن ۔۔۔ ماسٹر ایلمر ۔۔۔صرف ایک پیالی'' مس کیتھیلین چیو نے پیچھے کی کھڑکی میں سے جھانک کر مری ہوئی آواز میں کہا۔

''ہرگز نہیں'' اس نے دہاڑ کر جواب دیا اور لمبے لمبے قدم رکھتا سمر ہاؤس کی طرف چلا گیا۔

''کچھ نہیں'' مس کتھیلین چیو نے افسوس کے ساتھ حسب معمول اپنے دل سے گفتگو شروع کی لیڈی اسیلا کے بچے بڑے ہو گئے ہیں ماسٹر ایلمر بھی بڑے ہو گئے بچپن ہمیشہ اتنی تیزی سے گذر جاتا ہے (وہ سینٹو جن کی بوتل اور بڑے سائیڈ بورڈ پر رکھتی ہوئی اپنے کمرے میں آ گئیں جہاں فلوپسی ان کی کرسی پر بیٹھا قیلولے میں مصروف تھا) میں لیڈی اسٹیلا کے یہاں سات سال سے ہوں ایک سال ڈبلن چار سال لندن اور اس بیہودہ ملک میں یہ دوسرا سال ہے اور سات سال میں یہ بچے تقریباً جوان ہو گئے اور اسی تیزی سے یہ اخلاقی انحطاط کی طرف جا رہے

ہیں اب میں ان میں کوئی اصلاح نہیں کر سکتی ماسٹر ایلمر سگریٹ پیتے ہیں اور مس پمیلا بالوں کا شنگل بوب کرتی ہیں لیکن سر ایڈ گر کہتے ہیں اگر میں نے جدید نفسیات پڑھی ہوتی اور یہ بھی واقعہ ہے کہ ماسٹر ایلمر اٹھادہ سال کے ہو چکے ہیں اور بے حد نفیس نظمیں لکھتے ہیں جو خود سر ایڈ گر کی سمجھ میں نہیں آتیں، جدید شاعری سر ایڈ گر نے اس روز کچھ نہ سمجھتے ہوئے دو لفظوں میں اس ساری نظم کی تشریح کر دی تھی یکلخت مس کتھیلین چیو کو ایسا لگا جیسے سر ایڈ گر اور فلوپسی دونوں کے لئے بیک وقت ان کے دل میں ایک نا قابل بیان قسم کی محبت اور ہمدردی اور رفاقت کا احساس شدت سے امڈ آیا تھا۔ انہوں نے سوتے ہوئے فلوپسی کو احتیاط سے اٹھا کر کرشن پر رکھ دیا۔

عبدل دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوا ’’صاحب! میم صاب سنیچر کی صبح کو پہلی بھیت کی طرف شکار کے لئے جائیگا‘‘ اس نے مودبانہ اور انتہائی سنجیدہ آواز میں مس چیو کے مکان کے قریب جھک کر آہستہ سے کہا ’’مس صاحب ساتھ لے جانے کے لئے جنس نکلوا دیجئے‘‘

’’اچھا۔۔۔‘‘ عبدل ہمیشہ تقریباً انگریزی بولتا تھا لیکن مس چیو کو اردو میں جواب دینے کا شوق تھا خالد برٹش اسٹائل انہوں نے ذرا مسکرا کر سوچا

’’میم صاب ہائے۔۔؟‘‘ پینٹری کی طرف جاتے ہوئے انہوں نے عبدل سے دریافت کیا خالص برٹش اسٹائل انہوں نے خیالات کا سلسلہ جاری رکھا۔ خالص برٹش، لیکن میں تو آئرش ہوں، وہ پھر دل میں مسکرائیں ’’کوئی ہائے‘‘ انہوں نے چپکے سے دل میں اس جملے کو اسی مخصوص تلفظ میں ادا کرنے کی مشق کی۔

’’میم صاب مارننگ روم میں خط لکھ رہا ہے‘‘ عبدل نے پیچھے آتے ہوئے اسی

سنجیدہ آواز میں جواب دیا۔

سرایڈگر اور لیڈی رمکسیٹن کو بے تکی سے بے تکی جگہوں میں جا کر پڑاؤ کرنے کا خبط تھا۔ پچھلے دو سال کے عرصے میں وہ اسی طرح صوبے کے سارے دور افتادہ علاقے گھوم چکی تھیں۔ اتر میں نیپال کی ترائی۔ پورب میں مرزاپور اور دیوریا جیسی خوفناک جگہیں پچھلی کرسمس میں یہ لوگ جنوب کے ایک مقام دیوگڑھ میں بارہ سنگھے مارنے گئے تھے جہاں رات بھر کوسی ندی کے کنارے غالباً گلدار دہاڑتے تھے اور مرہٹوں کے زمانے کے سرخ مٹی کے قلعے تھے۔۔۔ پیلی بھیت۔ انہوں نے لرز کر سوچا۔

کیمپ میں کون کون ہوگا۔ مس چیو نے تازہ گوبھی کے ہرے نم پتوں کی مہک پر سے ناک ہٹا کر آنکھیں بند کیں ہز ہائی نس ہوں گے۔ پٹنے سے بریڈن کارٹرز بھی ضرور آ رہے ہوں گے شاید کوچ بہار کے مہاراجہ صاحب ہوں تین چار گنے چنے ہندوستانی ہوں گے تین چار اور ادھر ادھر کے راجکمار اور رانیاں ہوں گی۔ ان ہندوستانی راجواڑوں کے مسخرے پن سے مس کیتھلین چیو کو اور زیادہ وحشت ہوتی تھی۔

''مس صاب! ایلمر بابا ساتھ نہیں چلیں گے؟'' عبدل نے دریافت کیا

''نائیں جائے گا'' مس چیو نے نہایت خوش اسلوبی سے مختصراً جواب دیا اور اپنی اردو کی مہارت اور کامیابی پر دل میں مسکراتی وہ پھر کمرے کی طرف آ گئیں ہاں ایلمر بابا نائیں جائے گا۔ انہوں نے دل میں دہرایا اگلے مہینے سے ماسٹر ایلمر کے امتحانات شروع ہیں اور اس کے بعد وہ کیمبرج چلے جائیں گے۔

اور یہ واقعہ ہے کہ ماسٹر ایلمر اٹھارہ سال کے ہو چکے ہیں اور جدید شاعری

کرتے ہیں مس چیو واپس آ کر اپنی آرام کرسی پر بیٹھ گئیں اور دریچے سے باہر دیکھنے لگیں لیکن کاش اس کے باوجود اس وقت اگر وہ سگریٹ پینے کے بجائے سینیو جن پی لیتے انہوں نے رنجیدگی سے سوچا۔

لیڈی اسٹیلا ریکسٹن نے خط لکھنا ختم کیا اور مارننگ روم کی کھڑکی کے پردے برابر کر کے برآمدے میں آ گئیں۔ خط میں انہوں نے بیگم زینب عباسی کو شکار کی دعوت دی تھی اور ایلمر کی شکایت لکھی تھی جسے ہاتھیوں پر سواری کرنے کا بالکل شوق نہیں اور جب سے ہز ہائی نس نے اندازہ لگایا ہے کہ ان کے ڈویژن کے نئے کمشنر بہادر کو شکار کا جنون ہے وہ مستقل مصر ہیں کہ ہم سب کو لے کر سی پی کے جنگلوں کی طرف جائیں لیکن ایڈگر کے زکام کی وجہ سے یہ ارادہ بدل دیا گیا ہے اسی قسم کی محبت اور پیار کی چند باتیں لکھنے کے بعد لیڈی اسٹیلا ریکسٹن نے امید ظاہر کی تھی کہ ان کی گوڈ چایلڈ چھوٹی سی اسٹیلا ب انفلوئینز اسے سنبھل گئی ہوگی اور جھانسی کی آب وہوا اسے موافق آ رہی ہوگی اور یہ بھی لکھا تھا کہ ان کی گورنس مس کیتھلین چیو ضلعوں کی پروشل زندگی سے سخت نالاں ہیں اور شب و روز دعائیں مانگتی ہیں کہ ایڈگر کا تبادلہ لکھنو ہو جائے جو ہم سب کے لئے مجھے یقین ہے بہت اچھا ہوگا کیا تمہارا یہ خیال نہیں ہے زینب ڈیئر؟ اسٹیلا اور علی کو بہت سا پیار لکھنے کے بعد انہوں نے خط بند کر کے چپراسی کو دیا تا کہ صاب بہادر کی ڈاک کے ساتھ فوراً اسٹیشن بھجوا دیا جائے اور برآمدے میں آ کر انہوں نے ایلمر کو آواز دی۔

ایلمر انہیں باغ کے ایک کونے میں ملا جہاں وہ املتاس کے نیچے بیٹھا دونو جوان مالیوں کو سائمن کمیشن اور نہرو رپورٹ کی سیاست کے بنیادی نکتے ذہن نشین کرانے میں کوشاں تھا مما کو اپنی طرف دیکھ کر وہ جلدی سے اٹھتے ہوئے گملے پر

سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس طرح ہنستا ہوا گویا مما سے معذرت خواہ ہے، وہ ان کی کمر میں ہاتھ ڈال کر ٹینس کورٹ کی طرف چلا گیا۔ جہاں بیٹھ کر مما اس کی مدد سے شکار کے مہمانوں کی فہرست مرتب کرنا چاہتی تھیں۔

مس کتھیلین چیونے اپنے کمرے کی کھڑکی میں سے لیڈی اسٹیلا کے سفید فراک میں ملبوس پر وقار جسم کو پھلینڈ ے کے درختوں میں آہستہ آہستہ اوجھل ہوتا دیکھا۔ ان کے ساتھ ساتھ ہیلر ڈھیلے ڈھالے قدم رکھتا ہوا چل رہا تھا۔ پتوں میں سے چھنتی ہوئی دھوپ اس کے چاکلیٹ بالوں پر جھلملا رہی تھی۔ مس چیونے کھڑکی کا پٹ آہستہ سے بند کیا گویا وہ اس منظر کے شدید حسن اور امن سے اس درجہ خوفزدہ تھیں کہ انہیں خدشہ تھا کہ کسی ہلکی سی حرکت یا جنبش سے وہ منتشر نہ ہو جائے اتنی جذباتیت شاید یہ میرے کیلٹک خون کا اثر ہے انہوں نے اپنے آپ سے کہا اور شاید میں بھول رہی ہوں کہ مجھے پہلی بھیت سے کتنی شدید نفرت ہے پہلی بھیت، مرزاپور، دیوریا، انہوں نے یہ نام دل میں دہرائے اور رنج سے آنکھیں بند کر لیں۔

☆☆☆☆☆

2

رات وجود کی ساری گڑبڑ، بے ترتیبی، بے اطمینانی اس تاریکی میں گم ہو جاتی ہے صرف شہروں کی دیواروں کے کنارے اور درختوں کے محیط باقی رہ جاتے ہیں کھیتوں کا کہر، کائنات اپنی ابتدا کی طرف واپس جا چکی ہے، ندیاں، پہاڑ، دور افتادہ جنگلوں کے راستے، یہ سمندر، اس پر خاموشی اور وقار سے تیرتا ہوا یہ جہاز جو انگلستان جا رہا ہے۔

لحات کا سنگین، تکلیف دہ تسلسل، جو نغمے کے ستونوں کو اوپر اٹھاتا اس کرب مسلسل کی فصلیں کھڑی کر رہا ہے نظریں جو اس تاریکی میں تحلیل ہو رہی ہیں۔ نظریں جو ہر جگہ، ہمیشہ انتظار کریں گی۔۔۔۔ریاض بہت دیر تک ریلنگ پر جھکے رہنے کے بعد ڈیک کی نسبتاً تیز روشنی میں واپس آ گیا۔ اس اندھیری، ابدی رات میں اگر ہم سب کے دماغ کام کرنا چھوڑ دیں، اس نے سوچا اور خفیف سا تبسم اس کے ہونٹوں پر بکھر گیا۔۔۔ غالباً کوئی احساس، کوئی سنسنی بھی صحیح نہیں ہے۔ وقت کے اس حصے میں، وہ اس جگہ، ان انسانوں سے وابستہ ہے، اور رات ان سب چیزوں پر اپنی تحکمانہ بے نیازی سے جھکی ہوئی ہے (اس نے بچوں کی طرح ہتھیلیوں سے آنکھیں مل کر ڈیک کا ایک چکر لگایا پھر ڈرائنگ روم میں جا کر کرسیوں اور میزوں کے درمیان سے گزرا، دریچوں کے پاس جا کر کھڑا ہوا اور شدید تکان کے احساس کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھ گیا) کاش یہ سب لوگ جو ادھر بیٹھے ہیں، دیکھ سکتے کہ وقت کتنی خوبصورتی سے چل رہا ہے یہاں اتنی روشنی ہے، اتنی روشنی ہے۔۔۔۔اس نے پھر آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے۔

میں نے زندگی کی، آس پاس کی اتنی تفصیلات ذہن نشین کیں اور پھر بھلا دیں، مجھے اس کا بھی افسوس ہے کہ یہ سارے محسوسات، ساری تفصیلات ہمیشہ بیکار جائیں گی۔ زندگی کے، میری اپنی زندگی کے تانے بانے میں ان کی کوئی ضرورت نہیں اس جگہ باہر کی اس تاریکی سے بھی میرا کوئی رشتہ نہیں۔۔۔۔ (یہ سب نہایت غیر شخصی سی چیزیں ہیں اس نے نہایت بے پروائی کے ساتھ سوچنے کی کوشش کی نہایت غیر شخصی) چٹانیں پانی آسمان جو بہہ رہا ہے صبح اور شام وقت جو ہمیشہ ایک منظر، ایک سانیٹ، ایک نغمے میں تبدیل ہو جاتا ہے میں ان چیزوں سے ہمیشہ الگ رہوں گا۔

صوفے پر سے اٹھ کر وہ پھر دریچے کے قریب چلا گیا۔ نزدیک کی میز پر ایک ادھیڑ عمر کی امریکن عورت خط لکھنے میں مصروف تھی اور بار بار رومال سے ناک کو چھوتی تھی۔ ستون کی دوسری طرف دو پارسی لڑکیاں دو جرمن ڈاکٹروں کے ساتھ تاش میں مصروف تھیں۔ وجود کے احساس سے ہر چیز کے مقام کا تعین سا ہو جانا چاہئے۔ اس نے سوچا گو میں بھی اس تاریکی میں خیمہ زن ہوں (کس قدر شاعرانہ خیال ہے، اس نے مسکرا کر دل میں کہا) گو میں بھی اس تاریکی میں خیمہ زن ہو، لیکن یہ ایک واقعہ ہے کہ میں موجود ہوں (ایک سطح کے نیچے وجود قائم ہے، بہہ رہا ہے، رہیگا) پچھلے چوبیس سال سے زندہ ہوں پدماکھنہ کو پسند کرنے کے علاوہ (جو ایک خاص حیثیت، خاص سطح سے اپنے وجود کی نمائندہ ہے) میں نے ادبیات میں ایم اے کیا کیمبرج میں ریسرچ کی اور انڈین سول سروس کے لئے دوبارہ ولایت جا رہا ہوں (زندگی کے **مفصل** اور اہم ہونے کے احساس **کا تعین**) وہ دریچے سے باہر دیکھتا رہا جہاں اتنا عمیق، پراسرار اندھیرا تھا اس اندھیرے نے

وقت کو معطل کر دیا تھا۔

ہاں دریچے سے ہٹ کر اس نے صوفے پر واپس آتے ہوئے سوچا غالباً کوئی احساس، کوئی سنسنی بھی صحیح بھی نہیں ہے کوئی خیال اس وقت چاکلیٹ بالوں والا وہ خوبصورت انگریز لڑکا جو یو پی کے کسی ڈویژن کے کمشنر کا بیٹا ہے اور ہر سال اپنے والدین سے ملنے کیمبرج سے ہندوستان آتا رہتا ہے وائلن پر شوبرٹ کا نغمہ ختم کرنے کے بعد اپنے کیبن میں بستر کے پاس دو زانو جھکا دعا مانگ رہا ہوگا۔ اے سمندر کے ستارے! ہم کو بچا ہم کو بچا۔

یہ ٹھنڈی، مختصر سی دنیا جس میں سارے ملحد آخر میں نہایت شدید کیتھولک بن جاتے ہیں (جذبات کا تعین) آزیبل ایلمر، کمسٹن جو اٹھارہ انیس سال کی عمر میں عقل پرستوں کا چیلا تھا اب اتنی شردھا کے ساتھ ورجن میری کا مجسمہ ساتھ ساتھ رکھ کر جہاز پر عبارت کرتا ہے۔ ریاض نے ایک جمائی لے کر آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹا لئے اور بے دھیانی سے پارسی لڑکیوں کی طرف دیکھنے لگا یا کیلئے موسم اور اکیلے زمانے جو میرے دوست ہیں اس نے چپکے سے اپنے آپ سے کہا اور ڈیک کا فرش عبور کر کے بار کی طرف چلا گیا۔

(جہاز اپنی اہمیت اور وقار کے احساس کے ساتھ سکون سے موجوں پر آگے بڑھتا گیا)

☆☆☆☆☆☆

3

نادرہ کے کمرے میں ابھی روشنی ہو رہی تھی مجھے اپنے لیمپ کو بجھا کر اب سو جانا چاہئے فواد نے طے کیا نہایت عمدہ، خنک رات ہے لکھنو کی ٹھنڈی، خوشبو دار رات، دھیمی چاندنی اور اس کے ساتھ ساتھ زمین دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ پلنگ پر لیٹے لیٹے وسعت کے آفاقی احساس کا اسے خیال آیا۔ زمین گاؤں، بستیاں، صوبے، دوسرے ملک، دوسرے انسان (دوسرے خطے، لاہور سے ریاض، اس کا دوست آج کل پھر لندن گیا ہوا ہے) دنیا خوب پھیلی ہوئی ہے جزیرے، سمندر، وہ خاندان جو انڈامانز میں ہے کچھ لوگ پہاڑوں پر ہیں، کچھ وادیوں میں، سمندر پر جلاوطنوں اور دیوانوں سے بھرے ہوئے جہاز چل رہے ہیں۔ وادی کے کھیتوں اور چوپالوں میں روشنیاں جل رہی ہیں بہت سے لوگ مرتے بھی ہیں۔

''نادرہ'' نے اسے آواز دی

''سو جاؤ'' نادرہ نے جواب دیا اور روشنی بجھا دی نیچے باغ میں نادرہ کے دریچے میں سے نکلتا ہوا جو روشنی کا راستہ بن رہا تھا وہ دفعتاً غائب ہو گیا۔

سائے زینے کے چاروں طرف سائے رواں ہیں اور رہم اس وسعت پر حملہ آور کس طرح ہوتے ہیں! اس نے تعجب سے سوچا رات گذرتی جا رہی ہے اور سویرا ہونے والا ہے میری پیاری بہن نادرہ آج رات بہت دیر تک پڑھتی رہی۔ برابر کے کمرے میں ابو اور رامی کے دوستوں کا بہت سامان بند پڑا ہے جو انڈامان گئے ہوئے ہیں اندھیرے میں چیزوں کی شخصیت مختلف ہو جاتی ہے اور رات کے وقت خالی خاموش کمروں میں گھومنا اچھا لگتا ہے (اور یہ بھی ایک حقیقت ہے

کہ پرسوں راحیل کے والد کا انتقال ہو گیا)

موت ان سب باتوں کی حیثیت الگ الگ ہے، موت اس نے دریچہ بند کر کے اور تکیے پر سر رکھ کے اطمینان سے غور کرنا شروع کیا۔ چنانچہ راحیل کے والد کا پرسوں انتقال ہوا۔ راحیل ایک سیدھے، سیاہ بالوں والی خاموش سی چھوٹی سی لڑکی ہے اس کے والد تھے دو شخصیتیں ان میں سے ایک نے خود کو ابدیت میں داخل کر دیا یعنی انہوں نے ابدیت اختیار کر لی اور زندگی کو چھوڑا۔ ابدیت یعنی راحیل کے والد ایک صاحب تھے جو ابو سے ملنے اکثر آیا کرتے تھے اور ڈرائنگ روم میں ہمیشہ ایک خاص کونے میں آتشدان کے پاس بیٹھا کرتے تھے اور پائپ پیتے تھے پرسوں شام ایسا ہوا کہ وہ ختم ہو گئے راحیل ابھی زندہ ہے اور بہت سے لوگ ابھی زندہ ہیں اور سب کا وجود الگ الگ ہے مثلاً یہ خاندان جو پچھلے تین سال سے اٹڈا مان گیا ہوا ہے ان کا فرنیچر، تصویریں، پرانا پیانو۔

تکیے پر آسائش کے احساس کے ساتھ آنکھیں بند کیے گئے اس نے فضا کی خاموش صداؤں کو سننے کی کوشش کی ہوا جو مدھم دور کی آوازوں کی ندی میں بہہ رہی تھی، موسم گرما کے سبز پرندے جورات کے جنگلوں میں سے نکل کر آئے تھے۔

وہ پھر سے اٹھ کر بیٹھ گیا رات اس کے باپ کے گھر پہ، اس مشہور و معروف، خوبصورت نجم الدولہ ہاؤس پر سے بہتی جارہی تھی ابدیت نہیں ہے، نہیں ہے لیکن کو ٹھہرو ٹھہر جاؤ تھوڑی دیر اور تھوڑی دیر اور

اس نے کھڑکی سے باہر دیکھنے کی کوشش کی دور دور تک زمین اور پانیوں پر گرتی ہوئی چاندنی دھندلی ہو گئی تھی تاریکی اور وسعت

وسعت ہمیشہ ہمیشہ

4

خلا کی نیلگوں وسعت میں عجیب عجیب کلوں کے جانور پھر رہے تھے اور انوکھے درخت اور بیلیں ہوا میں لٹک رہی تھیں فضا میں نمی اور خنکی تھی، اور مس کتھلین چیومصر تھیں کہ میں دو چمچے آسٹو مالٹ دودھ میں ملا کر پیوں تا کہ صبح کے وقت کی دریا کی ٹھنڈی ہوا کے اثر سے مجھے زکام نہ ہو جائے مس چیو حسب معمول اپنا سرخ کوٹ پہنے تھیں اسٹیمر کے کیبن میں کھڑکی کے پاس لیٹے لیٹے میں نے کچھ سوتے اور کچھ جاگتے میں یہ سب کچھ دیکھا باہر صبح کی نیلگوں سفیدی پھیلتی جارہی تھی اور نقرئی پانی پر کناروں کے سائے ڈولتے تھے ہوا صبح کی دھندلی چاندنی میں چاندی کی سی ٹھنڈی لو کی طرح دہک رہی تھی شدھ، سناتن دھرم ہندوؤں کے بازار، مسلمان جولاہوں کے محلے، انگریز حکام کی کوٹھیاں، دریا کے پرے ان سب پر صبح کی کاسنی دھند چھائی ہوئی تھی یونیورسٹی کی طویل عمارت، سارناتھ کا ابدی سکوت، جونپور اور قنوج کے تیز سرخ گلابوں کے تختے، آم کے باغات۔

اس حسن کا ذہنی تجزیہ ناممکن ہے یہ منظر ابدی ہے اور لازوال ابا جان نے اسٹیمر کے عرشے پر آ کر اپنے آپ سے کہا کوئی ہم سے یہ صبح، یہ موسم، یہ کھنکارتے ہوئے براہمن، یہ بچھوے بجاتی لڑکیاں، یہ الوہی سکون کے ساتھ ٹہلتی ہوئی گائیں، یہ مناظر چھین سکتا ہے نہیں ابا جان نے طے کیا بنارس کی صبح بنارس کی صبح ہماری زندگی کی کیفیت کا ایک جزو ہے یہ ہم سے کبھی نہ چھنے گی۔

اسٹیمر کنارے سے آن لگا۔

''اپنا کوٹ اٹھاؤ ممی کا ہاتھ پکڑ کر نیچے اترو'' مس کتھلین چیو نے حکم دیا''

گھاٹ پر کتنے بہت سے لوگ کھڑے ہیں میرا‘‘ میں نے بہت خوش ہو کر میرا سے کہا۔

تین سفید شیروانیاں، دو بنارسی پگڑیاں، ایک دو پلی ٹوپی، میرا نے ریلنگ پر جھک کر با قاعدہ گننا شروع کیا۔

’’ہز ہائی نس کی ملازمین پل کے اس پار کھڑی ہے وہاں تک پیدل چل لیجئے گا سرکار؟‘‘ دو پلی ٹوپی نے دست بستہ دریافت کیا۔

’’ممی میرا کوٹ‘‘ سیڑھیاں اترتے ہوئے میں نے چلا کر کہا

’’ڈونٹ شاؤٹ‘‘ مس چیو نے پھر آہستہ سے ڈانٹا

’’صبح بخیر یور ہائی نس‘‘

’’صبح بخیر، صبح بخیر، خوش آمدے‘‘ سب ریت پر چلتے ہوئے گھاٹ کے پتھروں پر آ گئے۔

’’بنارس‘‘ ممی نے ہوا میں کچھ سونگھتے ہوئے کہا

’’بنارس‘‘ سومیشوری موسیٰ نے خود کو بتایا ’’میرا مایا اردن ٹھیک سے چلو کرو پھاندمت مچاؤ‘‘ انہوں نے فوراً آواز بدل کر ڈانٹا‘‘

’’کودتی ہوئی مت چلو‘‘ مجھے مس چیو نے حسب معمول حکم دیا۔

’’پورٹ بلیئر سے جب ہم لے۔۔۔۔۔ ممی نے ہز ہائی نس کو کوئی واقعہ سنانا شروع کیا۔‘‘

’’گنگا کے حسن کا اندازہ کیجئے انکل راج دنش کہہ رہے تھے‘‘ میں دیش کے سارے دریاؤں پر تیرا ہوں گوداوری، یمونا، پدما لیکن اپنی گنگا ماں کی تعریف کیسے کروں ہم سب کے دل میں گنگا ماں کے خالص اپنے ہونے کا احساس شدید ہو گیا

باتوں کے جوش میں ہماری رفتار اور ترتیب پھر غلط ہوگئی اردن سب سے آگے چل رہا تھا۔

''سڑک پر شور نہ کرو'' مس چیو نے پھر حکم لگایا

مس چیو اب تو بالکل سٹھیا گئی ہیں لیڈی اسٹیلا جیسی رومینٹک روح کے پاس ساٹ آٹھ سال رہنے کی وجہ سے مس چیو کا ذہن بالکل برباد ہوگیا اگر انہوں نے جدید نفسیات پڑھی ہوتی۔۔۔۔ممی نے ہاتھ ہلا کر چپکے سے ہز ہائی نس سے کہا لیکن مس چیو جین آسٹین پڑھتی ہیں سوچئے ذرا جین آسٹین۔

''تین سال کے عرصے میں ان لڑکیوں نے مجھے بالکل ڈی مورلائز کر دیا'' اردن نے دہاڑ کر چھوٹے مہاراجکمار کو شکایتاً بتایا ''کرنل براؤنز میں میں بوکسنگ چیمپئن تھا اور پورٹ بمیر میں یہ خرگوشنیاں مجھ سے اپنی گڑیوں اور گڈوں کا بیاہ کروتی تھیں میرے لئے ایک داڑھی تیار کر کے رکھی تھی غضب خدا کا مجھ سے ایک مرتبہ پوریاں منگوائیں اردن کی آنکھوں میں تقریباً آنسو آگئے۔''

آسمان پر سارے میں سفیدی پھیل چکی تھی ہے رادھے، ہے شیام، محل کے مندر سے کیرتن کی آواز بلند ہوئی موٹریں پھاٹک کے اندر جا کر رکیں۔

''خان بہادر صاحب کے زمانے میں اس جگہ بارہ دری تھی خان بہادر صاحب یہاں اجلاس کرتے تھے'' دیوان صاحب نے مجھے زینے کے ایک ستون پر چڑھا کر نیچے اشارہ کیا 'بیٹا آپ کو یاد ہیں۔۔۔۔؟'' انہوں نے پوچھا

''کون۔۔۔۔؟ خان بہادر صاحب۔۔۔؟'' میں نے بے خیالی سے پوچھا

''بھلا بیٹا کو کیا یاد ہوں گے'' دو پلی ٹوپی نے ہیں ہیں کر کے جواب دیا''

بیٹا خان بہادر صاحب آپ کے دادا تھے سارا بنارس ان سے تھر تھر کانپتا تھا مہاراجہ صاحب تو ان کے حکم بنا پتہ نہ توڑتے تھے کیا زمانے تھے۔۔۔۔۔'' دو پلی ٹوپی نے آنکھیں نیم وا کیے عقیدت مندانہ لہجے میں بات جاری رکھی پر یہ بھی کتنے آنند کی بات ہے کہ سرکار اتنے قریب کے ضلع کے حاکم ہو کر آ گئے ہیں کتنے آنند کی بات۔

''ڈارلنگ، سے تھینک یو''مس چیو نے چپکے سے میرے کان میں کہا

''تھینک یو''میں نے دو پلی ٹوپی کا شکریہ ادا کیا اور ستون پر سے اتر آئی

''سرکار وہاں تشریف لے چلئے جہاں خان بہادر صاحب۔۔۔۔۔'' دیوان صاحب نے کہنا شروع کیا ہم سب ہال سے باہر نکل آئے۔

''اس ساری فوج کو اگلے ہفتے مودی پیک اوف کرنا ہے''ممی اور سوشیوری موسی تھکی ہوئی آواز میں ہز ہائی نس سے کہہ رہی تھیں بچوں کو زیادہ عرصہ گھر پر کبھی نہ رکھنا چاہئے۔

''پورٹ بلیئر میں تو میں بالکل ڈی ٹی ری اوریٹ ہو گیا تھا'' ارون نے پھر شکایت کی اسے بڑے بڑے الفاظ استعمال کرنے کا بہت شوق تھا۔

چنانچہ یہ ہماری سرزمین ہے جس سے ہمارا کبھی زیادہ تعلق نہیں رہا بنارس سے غازی پور کی طرف آتے ہوئے جرگ مایا نے سوچا دھوپ میں چمکتا ہوا سفید اور مٹیالا شہر، نیلگوں بستیاں، سارناتھ رام نگر کے ہاتھی کشتیوں کے پل پر سے گذر رہے تھے اس جگہ تند کمار آ کر ٹھہرا تھا یہاں سے انگریز کی توپ چلی تھی یہاں آ کر لارڈ کارنو اس مرا تھا''اسٹیلا نینی تال سے کب آ رہی ہے؟''جوگ مایا نے پیچھے مڑ کر پوچھا''وہ سب مئی میں ہرہ آئیں گے نا؟''

''افوہ کتنی مصروفیت''میرا نے خوش ہو کر مستقبل قریب کا اندازہ لگایا۔

''وہ سب؟'' اردن نے فکرمندی سے مجھ سے پوچھا ''یعنی تمہاری ساری کزن خواتین چار اور لڑکیاں اسی کے لی بر کی چار اور۔۔۔'' اردن نے ایک اور دقیق لفظ استعمال کیا اور خاموش ہو گیا۔

''اسٹیلا آج کل دن بھر شہسواری کرتی ہے، کھانے کے کمرے سے غسل خانے تک گھوڑے پر بیٹھ کر جاتی ہے''میں نے سب کو مطلع کیا۔

اور جعفر اور علی اردن نے رنجیدہ آواز میں پوچھا

''ان کا بھی یہی سلسلہ ہے''میں نے جواب دیا

''اگر نادرہ بھی اس مئی میں دہرہ آجائے''جوگ مایا نے کہا

''ایک اور لڑکی۔۔۔۔۔؟ یعنی سب ملا کے چار اور ایک پانچ، اور چار نے آٹھ، نو لڑکیاں'' اردن نے حساب لگا کر ایک آہ بھری اور خاموش ہو گیا۔

اوک لینڈ سڑک پر اطمینان سے تیرتی رہی

''پورب کے ضلعوں کا انتظام بہت خراب ہو رہا ہے سرکار۔۔۔۔۔''

دوسری موٹر میں دو پلی ٹوپی نے ابا جان سے کہنا شروع کیا کورٹس آف وارڈز کی حالت بھی متقیم ہے دراصل، جب سے یہ گول میز کانفرنسوں اور عدم تعاون اور بائیکاٹوں کا سلسلہ شروع ہوا ہے، زندگی کا نظام بالکل تہ و بالا ہوتا جا رہا ہے رعایا مفسد ہو گئی ہے جب تک انگریز کا اقبال بھاری ہے حضور ہم لوگ خیریت سے ہیں نہ جانے کس روز کیا سے کیا ہو جارے جو ہمارے لڑکے ولایت سے لوٹ کر آتے ہیں وہی ایسے خیالات پھیلا لیجے میں سنا ہے بنگالے کا حال اور تشویشناک ہے!

آگے پیچھے ساری موٹریں غازی پور کی سایہ دار سڑک پر داخل ہو گئیں

معلوم ہوتا ہے میری ساری عمر ان ہی بیک واٹرز میں گذر جائے گی مس کتھیلین چیو نے موٹر سے اتر کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے اپنے آپ سے کہا برساتی کی چھت پر یونین جیک صبح کی ہوا میں نرمی سے سرسرا رہا تھا گویا مس چیو کو آہستہ سے خوش آمدید کہتا ہو چاروں طرف آم اور فالسے کے درخت تھے اور ڈھیروں گلاب کوٹھی کے پیچھے گنگا بہ رہی تھی۔

شاید میں بوڑھی ہوتی جا رہی ہوں انہوں نے سوچا ورنہ مجھے اس جگہ کے حسن اور سکون سے بے انتہا بے چین ہو جانا چاہئے تھا لیڈی اسٹیلا ہمیشہ کہتی تھیں ان جگہوں میں کتنا حسن، کتنا سحر، کتنی موسیقی ہے۔ لیکن یہ واقعہ ہے (وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی پچھلے برآمدے کی طرف آ گئیں جدھر سے گنگا نظر آتی تھی) یہ واقعہ ہے کہ مجھے ان کمبخت ضلعوں سے نفرت ہے دفعتاً انہوں نے دیکھا کہ موگرے کے پھول کھل رہے تھے ماسٹر ایلمر کو موگرے کے پھول سے کتنی دیوانگی کی حد تک پسند تھے ماسٹر ایلمر نے غالباً اب تک شادی بھی کرنی ہوگی انہیں خیال آیا لیڈی رمیٹن کے یہاں سے علیحدہ ہوئے اتنا عرصہ ہو گیا تھا اتنے دنوں وہ ہمارے یہاں علی گڑھ اور پھر پورٹ بلیئر رہیں علی گڑھ انہیں کافی پسند آ گیا تھا سید راس مسعود اور نواب مزمل اللہ خان کا علی گڑھ یہاں کے ماحول میں کچھ کچھ مشرق کا روایتی گلیمر نظر آ جاتا تھا طلباء کی ترکی ٹوپیاں مسجد کی اذانیں باہر سے آنے والے ترک مہمان تقسیم اسناد کے موقعہ پر چانسلر، وائس چانسلر اور ابا جان نقرئی اور طلائی کارچوب کے منقش چوغے پہن کر ڈائس پر آتے، عربی میں خطبے پڑھے جاتے۔ مس چیو موقعے کی اہمیت اور سنجیدگی کو نہایت شدت سے محسوس کرتیں ہاں انہوں نے سوچا انہیں علی گڑھ ہمیشہ یاد رہے گا وہاں کے اجاڑ گرد آلود کھیت، دور دور پر پروفیسروں

کی کوٹھیاں، پروفیسروں کی جرمن بیویاں سوئمنگ باتھ کلب لڑکے۔

پھر پورٹ بلیئر علی گڑھ سے ان کو ابا جان اور امی کے ساتھ پورٹ بلیے، رجانا پڑا تھا جو ایک مثالی برطانوی نوآبادی تھی ایسی نوآبادی جو دنیا کے سمندروں، جزیروں، ساحلوں اور براعظموں میں ہرجگہ موجود ہے برطانوی براکریسی کے اس دورافتادہ اوپلس پرسوں سروس کے تین ہندوستانی عہدے دار تھے محلیگ اسٹاف ہاؤس پر ٹامی پہرے دار تھے تینوں ہندوستانی خداؤں کے ہاں دوہری گارد تھے جن میں چند وہ انقلابی بھی شامل تھے جنہوں نے بنگال کے دہشت پسندوں کا ساتھ دیا تھا یہ سب مس چیو کو بے حد رومینٹک معلوم ہوتا نیچے برسانی میں جب گارد تبدیل ہوتی اور ہتھیاروں کے جھنجھنانے کی آواز اوپر لاونج میں آتی تو ان کو بتہ اچھا لگتا) دن بھر خدا بور ہوتے رہتے شام کو ڈریس سوٹ پہن کر اور اپنی اپنی موٹر لانچ میں بیٹھ کر نکوبار جزیرے کے کلب چلے جاتے بچے دن بھر برآمدوں کے لکڑی کے فرش پر سکیٹنگ کرتے اور شور مچاتے رہتے۔

لیکن اب یہ بچے بھی بڑے ہو رہے ہیں جس طرح لیڈی اسٹیلا کے بچے بڑے ہو گئے مس چیو نے برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر سوچا اور پھول اسی طرح کھل رہے ہیں گنگا موگرے کے پھول اسی طرح کھل رہے ہیں انہوں نے افسوس سے باغ کی طرف نگاہ کی۔

☆☆☆☆☆

5

بارش کی وجہ سے فضا پر گہری نیلی دھند چھا گئی بانس کے پتوں پر سے پانی کے قطرے یکسانیت کے ساتھ نیچے شفاف بجری پر ٹپک رہے تھے صبح سویرے میرے کمرے کی سرخ ٹائلوں والی چھت پر جب یہ قطرے گرے تو میری آنکھ کھل گئی۔

''تم ایسے موسم میں رائیڈنگ کے لئے گئی تھیں؟'' میں نے ہوا کی نمی اور خوشبو، ب ناک میں گھسی تو پلنگ پر سے اٹھے بغیر سوال کیا۔

''علی گیا تھا۔۔۔۔اسٹیلا نے جو کیچڑ سے لت پت جوتے لے کر کمرے میں داخل ہوئی تھی اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے جواب دیا کھانے کے کمرے میں جعفر اور نشو نے شور مچانا شروع کر دیا تھا اللہ کے فضل سے کس قدر کاہلا کرتے ہیں سب جسے۔۔۔۔۔۔ہرمزی خانم بڑبڑاتی ہوئی، گیلری میں سے گذر گئیں۔''

لدرے میں نے فی الحال پلنگ سے اٹھنے کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے سوچا اللہ کا مشکر کہ یہاں آکر یہ دوروں پر جانے کا سلسلہ ختم ہوا جو ابا جان کا نہایت مرغوب قسم کا مشغلہ معلوم ہوتا تھا مستقل دورے آم کے باغات میں ٹھہرے ہوئے میلوں کی گھنٹیاں، چپراسیوں کی آوازیں، الاؤ کے گرد بیٹھے ہوئے عدالت کے اہلکاروں کے گروہ، چنے کے کھیتوں پر سے اٹھتا ہوا کہرہ شفاف نہریں خیموں کے اڑتے ہوئے پردے بیل گاڑیوں پر لدا ہوا فرنیچر اور قناتیں موٹروں کی قطاریں، اگلا پڑاؤ پرنورا گلا پڑاؤ زنگی پورا گلا سیدن پور، مشرقی یوپی کے نستعلیق زمینداروں کے ہاتھی اور جانکی بائی کی کجریاں (دوسرے سے واپس آکر گھر کے بند کمرے

کھولے جاتے اور گیلری کی میز پر کرسمس کی ڈاک اور اونچے کرسمس کیک رکھے ملتے)

یہ جون ہے میں نے ناک دریچے سے آتی ہوئی ہوا میں ڈبو کر اندازہ لگایا کچھ عرصے بعد سات سو میل کا طویل راستہ طے کر کے ابا جان پھر گنگا کے کنارے چلے جائیں گے اور اپنے کام میں مصروف ہو جائیں گے ابا جان کبھی نہیں تھکتے کبھی اپنی تکان یا اکتاہٹ دوسروں پر ظاہر نہیں کرتے بہت دنوں سے ابا جان نے گولف کھیلنے کے بعد واپس آ کر رات گئے تک لیمپ کے پاس بیٹھ کر کچھ لکھا بھی نہیں (کچھ عرصہ پہلے انہوں نے غور و فکر میں ڈوب کے ریا کبھی کبھی مسرت کے احساس کے ساتھ گنگاتے ہوئے ''ہماخانم'' مکمل کی تھی)

''فواد'' علی نے دریچے میں سے اندر جھانک کا مختصراً اطلاع دی وہ غالباً سیدھا اصطبل کی طرف سے آ رہا تھا اور اب کھانے کے کمرے کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

فواد میں کود کر پلنگ پر سے اتر آئی چنانچہ اب ہم دن بھر اسکیٹنگ کریں گے فواد ہمیں ناک پر سنترے بیلنس کرنے کی ترتیب سکھائے گا ہفتے اور اتوار کو ہم سب مایا، میرا اور اردن کے ساتھ مسوری جا کر چوکو بارز کھایا کرینگے اور گریٹا گاربو کے فلم دیکھیں گے۔

''بیٹا آج ناشتہ نہ کرے گا چومس صاب بہت تمہرا دماغ خراب کر دیہن ہیں ہرمزی خانم نے گیلری میں سے منہ نکال کر کہا میں تیزی سے غسل خانے میں پہنچی اسٹیلا بلی کی طرح نہا دھو کر کھانے کے کمرے کی طرف جا چکی تھی۔''

غسل خانے کی کھڑکیوں کے باہر پھر ہلکی ہلکی بارش شروع ہو گئی۔

آشیاط بادلوں کے ہلکے دھندلکے میں سے فواد نے درختوں کے دوسری طرف دیکھا دیوار کے گہرے جنگلوں کی عمیق خاموشی بانس کے جھنڈ کے نیچے تالاب کے کنارے کنارے چلتے ہوئے اس نے سوچا (تالاب باغ کے آخری سرے پر تھا جہاں سے آشیانے کے پہلو کے برآمدے کے شیشے کے دریچے نظر آتے تھے چمنی میں سے دھوئیں کی باریک اور بھیگی سی لکیر سکون سے اوپر اٹھ رہی تھی اور کھانے کے کمرے میں جو شور مچ رہا تھا اس کی آوازیں ہوا کے ساتھ تیرتی ہوئی یہاں تک آ رہی تھیں) آشیانہ اس کی سرخ چھت ہے سفید فریم والے طویل دریچے اور سرخ قالینوں والے برآمدے اس کے باغ میں وادی کے پہلے سفید پھول کھل رہے ہیں اور اس کے کنارے ہمالیہ کی ٹک اور راغہ بالا سپنا شور کرتی ہوئی بہہ رہی ہیں میرے چاروں طرف نیلا حرف نیلا کرہ اور بارش پھر مستقبل ہے، جس کی طرف ایک پل بنا کر ہم اس پر سے گزرنا چاہتے ہیں لیکن علماء اپنی بحثیں خود نہیں سمجھ پاتے اور سیاستدان اور فلسفی مسخروں سے زیادہ فضول ہیں چنانچہ میں ان ہرے جھنڈوں کے نیچے ٹہلتا ہوں جہاں سرخ بالوں والی لڑکیاں گٹار بجاتی ہیں ہمارے پاس تجربہ نہیں ہے اور ہم کتنے کم عمر ہیں لیکن میں اس موسم کے لئے خدا کے قدوس کا شکر گذار ہوں اس نے چلتے چلتے پھر چاروں طرف نظر ڈالی کھلتے ہوئے محفوظ پھولوں کا خیال، بدقسمت پتے جو کل ٹوٹ جائیں گے جون کے مہینے میں میری آواز، سڑکیں، جن پر ہم نے اپنے گھوڑے تیزی سے دوڑائے۔

------ ''جب تک ہم اپنے آپ کو ڈی کلاس نہیں کرتے'' ----- پہلو کے برآمدے میں، کوکو پیتے پیتے عالیہ باجی نے ابا جان سے ایک اور بحث شروع کر دی فواد سامنے کی روش پر سے ٹہلتا ہوا برساتی کی طرف نکل گیا۔ انہوں نے

اسے آواز دی، لیکن وہ آگے جا چکا تھا۔

اتنی خوبصورت ہے۔ اتنی دیوانگی ہے اس نے جھنجھلا کر اپنے آپ سے کہا وہ روش کی بجری پر سے گذرتا پھاٹک تک پہنچ گیا تھا۔ ملٹری اکیڈمی کے چند کیڈٹ سامنے بھیگی ہوئی سڑک پر سے مارچ کرتے گذرے سڑک کے دونوں طرف چنار کے درخت تھے اور ان کے پیچھے سے راج ونش کا "راج محل" نظر آرہا تھا وہ سست روی سے چلتا رہا اس کے دونوں جانب ہندوستانی ریاستوں کے راجکماروں کی کوٹھیاں تھیں جو برسوں مدتوں سے یوکلپٹس کے ان جھنڈوں میں چھپی چپ چاپ کھڑی تھیں اور ریٹائرڈ انگریز اور ہندوستانی عہدے داروں کے "کنٹری ہاؤس" وضع کے مکانات، لکڑی کے فرش، پرانے بھاری فرنیچر، قالینوں اور زرد پردوں والے پراسرار گھر جن کے چاروں طرف سیب اور بادام کے درخت تھے اور گھاس پر السیشین کتے اطمینان سے سوتے تھے پرنس آف ویلز رائل ملٹری اکیڈمی، جہاں سرکار برطانیہ کے جاں نثار افسر تیار کئے جاتے انگلش پبلک سکول، کیتھولک خانقاہیں، جلاوطن امیر کابل کا قید خانہ، وائسرائے کا جائے قیام، وائسرائے کے گھوڑوں کے اصطبل، دیوداروں میں چھپا ہوا رائل ہوٹل جہاں انگریز خواتین چھتریوں کے سائے میں گارڈن چیرز پر بیٹھی الحل سے شغل کرتیں۔ کرنل بلمپس کا اصلی روحانی وطن۔

فواد اسی طرح بے خیالی سے سڑک پر، پہاڑی نہر کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ نہر کا تیز رو پانی پتھروں پر شور کرتا ریسپنا ندی کی سمت رواں تھا سامنے، دھند لکے میں چھپا ہوا، اونچا نیلا پہاڑ تھا۔ مسوری، جو شام کو جھلملا اٹھتی (مانو اندر مہاراج روز رات کو اپنی اونچی، اکیلی چوٹیوں پر جی بھر کے دیوالی مناتے ہوں) جہاں سوائے

میں ہندوستان کی مہارانیاں آدھ گز چوڑے بورڈ کی سریاں اور طویل بندے پہنے، پولانیگری کے سے بال بنائے مہالکشمی کے گھوڑوں پر تبادلہ خیالات کرتیں۔

فواد چلتے چلتے سڑک کے موڑ تک پہنچ گیا چمپا کی تیز خوشبو اس کی ناک میں پہنچ رہی تھی اس نے پھر چلنا شروع کر دیا چند لمحے اس نے اپنے آپ کو راج محل کے دوسرے پھاٹک کے سامنے موجود پایا سامنے سے میرا ایک کتے کو ڈانٹتی بھاگتی آ رہی تھی اس کے ایک ہاتھ میں آدھا توس تھا۔ اس نے بھی غالباً ابھی ناشتہ ختم نہیں کیا تھا۔

''او۔۔۔۔۔ ہلو فواد۔۔۔۔۔'' میرا نے پھاٹک پر پہنچتے پہنچتے چلا کر آواز دی۔

''ہلو میرا ہاؤ آر یو'' فواد نے پھاٹک کی پلیا پر ایک پاؤں رکھ کر پوچھا

''فائن ہاؤ آر یو فواد۔۔۔؟'' وہ پلٹ کر پھر چلائی ''ارون، مایا، فواد آ گیا'' مایا اور ارون برساتی میں سے باہر نکل آئے راج ونش خاندان بارش سے محفوظ ہونے کی غرض سے صبح کی چائے برساتی میں پی رہا تھا۔

''ہاؤ از آشیانہ۔۔۔۔ سب لوگ ابھی بریکفاسٹ سے فارغ نہیں ہوئے؟'' مایا نے فواد سے اس کے میزبانوں کی خیریت دریافت کی پھر کھانے کے وقت کے لئے تاش کھیلنے یا اسکیٹنگ کرنے یا ریکارڈ بجانے کی خاطر وہ سب آشیانے کی طرف چل پڑے۔

میں نے دریچے میں سے دیکھا کہ راج محل کے پھاٹک میں سے نکل کر وہ سب ہماری سمت آ رہے ہیں ارون قیادت کر رہا تھا فواد پیچھے پیچھے چپکا چلا آ رہا تھا اور میرا اس سے متواتر سوالات کر رہی تھی لیکن نادرہ کا بھائی ہونے کا یہ مطلب نہیں

ہے کہ فواد کو نادرہ کے متعلق ساری غیر ضروری تفصیلات کی ہر وقت اطلاع رہے۔
غالباً وہ میرا سے یہی کہہ رہا تھا اور میرا اس کی ایک نہ سنتی تھی پھر جب وہ سب اندر آ گئے تو ہم نے دوپہر بھر خوب شور مچایا اور تیسرے پہر کو فواد ہمیں چوکوبارز کھلانے پریڈ گراؤنڈ لے گیا جہاں درختوں کے نیچے سفید کرسیاں بچھی رہتی تھیں اور خاموش مزاج انگریز بیٹھے بیئر پیتے رہتے تھے جب ہم چوکوبارز کھا رہے تھے اس وقت ایک اداس سے اطالوی نے سیکسوفون پر ایک اداس سا نغمہ بجایا جس کو سن کر سب بہت رنجیدہ ہوئے کیونکہ فواد نے اپنے لئے بیئر کا ایک گلاس اور منگوایا پھر ہم لوگ سینما کی میٹنی دیکھنے گئے کیونکہ ہم کو شام کو سینما دیکھنے کی اجازت نہیں تھی فواد کے ساتھ بھی نہیں پہلے ایک فیچر دکھایا گیا اس کے بعد ہم نے پرل وائٹ کے سیریل کا چودھواں باب دیکھا اور گوڈ سٹیوی کنگ کے بعد گھر واپس آئے۔

☆☆☆☆☆

6

تم لوگ کب تک واپس آتے ہو۔۔۔۔۔نجم الدولہ ہاؤس کی سیڑھیوں پر بیٹھے بیٹھے نادرہ نے جوگ مایاراج ونش کو لکھا کالج کھلنے میں ابھی اتنے دن ہیں فواد پھر انڈر گراؤنڈ ہو گیا ہے تمہارے یہاں گیا تھا وہاں سے کہیں اور چلا گیا اللہ کی قسم ہم اتنے بور ہوتے ہیں کہ مسز سمپسن سے بھی کوئی دلچسپی نہیں آج کل اخبار بالکل نہیں پڑھتی۔ گیری کوپر تک کے تازہ حالات سے واقف نہیں ہوں پدا کھنہ ملا کی کزن جولاہور میں ہے۔۔۔۔۔

بوریت کی وجہ سے اس نے خط مکمل نہیں کیا اور اندر چلی گئی اس کی امی بیگم نسیم احمد ابھی ابھی خواتین کی ایک آل انڈیا کانفرنس کے لئے قیصر باغ گئی تھیں چاراس نے اکیلے بیٹھ کر پی۔ پھر اس نے رتنا کو فون کیا رتنا سدھانتا یونیورسٹی کے ڈین کی پیانسٹ بیٹی بھی اس وقت گھر پر نہ تھی اور یونیورسٹی کے مہاراشٹر بن وائس چانسلر کی گلیمرس بیٹی شکنتلا سے ملنے گئی ہوئی تھی جس نے ایک زندہ جیتے جاگتے روسی بالشویک سے شادی کی تھی نادرہ نے شکنتلا کو فون کیا۔

''ہم عطیہ کے یہاں جارہے ہیں فوراً وہاں پہنچو'' شکنتلا نے بشاشت سے کہا عطیہ اگر آپ نے لکھنو نہیں دیکھا تو گویا دنیا میں کچھ نہیں دیکھا اور لکھنو میں عطیہ کو نہیں دیکھا تو گویا لکھنو میں کچھ نہ دیکھا یہ ایک مشہور مقلہ تھا ہیڈی لیمار سے زیادہ حسین،عطیہ نے اسی سال یونیورسٹی میں ٹوپ کیا تھا۔

وہ تیار ہو کر نیچے اتر رہی تھی جب فواد کی آواز ہال میں گونجی

''الو کے خالو کب آئے'' نادرہ نے تیزی سے زینہ طے کرتے ہوئے پوچھا

''اس قدر بوریت پھیلا رکھی ہے تم نے'' فواد نے چاروں طرف دیکھ کر شکایتاً کہا اب کس کا پٹرا لوٹنے جا رہی ہو۔

''عطیہ۔۔۔۔۔ ابھی آتی ہوں ایک منٹ میں''

''شکنتلا اور رتنا کو ابھی میں نے اس طرف جاتے دیکھا ہے۔۔۔۔ سب کو میرا پیار و سے دنیا'' بعد میں اس نے اضافہ کیا اور خود سیڑھیوں پر بیٹھ کر نادرہ کو پھاٹک سے باہر جاتے دیکھتا رہا۔

چنانچہ وہ ادھر ادھر گھومنے کے بعد پھر فواد کو اپنے باپ کے گھر، اس نجم الدولہ ہاؤس میں موجود پا رہا تھا جگہوں کا، مکانوں کا سحر، برآدے میں چار کا سامان رکھا تھا باورچی خانے میں ابو کے لئے سوپ تیار ہو رہا تھا زندہ رہنے کا عمل! اب مستقبل اس کے سامنے پھیلا تھا اس فضا کے پرے اس شام کے اندھیرے میں سارا شہر خاموشی سے اس کے سامنے بکھرا ہوا تھا۔

سیڑھیاں اتر کر وہ باغ میں آ گیا۔ سوئمنگ پول کی دوسری طرف، سید علی ظہیر کی کوٹھی میں تیز روشنی ہو رہی تھی۔ اوپر کی منزل میں اس وقت غالباً'' انگارے کے مصنفین بنے بھائی کی نئی کتاب ''لندن کی ایک رات'' کا ذکر کر رہے تھے'' درختوں کے پرے عطیہ کے ہاں رتنا واگز کا کارنیول بجا رہی تھی اسوک کے جھنڈ میں چھپے ہوئے آرٹ اسکول کے اسٹوڈیو میں جستگیر منیکا کا پورٹریٹ بنانے میں مصروف تھے ندی کے دوسرے کنارے نمبر اکیس، فیض آباد روڈ پر وہ سب دہرہ دون اور غازی پور سے واپس آ چکے تھے اور پچھلے دالان میں اسٹیلا عباسی اور راس کے خاندان کی دوسری لڑکیاں ہوریاں الاپ رہی تھیں۔ ہوری آج جلے چاہے کل۔۔۔۔ اور کیسے کہ آؤں پیا توری اٹریا میگھا کی پڑتی پھورے۔۔۔۔ یہ

وہ لوگ تھے جن کے ہاں ماحول کا اثر اور ٹون قائم رکھنے کے لئے نقرئی شمعدانوں میں جلتی ہوئی موم بتیوں کی روشنی میں دعوتیں ہوتی تھیں اور غالب و ناسخ کے ایک ایک شعر پر بحث کرنے میں ساری رات گزار دی جاتی تھی۔

یہ نیا لکھنو تھا لیکن آئرن برج کے پار فسانہ آزاد مرزا رسوا اور اودھ پنچ کا لکھنو بھی ابھی زندہ تھا۔ سناس میں پنکیوں کی محفلیں جمتیں چین و جاپان کی اڑتی مسولینی کی اویس بابا پر چڑھائی کا ذکر خیر ہوتا بٹیروں اور کنکوؤں کے سر کے ہوتے ان کی زندگیوں میں اداسی اور مایوسی تھی لیکن یہ وہ خوش باش لوگ تھے جو اپنے دکھوں کے باوجود دوسروں کے کام آنے کی کوشش کرتے، جو کبیر کے دوہے اور انیس کے شعر پڑھتے پڑھتے عمر بتا دیتے اور مرتے وقت بھی ضلع جگت سے باز نہ آتے۔ مختلف استادی گھرانوں کی گائیکی کا تقابل، یا مشاعروں کا معرکہ ان کے لئے گوا زندگی و موت کا سوال تھا فسانہ عجائب کا طلسم ابھی باقی تھا بیگمات مٹی اور حنا کا عطر استعمال کرتی تھیں سکندر باغ اور حضرت گنج کی ٹھنڈی سڑکوں پر انگریز اب بھی گھوڑے پر سوار ہو کر ہوا خوری کے لئے نکلتے تھے۔۔۔۔ پہلی، جنگ عظیم کے بعد سے نئے لکھنو نے نہایت اطمینان اور آسائش کے سائس جنم لیا تھا۔ ادبی ہنگامے، سیاسی زور آزمائیاں، مذہبی جھگڑے، سب اسی سر زمین سے شروع ہوئے یا یہاں آ کر دم توڑتے۔ ادبی حلقوں میں میر انیس کا بول بالا تھا اقبال پر بہت کم توجہ دی جاتی تھی ترقی پسندی کی تحریک نے وہیں سے بھس میں چنگاری دکھائی۔۔۔۔۔ اودے شنکر کی وجہ سے ہندوستانی رقص کی تجدید کا چرچا بھی شروع ہو گیا تھا میرس کالج، جنوبی ہند سے قطع نظر، ملک کا سب سے بڑا موسیقی کا مرکز تھا چند گنے چنے خاندان تھے، جو اوپری طبقے کی سوسائٹی کے منظر پر حاوی تھے ان کے

لڑکے ولایت جاتے تھے اور اکثر جرمن یا فرنچ بیویاں لے کر واپس آتے تھے امریکہ کوئی نہ جاتا تھا صرف ڈاکٹر سید حسین گئے تھے ایک آدھ بور قسم کی لڑکی لیڈر جا کر تعلیم کا ڈپلوما لے آتی تھی اور اس کی تصویر السٹریٹڈ ویکلی میں چھپتی تھی چھتر منزل کلب کی ممبر شپ خاصے کی چیز سمجھی جاتی تھی۔ انگریز گورنر اور اس کی بیوی کے سروں کے گرد نور کے ہالے تھے۔ آئی سی ایس اور انڈین پولیس میں گلیمر ہی گلیمر تھا۔ خصوصاً انڈین پولیس کی زندگی نہایت رومینٹک سمجھی جاتی تھی گھوڑے شکار ڈاکو ہندو مسلم بلوے فوج میں دہرہ دون اور سینڈ ہرسٹ کے تربیت یافتہ گنے چنے ہندوستانی نوجوان تھے۔ ایکٹرسوں میں گریٹا گاربو اور جیسی جیز کو پسند کیا جاتا تھا ہریندر ناتھ چٹوپادھیا کی انگریزی نظمیں شوق سے پڑھی جاتی تھیں تعلیم کا معیار بے حد اعلیٰ تھا ازا ملا تھوبرن کالج کے سر بفلک یونانی ستونوں والے ایوانوں میں نہایت منتخب اور مخصوص لڑکیاں داخل ہوتی تھیں۔ یونیورسٹی میں گنتی کی لڑکیاں پڑھتی تھیں۔ لیکن سب بہت قابل تھیں لڑکے اور پروفیسر ان سے تھر تھر کانپتے تھے۔۔۔

یہ زندگی کے اس پھیلے ہوئے منظر کا محض ایک رخ تھا صرف وہ سطح جہاں نسیم احمد اس شام اپنے باپ کے گھر کی اونچی سفید سیڑھیوں پر کاہلی سے بیٹھا سگریٹ کے دھوئیں کو غور سے دیکھ رہا تھا ہر چیز اس کے لئے بیک وقت شخصی تھی اور غیر شخصی بھی ہر چیز بہر حال اس کی اپنی تھی یہ اس کی مخصوص دنیا، جس میں وہ ہمیشہ اسی طرح جیئے جائے گا۔ اس کے باپ کا گھر، اس کا باغ، اس کا کیمبرج، اس کی مسوری، اس کے دوست، ہر چیز اس سے تعلق رکھتی تھی ورنہ غیر مبہم تھی۔

لیکن مصیبت یہ تھی سیڑھیوں پر بیٹھے بیٹھے اس کو احساس ہوا کہ جو چیزیں اس

کی اپنی ہیں وہ اس قدر ذاتی ہیں اور بے حد واضح ہیں اور اسی لئے تکلیف دہ ہیں پر جو چیزیں اس کے اس پس منظر سے تعلق نہیں رکھتیں اس دوسری دنیا کی ہیں جس کا وہ باشندہ نہیں جو محض پیش نظر کی حیثیت سے اس کے قدموں میں بکھری ہوئی ہے، ان کو اس اندھیرے کے پرے، غیر مبہم رہنا چاہئے، لیکن وہ بھی بے حد واضح بے حد عیاں ہیں اور اس لئے بے انتہا تکلیف دہ ہیں۔

اس وقت اس نے خیال کیا، میں جواب تک معاشیات، اور پولیٹکس کا طالب علم رہا میں حرکت اور حیات، عمل اور ردعمل کے ان دھاروں سے کس طرح الگ ہوں۔ اور غالباً رہوں گا اسے یاد آیا، گویا یہ ایک بھولا ہوا خیال تھا حالانکہ جو اسے ہر وقت یاد رہتا تھا کہ معاشرے کی طبقاتی سیڑھیاں جو نیچے کی طرف اترتی تھیں، وہاں اس کے کیسی ہیبت ناک بے روزگاری اور مصیبت اور پریشانی کا دور دورہ تھا ہزاروں کی تعداد میں اس کی طرح کے دل و دماغ والے لیکن کم خوش نصیب نوجوان درسگاہوں سے نکل رہے تھے اور مغرب کے فلسفوں نے ان کو جس یوٹوپیا میں پہنچا دیا تھا وہاں سے بے نیل و مرام ان کو واپس لوٹنا پڑ رہا تھا۔ جس یورپ میں اس نے ریاض کے ساتھ انتہائی اطمینان بخش اور فیشن ایبل بوہیمین زندگی گذاری تھی، وہاں پر اب ہٹلر کے عروج نے خوف اور ذہنی بے اطمینانی کا دھندلکا سارے۔۔۔۔ میں بکھیر دیا تھا اس کے پیارے دوست ایلمر ریکسٹن کی قوم پریشان تھی کیونکہ ایمپائر خطرے میں تھی ڈپریشن نے ہمتیں اور استقلال شکست کر دیئے تھے عوامی محاذ قائم کئے جا رہے تھے۔

یورپ کی ان انٹلکچوئیل اور سیاسی تحریکوں کا ہلکا سا اثر رفتہ رفتہ اب یہاں بھی آتا جا رہا تھا، جن میں فواد نے اپنے کیمبرج کے زمانے میں حصہ لیا تھا۔ کمیونسٹ

پارٹی جنم لے چکی تھی لیکن وہ سارے افراد جو انتہائی جوش وخروش یا انتہائی ذہنی سکون کے ساتھ اپنے آپ کو انقلابی کہتے تھے، اس وقت کانگریس میں شامل تھے اور اسی کے پنڈالوں میں بیٹھے بیٹھے داہنے بازو کو کوستے تھے ان کی اپنی کوئی انفرادیت نہ تھی لیکن ملک کے سارے عظیم ترین انٹلکچویل اس نئی اجتماعی آئیڈیالوجی کی طرف کھنچتے چلے جارہے تھے اس میں جو نئی امید، نیا پیغام تھا دنیا کے سارے بڑے انٹلکچویلو کی طرح انہوں نے اس کی کشش کو محسوس کرلیا تھا لیکن ان کے علاوہ، ملک کے ایک عام انقلابی کا سیاسی شعور ابھی تک بہت اپچو رتھا ہر نکتے کی وضاحت کے لئے وہ ماسکو کی طرف دیکھتا اس کو یہ پتہ نہ تھا کہ اس کے اپنے ملک کی ضروریات اور دکھ کیا ہیں اس کے برخلاف یورپ کے ہر سوچنے والے انسان نے محسوس کرلیا تھا۔ کہ فاشزم کا خطرہ کیا ہے۔۔۔۔ نہرو جی بھی بڑے پکے انیٹی شفاشسٹ تھے مسولینی سے ملنے سے انکار کر چکے تھے ملک کے اٹھتے ہوئے نوجوان طبقے کے محبوب گرو اور آئیڈیل تھے۔

ان تحریکوں، ان محاذوں اور ان تصورات کا آنے والے برسوں میں کیسا لخراش انجام ہونے والا تھا اس کی اس وقت کسی کو اطلاع نہ تھی۔

کیا ہوگا۔۔۔۔ کیا ہوگا۔۔۔۔ ہم کدھر جائیں گے۔۔۔۔۔۔ باغ کے اندھیرے کو بے چینی سے دیکھتے ہوئے اس نے ہزارویں بار اپنے آپ سے سوال کیا پھر وہ پیر جھٹک کر کاہلی سے کھڑا ہوگیا اور ٹہلتا ہوا باغ کی سڑک پر آگیا۔

پھاٹک پر اسے اپنی امی مل گئیں جو اسی وقت قیصر باغ سے لوٹ رہی تھیں ان کے ساتھ وہ مکان کی طرف واپس لوٹا۔

گیلری کی میز پر اسے ریاض کا خط رکھا ملا جو شام کی ڈاک سے آیا تھا۔

7

آل انڈیا ویمنز کانفرنس کے سشن کی اس نشست میں آج فواد کی امی بیگم نسیم احمد نے چند نہایت اہم تجاویز پاس کروائی تھیں دن ان کا آج سارا نہایت مصروفیت کا گذرا تھا اور ابھی چند روز اس گہما گہمی کے باقی تھی۔ مہاراشٹر، مدراس، بنگال اور حیدرآباد دکن کی خواتین شہر میں آئی ہوئی تھیں لیڈی کیلاش سریواستو مسز لاکشمی مینن ایم ایل اے اور ایم ایل سی خواتین اگلے اتوار کو وہ کانفرنس کی مندوبین کی دعوت کر رہی تھیں اس کے لئے ابھی انہیں بہت سے فون کرنے تھے خط لکھنے تھے پھر انہیں اپنی وارڈ راحیل کے نئے استاد کا انٹرویو لینا تھا اور طے کرنا تھا کہ اس ٹرم میں اسے کیا کیا پڑھایا جائے اور اس کے لئے انہیں کئی ماہر تعلیم خواتین وحضرات سے تبادلہ خیالات کرنا تھا۔

بیگم نسیم احمد، ہماری امی، رانی، بیر سنگھ اور مسز سومیشوری راج ونش ہماری موسی اس طبقے کی مثالی نمائندگان تھیں جس نے اپنے فیوڈل اور ڈی جنریٹ ہونے پر ذرا تکلفا نادم ہونا تو سیکھ لیا تھا لیکن دراصل اپنے اوپر سخت نازاں تھا سر سید کی تحریک کے بعد سے ہی اس طبقے کی خواتین کے دلوں میں اللہ تعالےٰ نے سوشل اور قومی ریفارم کی سچی لگن پیدا کر دی تھی وقتاً فوقتاً نہایت الف لیلوی انداز کی لیڈیز کانفرنسیں منعقد کرنے کے علاوہ پچھلے تیس پینتیس سالوں میں انہوں نے واقعتاً حیرت انگیز حصہ اردو لٹریچر کی ترویج و ترقی میں لیا تھا۔ ان کا پریس اتنا طاقتور اور با اثر تھا کہ اکثر اپنی نظموں، ناولوں اور مضامین کے ذریعے رجعت پسند مردوں کے چھکے چھڑواتا رہتا تھا امی نے چودہ سال کی عمر میں ایک نہایت ترقی پسند اصلاحی

ناول لکھا، جس کی ہیروئن اختر النساء بیگم نے مردوں کے معاشرے کے مظالم کا نہایت عقلمندی سے مقابلہ کیا اور آخر میں فتح مند ہوئی۔ عموماً مردامی کے ان ناولوں میں نہایت دغاباز، ریاکار اور بیہودہ دکھائے جاتے تھے، ہیرو بے حد فرشتہ سیرت ہوتا تھا امی کے یہ سارے ناول ان کے طبقے کے اس پرپس منظر کی بہت ہی عمدہ عکاسی کرتے تھے جس نے پچھلی صدی کے آخر اور اس صدی کے شروع میں سلطنت عثمانیہ کے اوپری طبقے کی طرح یورپین تہذیب اختیار کرنی شروع کر دی تھی لڑکیاں پردے میں تھیں لیکن یورپین گورنسیں انہیں انگریزی پڑھاتی اور پیانو سکھاتی تھیں۔ امی اپنی شادی سے پہلے یعنی شاہ ایڈورڈ کے زمانے میں رائج الوقت ایڈورڈین وضع کے سائے پہنتی تھیں اور اپنے والد کے انتہائی مرصع قسم کے ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر دوسری تہذیبی بہنوں سے خط و کتابت کرتی تھیں ز۔خ۔ مش اسی دنیا کی ایک فرد تھیں اکبر الہ آبادی بھی اسی طبقے سے تعلق رکھتے تھے پہلی جنگ عظیم کے بعد اور زیادہ دلچسپیاں اور مسائل پیدا ہوئے مثلاً قومی تحریک عدم تعاون وغیرہ ان بیگمات نے اپنے اطلسی فرشی پائجامے اور بنارسی ساریاں ترک کر کے کھدر پہننا شروع کیا گو اس کھدر میں بھی ساری نفاستیں اور تازہ ترین فیشن ملحوظ رکھے جاتے تھے می نے خود کھدر پہننے کے علاوہ ہماری گورنس مس کیتھلین چیو تک کے لئے کھدر کے فراک بنوائے تھے خواتین کی سرگرمیوں کے مرکز لکھنو، علی گڑھ، دہلی، الہ آباد اور حیدر آباد دکن تھے آج سے تیس سال پہلے پردہ ترک کرنے میں انہی لوگوں نے پہل کی ہندو مسلم سوال پیدا ہی نہیں ہوا تھا رانی جلبیر سنگھ، لیڈی سری یوستوا اور بیگم نسیم احمد کی زندگیوں کے مسائل بالکل یکساں تھے سیاسی کشمکش اور نفرت روزمرہ کی زندگی کی تکالیف اور معاشی مجبوریوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

اوپر کا طبقہ ان مصیبتوں سے محفوظ اور بہت بلند تھا لہذا وہاں پر مکمل امن تھا اور مکمل مفاہمت۔

ان خواتین کی مختلف اور متنوع مصروفیات تھیں امی سیاست اور ادب میں دلچسپی لینے کے علاوہ میچ میکنگ میں ماہر فن تسلیم کی جاتی تھیں سو میشوری موسیٰ کلب سے لوٹنے کے بعد جہاں انہوں نے ایک آدھ بار رام رام کرنے کے بعد ناک بند کر کے الکحل بھی چکھ ہی لی تھی، برابر پوجا کرتی تھیں صوفی آدمی تھیں، لہذا قوالی نعتیں اور بھجن یکساں آنکھ بند کر کے سنتیں تھیں میاں بیویوں کے جھگڑے چکانے میں بیگم نسیم احمد کا کوئی ثانی نہ تھا رانی بیلر سنگھ کو اتنا ہی ملکہ جھگڑے کروانے میں حاصل تھا۔ لیڈی متر نے ایک روز جا کر بھرے، روشن آرا کلب میں ایک کرنل صاحب کی پٹائی کر دی تھی جو اپنی بیوی سے بہانہ کر کے وہاں پہنچے ہوئے کسی انگریز خاتون کے ساتھ محو رقص تھے سیاسی طور پر یہ سب نہایت اینٹی مرد تھیں یعنی یہ کہ مرد بڑے ظلم کرتے ہیں ہندو عورتوں کو حق طلاق ملنا چاہئے مسلمانوں عورتوں کو خلع میں زیادہ آسانی ہونی چاہئے پنجاب میں مسلمان لڑکیوں کو وراثت سے کیوں محروم رکھا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ،

عملی طور پر ان سے زیادہ شوہر پرست بیویاں کہیں نہ رہی ہوں گی۔

خطوط لکھتے لکھتے بیگم نسیم احمد کو خیال آیا کہ راحیل کا کوٹ اور واسکوٹ بھی درزی تیار کر کے نہیں لایا۔ اور خانساماں نے آج گوشت کی قیمت میں پھر چیٹنگ کی ہے اور جھاڑو پیٹے لتو نے خان بہادر صاحب کا نیچوان اب تک تازہ نہیں کیا آل انڈیا کانفرنس کو یکسر فراموش کر کے وہ باورچی خانے کی طرف لپکیں۔

☆☆☆☆☆

8

بیگم نسیم احمد کے کمرے سے باہر چلے جانے کے بعد راحیل چپکے سے اندر آئی اور میز پر رکھے ہوئے خطوں اوور پھولوں کو خوشی سے دیکھنے لگی (اکثر وہ خالی کمروں میں جا کر بیٹھ جاتی اور چیزوں کے خاموش وجود کو محسوس کرتی رہتی) ایک خط لندن سے آیا ہے اس نے سمندر کے اتھاہ پانی اور بادبانی جہازوں اور بحری قزاقوں کا تصور کیا (حالانکہ اس کی جغرافیہ بہت عمدہ تھی اور اسے یہ بھی معلومت ھا آج کل بادبانی جہاز اور قزاق دونوں ڈھونڈے سے نہ ملیں گے) وہ ریاض کا خط تھا لیکن اسے معلوم نہ تھا کہ ریاض کون ہے اور کس کا خط ہے پھر کھڑکی کے پاس جا کر اس نے ایک میز کی بلور کو چھوا جس پر ناشپاتیاں رکھی تھیں جن پر نیلگوں سایہ پڑ رہا تھا اب اس نے سوچا کہ وہ اپنا گلابی پارٹی فراک پہنے برف پر چل رہی ہے بیگم نسیم احمد کی لکھنے کی میز پر اس کی ممی کی تصویر رکھی تھی اس نے اس تصویر پر کوئی فوری توجہ نہ کی اور برف پر چلنے میں مصروف رہی۔

کچھ عرصہ قبل اس کے بابا کا انتقال ہوا تھا وہ صوبے کا ایک مشرقی ضلع تھا جہاں پر وہ سب رہتے تھے اس کی ساری ہمجولیوں کے باباؤں کی طرح اس کے بابا بھی بڑے زوروں کی عدالت کا اجلاس لگا تے تھے ان کے مرنے کے بعد اسے علی گڑھ بھیج دیا گیا تھا جہاں وہ چار مہینے ہی رہ پائی تھی کہ اسے ممتاز آپا نے اپنے پاس بلا کر رسان سے بتلایا تھا کہ اس کی ممی بھی ختم ہو گئی ہیں پھر اسے اس کے ایک ماموں جو ماموں کم اور نائٹ زیادہ تھے، اسے اپنے ہمراہ لکھنو واپس لے آئے تھے اور مسلم اسکول میں اسے داخل کر دیا گیا تھا وہ اپنا چھوٹا سا اٹیچی کیس سنبھالے ذمہ داری

کے شدید احساس کے ساتھ چھوٹے چھوٹے قدم رکھتی مس مائیلو کے پاس گئی تھی، جو مسلم اسکول کی سنہری بالوں والی گلیمرس پرنسپل تھیں۔ کچھ دنوں بعد اس کی خالہ زاد بہن طلعت باجی کی شادی ہز ہائی نس آف مانک بھوم سے ہوگئی اور ایک روز اس کا سامان ایک اسٹیشن ویگن میں رکھا گیا اور وہ مسلم اسکول کے ہوسٹل سے مانک بھوم پیلس آ گئی جو ڈالی باغ کے ایک کونے پر تھا۔ اور اب اسے لورٹیو میں داخل کر دیا گیا جہاں اسٹیلا اور میرا پڑھتی تھیں پیلس میں بھانت بھانت کی مخلوق تھی سنہری منقش چھتوں میں جھولنے والے صوفے لٹکتے تھے جن میں دن بھر طرح طرح کے انسان جھولا جھولتے اور گڑگڑی پیا کرتے۔ ہز ہائی نس کی پہلی دو سینئر مہارانیاں تھیں مصاحبین لیموں نچوڑ مسخرے راحیل کو اس سارے ماحول سے دلی نفرت تھی لیکن اس کو وہیں رہے جانا تھا پھر ایک دن اس نے اخبار میں دیکھا کہ اس کے نائٹ ماموں نے جو حیدر آباد میں رہتے تھے حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال کیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ایک مہری نے اسے بتایا کہ رات کو چھوٹی مہارانی کو ہز ہائی نس سے خوب ٹھن چلی ہے اور اب وہ مقدمہ لڑنے کے لئے جاتی ہیں دوسرے روز راحیل کے بابا کے دوست خان بہادر نسیم احمد سلگو رگرے بالوں والے اتنے ہینڈسم بیرسٹر سراج حسین صاحب کے ہمراہ پیلس آئے اور اسے اپنے گھر نجم الدولہ ہاؤس لے آئے۔

''ہاؤس'' پہنچنے کے ساتھ ہی اسے نادرہ سے ملوایا گیا جو اسی روز کالج کی لڑکیوں کے ساتھ اٹلی سے لوٹی تھی اور ملازموں کو ڈانٹتی تھی پھر اوپر سے فواد اترا تھا جو نادرہ کا بڑا بھائی تھا اس نے بیسن پر جھک کر تیزی سے منہ پر چھپکے مارے اور اسی بزرگانہ شفقت سے اس کی خیریت دریافت کی اور نہایت مصروفیت سے

چائے پینے بیٹھ گیا حالانکہ صبح سے شام تک اسے فرصت ہی فرصت تھی کیونکہ وہ کیمبرج سے واپس آ چکا تھا اور دن بھر ڈریسنگ گاؤن پہنے پہنے جارج گریشون کے ریکارڈ بجا بجا کر سنا کرتا تھا۔

پھر وہ ایک روز اپنا گلابی پارٹی فراک پہن کے میرا کے ہاں گئی تھی بیگم نسیم نے اس کے لئے بڑے اہتمام سے نیلے رنگ کا کوٹ بنوایا "تمہاری بچاری ممی تمہارے لئے سارا سامان اس طرح رکھ دئی ہیں جیسے وہ کسی سفر پر جا رہی ہوں۔"

"اہم۔۔۔۔اہم۔۔۔" خان بہادر صاحب نے ناک سکیڑی تھی "تم کو ہرگز ہرگز راحیل بیٹا کے سامنے غمگین باتیں نہ کرنی چاہئیں وہ جانتی ہیں کہ ان کی ممی مر چکی ہیں۔۔۔"

"اچھا۔۔۔" بیگم نسیم ذرا سٹ پٹا کر چپ ہوگئی تھیں (وہ لوگ بے انتہا پر خلوص تھے) "بیٹا وہاں پہنچ کر تم مسز راج ونش سے کہنا نمسکار سو میشوری موسیٰ۔۔۔۔" "اور ارون کو بھی خود سلام کرنا وہ تم سب سے بڑا ہے۔

فواد ایک کونے میں ناقدانہ نگاہوں سے یہ سب دیکھتا تھا مستقل تعلیم و تربیت اس نے بور ہو کر رکھا تھا۔

فیض آباد روڈ پر ان گنت بچے راحیل سے بے حد گرمجوشی سے ملے ان گنت لڑکے اور لڑکیاں سیلرز سوٹ، یونیفارم، کاغذی ٹوپیاں غبارے مسلسل ہنگامہ "میں تمہیں ایک ٹرین دوں گا جس پر بیٹھ کر تم گرین لینڈ جانا" علی نے اس سے کہا "یہ میرے چچا میاں ہیں یہ خالو ابا ممانی زینب خالہ تمہارے بھی بہت سارے اس طرح کے رشتہ دار ہیں نا۔۔۔؟"

"وہ دراصل میرے رشتہ دار نہیں ہیں" راحیل نے بے حد رازدارانہ طریقے

سے اسے بتلایا ''وہ میرے بنے ہوئے رشتہ دار ہیں''

''بنے ہوئے ۔۔۔۔؟ اچھا تم سب Lets Prented کھیلتے ہو۔ افوہ کس قدر کا مزا آتا ہوگا'' میرا نے خوش ہو کر کہا تھا ''یعنی یہ کہ فرض کرو فواد تمہارا کزن ہے جبکہ وہ نہیں ہے اور یہ فرض کرو ہاؤس تمہارا گھر ہے (نجم الدولہ ہاؤس محض ''ہاؤس'' کہلاتا تھا) جبکہ وہ تمہارا گھر نہیں ہے۔ ہاؤ نائس۔۔۔ اسٹیلا سنو راحیل کے کتنے مزے ہیں ہاؤس میں وہ مستقل Lets Prented کھیلتی ہے۔۔۔۔!!''

کمرے کی تنہائی میں وہ مسرت کے ساتھ پھولدانوں کو ادھر ادھر اٹھا کر رکھتی رہی اب بیگم نسیم باورچی خانے کا ٹرپ کر کے واپس آ رہی تھیں پانچ بج چکے تھے جو اس کے ریاضی سیکھنے کا وقت تھا اپنے کمرے سے کتابیں لے کر وہ پچھلے برآمدے میں آ گئی جہاں ماسٹر صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔

ماسٹر صاحب دراصل یونیورسٹی کے ایک بہت ہی Bitter قسم کے ایم اے کے طالب علم تھے نادرہ کیٹنگ کالج میں ان سے دو سال جونیئر تھی وہ اس سے بھی نفرت کرتے تھے فواد کی صورت سے بیزار تھے پورا نجم الدولہ ہاؤس ان کی برداشت سے باہر تھا۔

راحیل کو دیکھ کر انہیں اور غصہ آتا تھا عجیب خوفناک لڑکی ہے یہ سب لوگ انتہائی خوفناک اور فضول ہیں۔۔۔ ان کے زندہ رہنے کا کیا فائدہ ہے تمہارا کیا فائدہ ہے۔۔۔؟ وہ شعلہ بار نگاہوں سے اسے دیکھ کر دل میں سوال کرتے وہ چپکی بیٹھی جیومیٹری سے الجھتی رہتی۔

برآمدے کی پرلی طرف سفید ستونوں کے سائے میں سے گزر کر بیگم نسیم اور

سومیشوری موسی اور می باغ میں اتر گئیں۔

بیگم نسیم ان سے راحیل کے نئے استاد کے متعلق تبادلہ خیالات کر رہی تھیں جو کل سے ستار سکھلانے کے لئے مقرر کئے گئے تھے۔

''بچوں کی تربیت۔۔۔ کافی ناکامیاب ہو رہی ہے'' سومیشوری موسی نے ایک اینٹ گرائی

''کیوں نہ راحیل کو بھی میرس کالج میں داخل کر دیا جائے اگلے سال سے'' بیگم نسیم نے مطالبہ کیا۔

امی یہ سوچ کر ایک سیڑھی پر ٹھٹک گئیں دھوپ میں پیراسول لگائے لگائے، ابھی ساری داستان سنی ہے کہ نادرہ اور فواد کی تربیت کس طرح کی گئی تھی اس کے بعد وہ اپنے بچوں کا تذکرہ اور مس کیتھلین چیو کی شکائتیں کریں گی فواد۔۔۔۔۔ بھی تہلکہ مچانے میں ماہر معلوم ہوتا ہے بالآخر امی نے باآواز بلند سوچنا شروع کر دیا۔

''ہیں۔۔۔؟ بات ای اے کی ہم سب کھم میں ہیں۔۔۔۔۔ بیگم نسیم نے کہا''

''ہم سب کھم میں ہیں۔۔۔۔۔۔'' امی نے بھی خالص جونپوری لہجے میں اتفاق رائے کیا۔

راحیل ستون کے پیچھے سے ان سب کو باغ میں اترتا دیکھتی رہی یہ ہجوم تھا اور ہجوم اس سے مستقل خفا رہتا تھا اور اسے بہت زیادہ Approve نہیں کرتا تھا دنیا بہت سے فرقوں اور گروہوں میں منقسم تھی مثلاً تربیت دینے والوں کا گروہ بیگمات کا گروہ، فواد اور میرا اور علی اور ارون کی دلشت پسند پارٹی یہ سب اس کے خاموش

مخالف تھے مخالفین میں پام کے گملے اور برساتی کی ٹھنڈک اور خان بہادر صاحب کی کار بھی شامل تھی حتیٰ کہ اسٹیلا کا ٹوپسی بھی اکثر اسے اس طرح دیکھتا جیسے راحیل نے اس کی بڑی دل آزاری کی ہے۔

''ریاض لندن سے واپس آ گیا۔۔۔۔'' گیلری میں آ کر ہوا میں ایک لفافہ ہلاتے ہوئے فواد نے دہاڑ کر غالباً نادرہ کو اطلاع دی

یہ ریاض بھی، وہ جو کوئی بھی ہے، فوراً مخالفین کے اس گروہ میں شامل ہو گیا۔

ہجوم کا ایک اور فرد۔

☆☆☆☆☆☆

9

جھاری پانی کے ایک موڑ پر موٹر جھٹکے سے رک گئی ''فذل اسٹکس۔۔۔۔''
ارون نے گرج کر کہا ''نیچے ایک اور موٹر رکی کھڑی ہے ذرا جھانک کر دیکھو کون لوگ ہیں اپنے پرانے مسوری آ ئینٹس یا''غیر ملکی''

''غیر ملکی''میں نے ناک اٹھا کر ہوا میں سونگھتے ہوئے جواب دیا''شاید انہیں پٹرول کی ضرورت ہے''چند لمحے قبل ایک اور کار گذاری تھی جس میں جیس عبداللہ کملا تھا پڑاور مس عزیز تھیں پیچھے سے نادرہ آ رہی تھی کدھر بھاگے جاتے ہو۔۔۔؟اس نے چلا کر پوچھا

''اردن کو جانا ہے رات کو اس کی ملٹری اکیڈمی میں وائسرائے بہادر آ رہے ہیں''میرا نے جواب دیا۔

''مبارک ہو۔۔۔''نادرہ نے چلا کر کہا

علی جواب تک نچلی سڑک پر گھوڑا دوڑا رہا تھا منڈیر پر پھلانگ کر اوپر آ گیا''بیٹا اسٹیلا کے گھوڑے کو لکڑ بگا لے گوا۔۔۔۔''کار کے شیشے سے ناک چپکا کر اس نے جلدی جلدی چند اور ضروری اطلاعات دیں اور پھر تندہی سے ارون کے ساتھ کار کے انجن میں مصروف ہو گیا۔

موٹر چل پڑی نیلے درختوں پر بادلوں کی دھند تیر رہی تھی جب ہم لوگ آگے بڑھے تو ہم نے دیکھا کہ غیر ملکی موٹر سفید دھواں چھوڑتی بارلوگنج کی سمت نکل گئی۔
بادل تھے لیکن آسمان دفعتاً سونے کے رنگ کا ہو گیا تھا ریاض نے ہوا کی خنکی اور نرمی کو محسوس کیا (جو موٹر اوپر کی سڑک پر سے گذری تھی اس میں چند کم عمر لڑکیاں اور

لڑکے بیٹھے تھے لڑکیوں نے گہرے نیلے اسکرٹ اور نیلی چرن، بیرے ٹوپیاں پہنی ہوئی تھیں لڑکے کسی انگریزی کالج کے یونیفارم میں تھے یہ لوگ بے انتہا انہماک سے کار کا انجن ٹھیک کرنے میں مصروف تھے اور پاس سے گذرنے والوں کو ایسی بے اعتنائی اور بشاش قسم کی بے نیازی سے دیکھ رہے تھے گویا ساری کائنات کے مالک ہیں ریاض کو ان کا یہ رویہ بے حد دلچسپ معلوم ہوا جس وقت یہ لوگ ہاتھ ہلا کر پاس سے گذرنے والی ایک موٹر میں بیٹھی کسی اور لڑکی سے چلا کر بات کر رہے تھے اس وقت ایک سیاہ آنکھوں اور بہت سفید رنگت والا خوبصورت لڑکا اپنا گھوڑا نیچے کھڑا کر کے ان کے قریب آیا اور پورب کے لہجے میں اس نے چند باتیں کیں اور پھر وہ بھی انجن میں مشغول ہو گیا پورب کی یہ زبان بھی ریاض ک و بہت دلچسپ معلوم ہوئی لاہور میں اس نے صرف گوالوں اور دھوبیوں کو جو بھیا کہتے تھے اس زبان میں بات کرتے سنا تھا اور کیمبرج میں اسے اودھ کے جو لوگ ملے تھے وہ نہایت نستعلیق اردو میں اس سے گفتگو کرتے تھے کچھ دیر بعد اس کی کار سوائے پہنچ گئی۔

صبح کو فوراً نسیم احمد کا فون آیا میں آرک سے بول رہا ہوں سمجھے میاں آرک یعنی کشتی نوح سے جو ہمالیہ کی سب سے اونچی چوٹی پر رکی ہوئی ہے (اور جس وقت تک انقلاب نہ آ کے یونہی رکی رہے گی) اور اس کشتی نوح میں وہ سب جمع ہیں جنہوں نے کل تمہیں پٹرول نہ دیا تھا کیونکہ ان کو پتہ نہ تھا کہ تمہیں پٹرول کی ضرورت ہے اور تم، تم ہو۔۔۔۔۔اور اس پٹرول نہ دینے کے سلسلے میں وہ انتہائی معذرت خواہ اور شرم سے پانی پانی ہیں۔۔۔۔۔

ریسیور رکھ کر وہ پھر بار پر آن بیٹھا آرک اس نے یہ نام دل میں دہرایا چنانچہ اس صوبے کا ایک اور خاندان جس کی بیگمات فارسی میں شعر کہتی ہوں گی، ناول

لکھتی ہوں گی اور میچسلیٹو اسمبلی کی اسپیکر ہوں گی۔

قریب کی ایک میز پر الہ آباد کا ایک مشہور کنبہ بیٹھا تھا

''بھابی دلہن نے یہ پلکیں اب کی مرتبہ پیرس سے خریدی ہیں۔۔۔۔۔'' ایک لڑکی تفریحی لہجے میں دوسری کو بتا رہی تھی۔

''ارے میاں سعید'' دوسری میز پر سے آفاق نے پکارا ابھی شار لائل میں لیلا ڈیسائی کو کافی پلا کر آرہا ہوں غوث محمد سے میں نے کہا۔۔۔۔۔

بار کے اسٹول پر بیٹھے بیٹھے اس نے اتنی وہسکی پی لی تھی کہ باہر پھیلی ہوئی خنک، نقرئی دھوپ اس کی آنکھوں کو تکلیف دہ معلوم ہوئی (ایک مرتبہ اس نے تمنا کی تھی کہ وہ خود کسی کونے میں چھپ کر اپنے آپ کو چلتا پھرتا، باتیں کرتا، وہسکی پیتا، سوتا دیکھے) لاؤنج میں لوگ اپنے اپنے وجود میں گھل کر بے حد آرام سے بیٹھے تھے بائیں اور جنبش قطرے جو ادھر ادھر پھسل رہے ہیں ڈرپ ڈرپ ڈرپ

چنانچہ میں نے سر ہیری کو جواب دیا'' برابر کی میز پر آفاق نے اپنی بات ختم کی اور نہایت طمانیت سے اپنے جوتوں کو دیکھتا رہا۔''

ریاض پہلی مرتبہ مسوری آیا تھا اسٹول پر سے اتر کے وہ کاہلی سے قدم رکھتا ہال کے ایک ستون کے قریب گیا اس نے دیکھا کہ فواد کورٹ یارڈ کو عبور کرتا زینہ پر آرہا ہے کھانے کے لئے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور خود کو دیکھ کر خاموشی سے مسکرایا اس صوبے اور اس مجمع سے اسے نسبتاً کوئی دلچسپی نہ تھی اگر پدما یہاں آئی ہوتی اس نے خیال کیا لیکن پدما حسب معمول اپنے سیٹ کے ساتھ شملہ گئی ہوئی تھی اس مجمع کی بیگانگی میں اس نے اپنے کیمبرج کے ساتھی فواد نسیم احمد کو مطمئن اور قدرے یگانگت کی نظروں سے دیکھا اور دوبارہ ہنسا۔

10

سوائے کے زینے کی نچلی سیڑھی پر علی ایک قدم اوپر رکھے چوٹوں کی طرح چپکا کھڑا تھا فواد نے اس سے کہا کہ وہ اپنی سسٹم میں سے رات کے سحر کا اثر دور کرنے کی خاطر کھانے کے کمرے کی طرف جانے کی صعوبت برداشت کرنے والا ہے جہاں وہ اپنے ایک عزیز دوست ریاض الدین احمد کے ساتھ بیٹھ کر گذشتہ زمانوں کی یاد کرے گا لیکن زندگی کے ساتھ مصیبت یہ ہے کہ ہر گذرنے والا لمحہ گذشتہ زمانوں میں تبدیل ہوتا جاتا ہے اور اس کے ساتھ بیئر کا بل بھی بڑھتا جاتا ہے لیکن طے شدہ دستور یہی ہے کہ جب دو پرانے دوست مدت کے بعد ملتے ہیں تو جن کے گلاس پر۔۔۔۔

علی نے جھنجھلا کر فواد کی مطمئن گفتگو کا سلسلہ منقطع کرنا چاہا کیونکہ اس وقت اس کی خواہش تھی کہ وہ اوپر جا کر ہال کے عین وسط میں قلابازیاں کھائے یا چھت سے الٹا لٹک جائے فواد نے اس ارادے کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا۔

علی اور اڑون سیڑھیوں پر کھڑے کورٹ یارڈ کی نیم تاریکی میں قرون وسطیٰ کے دو پراسرار کرداروں کی طرح اس اہم تبادلہ خیالات میں مشغول تھے کہ ارون راج ونش ان کے قریب آیا وہ مال پر ٹہلنے نکلا تھا اور اب آرک واپس جا رہا تھا اس نے علی سے کہا کہ کیا تم بھول گئے ہو کہ آج پورنماشی کی رات ہے اور میرا گھونا تھ کی مورت کے آگے نو دیوتوں کا ناچ ناچے گی علی نے اسے بتایا کہ وہ اپنے دیو داروں کے پیچھے چھپے ہوئے کالج میں سے چند گھنٹوں کے لئے بھاگ آیا ہے اور ابھی سینٹ جوزف کے مقدس سلسلے کے ادنیٰ لبادے والے راہب شمعدان لے کر

ساری عمارت میں تالے لگانے کے لئے اپنے حجرے سے نکلیں گے۔

جب فواد اپنے دوست کی طرف چلا گیا جو اوپر ہال کے ایک ستون کے پاس کھڑا جھلملاتی آنکھوں سے سارے منظر کو دیکھ رہا تھا تو ارون دوبارہ سڑک کی جانب مڑ گیا اور اس کا سایہ چاندنی میں بھیگی بجری پر طویل ہوتا چلا گیا۔علی نے اس سائے کو دیکھا اور قرون وسطیٰ کے کسی اور اداس اور سنجیدہ کردار کی طرح اپنے بالوں کو اس نے پیشانی پر سے سمیٹا اور آخری سیڑھی پر بیٹھ گیا۔

اوپر کھانے کے وقت کی موسیقی بھی شروع ہو گئی تھی اور سائے ادھر ادھر آ جا رہے تھے۔

''علی بہادر۔۔۔۔۔۔۔۔'' ایک پیلے بالوں والے متبسم جرمن نے اس کے نزدیک آ کر کہا۔

''ہلو۔۔۔۔۔'' علی نے جواب دیا

''آج پورن ماشی کی رات ہے۔۔۔'' پیلے بالوں والے جرمن نے چہرہ اٹھا کر ہوا میں کچھ سونگھتے ہوئے مسرت کے ساتھ کہا'' آج کی رات ہم کو صرف ناچتے رہنا چاہئے دیکھو! ہوا کی چال میں کیسا شانت کا بھاؤ ہے۔۔۔'' اس نے ہاتھ پھیلائے۔

دو انگریز، جن میں سے ایک ضلع کا کلکٹر تھا، سامنے سے گذرے'' ایک جرمن اور ایک ہندوستانی اس وقت دونوں یقیناً سیاست پر بحث کر رہے ہوں گے ہمیشہ یہی کرتے ہیں'' موٹے انگریز نے دبلے انگریز سے کہا۔

''میاں بہترین سیاست تاش ہے۔۔۔۔۔ اوپر آؤ۔۔۔۔۔'' کسی نے لاؤنج میں سے پکارا۔

سیاہ رنگ کی ساری پہنے، جس کا کنارہ نقرئی تھا، آزوری کھل کھلا کر ہنستی ہوئی پہلو کے ونگ کے برآمدے میں سے گذر رہی تھی چاندنی کے اس سناٹے میں اس کی ہنسی کی آواز گونجی اس گونج میں مالا بار اور کوچین کے سارے جھرنوں کی خوبصورتی اور زندگی، اور آزادی کا احساس سمٹا ہوا تھا:

''زندگی۔۔۔۔ دراصل اس قدر۔۔۔۔ زندہ رہنے کے لائق ہے۔۔۔ کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم زندہ ہو۔۔۔۔۔''؟ جرمن نے اپنے مٹیالے پیلے بالوں کو ہاتھ سے سمیٹا۔

علی نے اسے انسیت کے ساتھ دیکھا اس وقت، وہ خود، فواد جو اندر جا چکا تھا ارون، جو اس وقت لمبے لمبے بے پرواہ قدم رکھتا آرک کی سمت جا رہا ہو گا وہ سب اس خنک مدھم چاندنی میں زندہ تھے اس کا یہ دوست بھی زندہ تھا، دنیا قائم تھی اس کے پیلے بالوں اور معصوم متبسم چہرے پر چاندنی کی کرنیں پڑ رہی تھیں۔

''ہربرومیل۔۔۔۔''اس نے بڑے تکلف سے اسے مخاطب کیا اور''تم بمبئی کب لوٹ رہے ہو۔۔۔۔''اس نے پوچھا

ارنسٹ برومیل اب تک بمبئی ٹاکیز کے لئے تین فلم ڈائرکٹ کر چکا تھا ان دنوں وہ آزوری کا منیجر تھا خالدہ ادیب خانم نے اپنی نئی کتاب میں جس جگہ آزوری کا تذکرہ کیا تھا وہاں پر اس کو امریکن لکھ دیا تھا اس بات سے وہ سخت خفا تھا اور بہت دیر تک بچوں کی طرح منہ پھلائے بیٹھا رہا تھا لاؤنج میں اس وقت یہ کتاب موضوع گفتگو بنی ہوئی تھی۔ جب وہ یہاں جی بھر کے سب سے لڑ چکا تو نیچے اتر آیا۔

''ہوۂ امریکن۔۔۔۔۔''پھر ارنسٹ کو یاد آیا کہ چاندنی خوشگوار ہے لیکن

اس کے باوجود، اس ملک کی، ساری دنیا کی سیاست کتنی تکلیف دہ ہے اے جناب آپ بہت نامی گرامی آرٹسٹ ہیں۔۔۔۔۔۔ارون اس کا تعارف دوسروں سے کراتا۔۔۔۔۔اچھا۔۔۔! لیکن آپ ناتسی تو نہیں ہیں۔۔۔۔۔۔؟ ایک خاتون نے اخلاق سے پوچھا۔۔۔۔۔''جی نہیں۔۔۔''اس نے جواب دیا''تو پھر آپ یقیناً فاشسٹ ہونگے یا کم ازکم کمیونسٹ۔۔۔۔''یہ دونوں خواتین برج میں متواتر ہار چکنے کے بعد کسی زیادہ دلچسپ مشغلے کی خواہشمند تھیں۔

''لیکن اگر آپ کو امریکن سمجھ لیا جائے تو آپ اس قدر ناراض کیوں ہوئے مولانا۔۔۔۔''ارون نے کہا۔

''اور یہ جو تم کو ہندوستانی فن سے اس قدر شدید ہمدردی اور عشق وغیرہ ہے اس نقطے کو خالدہ ادیب خانم نے قطعی بہت سراہا ہوگا۔۔۔۔''علی نے دلاسہ دیا

''اور بھئی ان کا مطلب یہی رہا ہوگا کہ بہر حال، تم سفید فام غیر ملکی ہو جو ہم ایشیائیوں سے، یعنی کہ روحانی لگاؤ رکھتے ہو ایک قسم کا۔۔۔۔''ارون نے کہا تھا۔

''آپ جہنم میں جایئے اور آپ کا روحانی لگاؤ۔۔۔۔۔۔''اس نے جھنجھلا کر جواب دیا تھا۔

پھر سیاست شروع ہوئی فواد نے ڈپٹ کر کہا تھا یعنی ارنسٹ برومیل، پھر تم ڈیپریس ہونا شروع ہوئے۔

سیاست اس کا، کسی کا پیچھا نہیں چھوڑے گی سیاست نے زندگی کو ختم کر ڈالا ہے۔

حالانکہ میں بہت نامی گرامی فنکار ہوں حضور والا میں اپنی جان دے کر زندگی

کی پرستش کرتا رہوں گا۔

دن بھر وہ لاؤنج کے نصف دائرے میں بیٹھے اس طرح کی باتیں کرتے رہتے تھے اور اب چاندنی سارے میں پھیل گئی تھی بالآخر یہ پورن ماشی کی رات تھی۔

علی نے سیڑھیوں کے ٹھنڈے پتھر پر سے ہاتھ اٹھایا ''ان صاحب کو جانتے ہو جو ابھی فواد کے ساتھ اوپر گئے ہیں؟'' اس نے سوال کیا۔

''بالکل نہیں۔۔۔'' ارنسٹ نے جواباً کہا

اس وقت کتنی پیاری روشنی پھیلی ہے علی نے دوسرے پتھر پر ہاتھ رکھ لئے خنکی جو اس کی انگلیوں میں پہنچ رہی تھی اسے بے حد آرام دہ معلوم ہوئی آ اتر آ میرے دل میں ساتھ لے کر چاندنی۔۔۔ اس نے جی میں کہا

''میاں صاحبزادے آج کیا تم اکیس سال کے ہو گئے؟'' ارنسٹ نے خوشدلی سے سوال کیا۔

علی نے آنکھیں بند کرلیں اس وقت، ہفتے کی رات، دس بجکر پچیس منٹ پر، خدا کے متعلق اس کے بڑے عمدہ اور صحیح خیالات تھے، مذہب کا تصور نہایت نا قابل بیان سکون پہنچاتا تھا گولینن بھی بہت خوب تھا یہ انکشاف بھی ہو چکا تھا کہ خدا سے قرب کیبرے دیکھ کر بھی حاصل ہوتا ہے شیمپین کیا نفیس شے تھی گو ابھی اس نے شروع نہیں کی تھی۔

''ہاں'' اس نے ارنسٹ کی بات کا بہت دیر بعد جواب دیا ''کیونکہ آج نور اترا ہے اور لڑکیاں دیے جلائیں گی اور گربا ناچیں گی۔۔۔۔ آؤ آرک چلیں۔۔۔۔۔''

وہ احاطہ عبور کر کے مال پر آ گئے اور آرک کی طرف چلنے لگے ان سے ذرا

فاصلے پر ارون تھا، جو بہت آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا آرک کی چڑھائی طے کر رہا تھا راستے کے سبز اور نیلے پتھروں پر ان تینوں کے سائے بہت لرزہ خیز معلوم ہوئے۔

آرک چھوٹی سی پہاڑی وضع کی کاٹج تھی جس کے جنگلے سبز لکڑی کے تھے سرخ چھت تھی اس کے برابر میں ایک بہت اونچی چوٹی تھی جس کے دوسری جانب آبشار گرتا تھا۔آرک کے چاروں طرف نیلے اور کاسنی پھول کھلے تھے برفباری کے زمانے میں، جب سڑک سے لے کر پھاٹک تک کا راستہ برف سے مسدود ہو جاتا تو ہم اس پہاڑی پر سے باورچی خانے کی چھت تک ایک پل کے ذریعے پہنچتے۔ سن انیس سو بارہ سے یہ مکان ابا جان کا بہت عزیز رفیق تھا۔اب اس کے آس پاس زیادہ بڑے بڑے اور جدید قسم کے مکانات بن گئے تھے لیکن ہم لوگوں کی ہمیشہ یہ کوشش رہی تھی کہ اس کے لئے اولڈ ورلڈ وضع میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔ لہذا نشست کے کمرے کے آتشدان پر اکثر شام کو بے حد اہتمام سے شمعیں جلائی جاتیں فرنیچر سب انتہائی پرانے فیشن کا تھا آشیانے اور راج محل ے ساتھ ساتھ ہم سب کو آرک سے بھی عشق تھا اس کے بدلے میں اگر ہم کو کپورتھلہ ہاؤس بخش دیا جاتا تو ہم اسے ہرگز قبول نہ کرتے۔

اس سے ہم سب آگ کے قریب بیٹھے حسب معمول ادھر ادھر کی کھینچ رہے تھے ابا جان دوسرے کمرے میں ایک جلا وطن افغان شہزادے کے ساتھ حسب معمول شطرنج میں مصروف تھے نادرہ کے ساتھ راحیل بھی لکھنو سے آئی ہوئی تھی عالیہ باجی ایک کونے میں کرسی پر اکڑوں بیٹھی مجاز کی آہنگ کی ورق گردانی کر رہی تھیں جو ابھی ابھی پہلی بار چھپ کر آئی تھی، برآمدے کے ایک کونے میں، لیمپ کی روشنی میں اویا ما اپنی ایک کینوس مکمل کرنے میں مصروف تھے لیکن نشست کے

کمرے میں اتنا شور مچ رہا تھا کہ انہیں بار بار دوسری طرف دیکھنا پڑتا تھا۔

''علی اور ارون اور ارنسٹ آتے ہیں۔۔۔۔'' اسٹیلا نے کھڑکی کے پاس جا کر کہا

''ریاض۔۔۔؟'' عطیہ نے پوچھا

''ریاض۔۔۔۔کون؟'' راحیل نے آنکھیں نیم وا کر کے سوال کیا وہ آگ کے پاس نٹنگ میں مصروف تھی۔

آدھی رات پر بھودرش دیجئے یمونا جی کا ٹیرا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کمرے کے دوسرے کونے میں میرا نے آہستہ سے گھنگرو فرش پر ٹیکے وقت۔۔۔۔اس نے پھر خوف کے احساس کے ساتھ سوچا وقت جو رواں تھا جس طرح آرک کے پیچھے آبشار تیزی سے گر رہا تھا اور وقت۔۔۔۔ جو منجمد تھا جیسے سامنے چوٹیوں پر ہما چاندنی میں جھلملا رہی تھی ''میں باہر جا رہی ہوں۔۔۔'' اس نے سب کو مخاطب کیا چاندنی میں میں نورا ترا کا ناچ ناچوں گ جس طرح مہارانی پاروتی ناچتی تھیں۔۔۔۔وہ گھنگرو اٹھا کر سیڑھیوں سے نیچے اتر گئی۔

ارون راج ونش لمبے لمبے قدم رکھتا برآمدے میں داخل ہوا اور جنگلے پر جھک گیا ظاہراً زندگی سے زیادہ گہری کوئی چیز تھی جو سارے میں رواں تھی بچپن سے بہت سی باتیں تھیں جو وہ خود ہی خود محسوس کرتا آیا تھا اور کسی کو نہ بتا پاتا تھا۔اب وہ بھی اس نے اندازہ لگایا، کہ بڑا ہو گیا ہے جس طرح بنفشہ کے پودے کے بڑھنے کا خیال صرف اس پودے کو ہی آتا ہو گا یہ کتنی عجیب بات ہے میرے چاروں طرف مکمل سکوت ہے، اور مکمل حسن، اور اس سکوت میں حیات کی مختلف آوازیں ادھر ادھر بہتی جا رہی ہیں جھرنوں کا شور ہے پھول کھل رہے ہیں، لوگ باتیں کر رہے ہیں،

سوچ رہے ہیں آفاق کے اس گہرے سوچ کی گونج میں مسلسل سن رہا ہوں، اس نے جھنجھلا کر جنگلے کی سبز لکڑی کو ناخنوں سے کریدا میں مقید کر دیا گیا ہوں میں قید ہوتا جا رہا ہوں فڈل اسٹکس اس نے ایک طویل لفظ حسب عادت دل میں دہرایا ساس نے میرا کو دیکھو جو نالے کے قریب پتھر پر جا بیٹھی تھی آبشار کا پانی جو کاٹ کر آرک کے پھولوں کی آبیاری کے لئے ادھر لایا گیا تھا مسلسل روتا رہتا یہ میری بہن ہے ارون نے خود کو بتایا اور پھر یہ سب کے سب یہ سارا کا سارا کمبخت مشہور و معروف حیدر خاندان۔۔۔۔۔خدا ان سب پر، اور مجھ پر رحم کرے۔

میرا نے دو پھول جو رات کی ہوا سے خود بخود پتھر پر آن گرے تھے، بالوں میں ٹھونس لئے اور گڑیا کی طرح ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئی گویا اب میری پرستش کرو

''فوہ۔۔۔۔تمہیں اپنے حسن کا کس قدر احساس ہے'' علی نے ذرا جل کر کہا'' آہ یہ لڑکیوں کی افسوسناک ذہنیت۔۔۔۔!!''

''میں اروشی ہوں۔۔۔'' میرا نے بڑے انکسار سے مطلع کیا۔

''ای ای ای۔۔۔ذرا اپنی شکل تو ملاحظہ فرماؤ۔۔۔'' ارون نے بے حد فراخدلی سے اس کا منہ چڑایا علی نے ارون کا ساتھ دیا۔

''میں بیلرینا بنوں گی'' میرا نے لڑکوں کی بات سنی ان سنی کر کے گھاس پر پریوں کی طرح آسمان کی طرف بازو پھیلائے اور پنجوں کے بل اوپر کو اٹھی۔۔۔۔پھر تم لوگ دنیا کے بڑے بڑے دارالسلطنتوں میں میرا ناچ دیکھنے آیا کرنا۔ اور میں، کبھی کبھی، اگر زیادہ مصروف نہ ہوئی تم لوگوں سے گرین روم میں مختصر انٹرویو بھی کر لیا کروں گی۔ یہ میرے چہیتے بھائی ارون اور ہی ہیں۔۔۔وی

وی مار موزیل۔۔۔۔۔۔اس نے جھک کر چاروں طرف کرٹسی کی۔۔۔۔''دی موسیو۔''

''ای ای۔۔۔۔۔'' اردن اور علی منہ چڑانے میں مشغول رہے''افسوس کا مقام ہے بھائی لوگو کہ جانے کب تلک تم ساری کائنات کو اپنا اوڈینس سمجھتی رہو گی۔۔۔۔''ارون نے منہ لٹکا کر کہا۔

برآمدے میں سے لڑکیوں کی قطاریں اترنا شروع ہوئیں سارا کنبہ آرک میں جمع تھا عالیہ باجی، زہرا، فریدہ، صوفیہ، ناہید، نشو، رعنا علی نے بے دلی سے گننا شروع کیا۔

''کتنے افسوس کی بات ہے کہ سب تم کو خاندان کا ونڈر بوائے سمجھتے ہیں ڈوب مرو آخر آپ ہیں کیا؟''ارون نے ملامت آمیز آواز میں اس سے کہا۔

''لیکن کم از کم میرا اور اسٹیلا تو مجھے ونڈر بوائے نہیں سمجھتیں اور مجھے ان دونوں کی رائے سب سے زیادہ عزیز ہے''علی نے سوچ کر جواب دیا۔

''اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے ان کو اپنا آئیڈیل بنا رکھا ہے لڑکی بس ایسی ہونی چاہئے جیسی میرا ہے، لیکن سوچو تو اگر ہر لڑکی میرا جیسی ہوگئی تو دنیا میں کتنا اندھیر مچ جائے گا اے جنات پڑا لوٹ جائے گا ہر چیز کا''ارون نے عقلمندی سے کہا۔

''پھر راحیل کو آئیڈیل بنا لوں۔۔۔۔۔؟''علی نے منہ لٹکا کر پوچھا''راحیل کتنی پیاری لڑکی ہے''

''میاں کسی لڑکی کو آئیڈیل نہ بنانا خصوصاً ان لوگوں کو۔۔۔اس طرح تمہاری سائیکولوجی خراب ہو جائے گی۔۔۔۔''ارون نے مطلع کیا علی مرعوب ہو کر چپ ہو گیا سائیکولوجی خراب ہو جانا، ارون کا خاص جملہ تھا ٹو پسی نے پسی کو اتنا ڈرایا کہ

اس کی سائیکولوجی خراب ہوگئی کبھی بھگوان شیو کی سائیکولوجی بھی خراب ہوا جتی تھی اسی لئے ان کی زیادہ پوجا نہیں کرنی چاہئے وہ اپنی اماں سے کہتا۔

''تمہارے نام لینے پر یاد آیا کہ راحیل کہاں ہے۔۔۔؟'' ارون نے مڑ کر راحیل کو آواز دی۔

ارنسٹ برآمدے میں اویاما سے آرٹ کے کسی انتہائی مبہم نکتے پر الجھنے میں مصروف تھا علی ان دونوں کو لیمپ کی روشنی میں سنجیدگی سے لڑتا دیکھ کر مسکرایا۔

کیسے کیسے لوگ تھے جن سے علی کی دوستی خود بخود ہو جاتی نیک طنیت بچوں کی طرح معصوم طبیعتوں والے آرٹسٹ، برے لوگ، داڑھی والے علماء، کارڈ شارپ، مشہور ایکٹر یا ادیب، فلسفی، بوڑھے پروفیسر، مطلقہ سوسائٹی کی خواتین، پرانے بیچلرز، یہ سب لوگ علی پر جان دیتے تھے علی اتنا کم عمر تھا لیکن وہ سب کا رفیق، سب کا ہیرو تھا یہ سب لوگ جو علی سے ملتے تھے، زندگی کی طرف سے دکھی تھے کسی کو کسی بات پر یقین نہ تھا اکثر میں شرافت اور نیک طنیتی کا مادہ دنیا نے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا تھا۔ بیگم زاہد تھیں جو ہمیشہ اپنے ڈیڑھ لاکھ روپوں کا ذکر کرتیں جو جنوبی افریقہ کے کسی بنک میں ڈوب گئے تھے۔ راجین چند ریلیوں کا عاشق تھا۔ اور علی کے کمرے کے مینٹل پیس پر چڑھ کر وہ تقریریں کرتا تھا جو اگر وہ کانگریس ورکنگ کمیٹی کا ممبر ہو سکتا تو کیا کرتا۔ ارنسٹ برومیلی کبھی کسی کو نہ بتاتا کہ جرمنی اسے کتنی شدید ذہنی تکالیف اٹھا کر چھوڑنی پڑی اور یہاں اس کے دکھوں کو سمجھنے والا کوئی بھی نہیں۔

ہمارے مصائب کتنے ہیں ہمارے جرم، ہماری غلطیاں، ہماری مجبوریاں، میرے پیارے مجرمو۔۔۔! ارون سب کو بڑی محبت سے دیکھتا۔ مسوری میں

وہ نہایت زور شور کا میز بان تھا کم عقل جذباتی راجکمار اس سے اپنے دکھ ساجن کر کے وہسکی کے بلبوں پر آنسو بہاتے مشہور ایکٹرسیں اسے اپنا راز دار بنانے کی خواہاں ہوتیں۔ ظاہرا کامیاب بیچلرز اس سے ہمدردی چاہتے۔

اس نے دوبارہ راحیل کو آواز دی۔

راحیل نشست کے کمرے میں سے نکل آئی تھی اور نالے کے دوسرے کنارے پر بیٹھی موسیقی کی آواز کو سننا چاہتی تھی جو نیچے کے کسی مکان سے آہستہ آہستہ بلند ہو رہی تھی۔

اس نے دیکھا کہ بیر بہوٹیاں جو گھاس پر چل رہی ہیں کتنی پیاری لگ رہی ہیں چند سرخ پتے گھاس پر بکھر گئے۔

ابھی ان پتوں میں آگ نہیں لگی ہے پھر آگ لگے گی، اور بجھ جائے گی زندگیاں ختم ہو جائیں گی زندگی صرف ایک بار ہی زندہ رہنے کے لئے ملتی ہے۔

روشن آرک میں سے نکل کر لڑکے اور لڑکیاں گھاس پر آ گئے۔ اندرا اور رمایا اور میرا، پوجا کے لئے تھالیوں میں چراغ جلانے میں مصروف تھیں۔

ایک دیا ہے جو اپنی لو سے سارے دیے روشن کر دیتا ہے یا بجھا دیتا ہے یا پھر سارے دیے جل اٹھتے ہیں اور جھلملاتے لگتے ہیں کتنی دیر تک ان کی روشنی رہیگی۔ پھر اماوس کی گھور کالی رات سارے میں چھا جاتی ہے ارون خالی کمروں کا ایک چکر لگا کر پھر برآمدے کے جنگلے پر آ گیا اور جھک کر اس نے ایک دیوٹ اٹھایا۔

''راحیل بیگم اندر آ جاؤ مہمان آنے شروع ہو گئے ہیں ڈنر کے بعد میرا ناچے گی پھر شاید ہم پوکر کھیلیں جو تمہیں نہیں آتا'' ارون نے پکار کر کہا۔

اندھیرے میں بیٹھے ہوئے، کیا کبھی راحیل کو مرے ہوئے ماں باپ کا خیال آتا ہوگا میں نے دیوٹوں کی روشنی میں سیڑھیوں پر آ کر ارون کے پیچھے سے جھانک کر راحیل کو دیکھا اندھیرا اور مٹی اور راحیل ان تینوں چیزوں کا ایک دوسرے سے اس قدر گہرا رشتہ ہے اس مٹی میں کسی جگہ پر دو پیارے انسان دفن ہیں جنہوں نے اسے جنم دیا اور راحیل زندہ ہے سرخ پھولدار اسکرٹ پہنے وہ گھاس پر بیٹھی ہے اور پتوں کو چھو رہی ہے۔اس کا باپ مر چکا ہے کتنی عجیب بات ہے اگر باپ مر جائے تو بیٹیاں کس طرح زندہ رہتی ہیں۔۔۔۔۔اگر ابا جان مر گئے۔۔۔اگر ابا جان مر گئے میرے دل میں چوروں کی طرح ایک دہشت ناک خیال آیا اور میں سہم کر ارون کے پیچھے چھپ گئی۔۔۔ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ کبھی ابا جان ختم ہو جائیں ظاہر ہے کہ اس دن دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا رات کی ہوا کا ایک جھونکا تیزی سے پاس سے گذرا میں نے اس قدر بے وقوفی کی بات، کیوں سوچی ابا جان نہیں مر سکتے لیکن دل دہلتا رہا پہلی بار مجھے موت کا خیال آیا ابا جان کی موت۔۔۔میں نے انتہائی شدید جھنجلاہٹ اور غصے کے ساتھ اس خیال کو پرے ہٹانا چاہا۔۔۔لیکن اندھیرا ہے اور تخلیق کا ابدی سناٹا راحیل مٹی پر بیٹھی ہے اور اس کا باپ مر چکا ہے میرا باپ بھی مر سکتا ہے مر جائے گا۔۔۔ارون۔۔۔۔۔میں نے چھوٹے بچوں کی طرح چیخ کر ارون کو سیڑھیوں کے اوپر کھینچا کیونکہ مجھے پہلی بار اپنے خیالات سے ڈر معلوم ہو رہا تھا۔

''کیا ہے۔۔۔۔۔۔؟''اس نے گھبرا کر پوچھا ''راحیل''اس نے پھر آواز دی

گھونگھٹ کا پٹ کھول رے تجھے ہری ملیں گے۔اندر کسی نے ریکارڈ بجانے

شروع کر دیئے تھے۔

''ہلو۔۔۔۔اس وقت تم لوگ کیا کر رہے ہو۔۔۔۔؟'' فواد نے سیڑھیوں پر پہنچتے ہوئے سوال کیا۔

''کچھ نہیں۔۔۔'' ارون نے اس کے ہاتھ میں دوسرا ویوٹ دے دیا لو اسے تم بھی جلا لو۔۔ چراغاں کرتے کرتے ہم کائنات کے آخری سرے تک پہنچ جائینگے۔اس نے اداس لیکن یقین کے لہجے میں کہا۔

''کیوں۔۔۔۔۔؟'' فواد نے تمسخر آمیز آواز میں پوچھا وہ اپنے دوست ریاض کے ساتھ کھانا کھانے کے بعد سوائے کی گالا نائٹ رنگ پر آنے سے پہلے ہی بھاگ آیا تھا بے دھیانی سے اس نے جنگلے کی لکڑی بجائی۔

ارون نے روشنی میں اسے غور سے دیکھا۔

مجھے چراغ کی کیا ضرورت ہے میں تو اندھیرے میں چلتا ہوں اور چلتا رہوں گا وسعت اور تاریکی۔۔۔۔۔اس نے ستون پر ہاتھ رکھ دیئے۔

''میں راحیل کو آواز دینے باہر آیا تھا'' ارون نے آہستہ سے کہا'' اس کے ہاتھ میں بھی چراغ ہونا چاہئے تھا پھر ہم ارد ھونند ناچ ناچیں گے۔''

''ابھی کارڈ روم میں مجھے لیڈی متر ملیں انہوں نے مجھے غصیلی نگاہوں سے دیکھنے کے بعد سوال کیا فواد نسیم اور تم جو آوارہ روحوں کی طرح بے مقصد ادھر ادھر گھومتے ہو تم نے اپنی روح کو بچالیا ہے جو تم اس قدر مطمئن نظر آتے ہو۔۔؟ کیا تم کو اپنے خدا اور اپنے ضمیر کی طرف سے مکمل اطمینان حاصل ہے۔۔۔۔؟''

''خدا تو مجھے ابھی ملا تھا آنٹ ایولین۔۔۔۔'' میں نے مستعدی سے ان کو بتایا'' وہ مجھے اکثر کسی سنسان بار پر، اکیلی نیم روشن سڑکوں پر ٹہلتا مل جاتا ہے اس

نے مجھ سے کہا میں اپنی بنائی ہوئی دنیا کی خاطر بہت رنجیدہ ادھر ادھر گھومتا ہوں فواد نسیم احد لیکن میں تم سے کوش ہوں کیونکہ تم نے زندگی سے کوئی توقعات نہیں رکھیں اور اسی لئے کبھی مجھے یاد نہیں کیا۔۔۔۔'' لیڈی متر مجھ سے بے حد خفا ہو کر آگے چلی گئیں اور کارڈ روم سے نکلتے ہوئے انہوں نے رانی بلبیر سنگھ سے افسوس کے ساتھ کہا کہ فواد بھی بالکل دہریہ ہو چکا ہے تم کس باپ کے بیٹے ہو تم کو اس وقت ہائی کورٹ میں ہونا چاہئے تھا انہوں نے کہا اگلی ورلڈ چرچ کانفرنس اور روائی ڈبلیو سی اے کے اجلاس میں غالباً وہ بڑے رنج سے اس نکتے کا انکشاف کریں گی کہ انسان مکمل طور پر تباہ ہو چکا ہے۔

فواد نے ستون سے سر ٹیک کر آنکھیں بند کر لیں

مت ڈول، مت ڈول رے، تجھے ہر ملیں گے، اندر کسی نے درباری چھیڑ رکھی تھی۔

(سوائے میں ریاض نے کھانا کھایا پھر فواد کے چلے جانے کے بعد رات گئے تک اوورکوٹ پہن کر مال کی ریلنگ پر جھکا کھڑا رہا اور چند روز بعد ناگپور چلا گیا جہاں ان ہی دنوں اس کا تقرر ہوا تھا)

☆☆☆☆☆☆

11

میرا نے بڑے اہتمام سے اپنے آپ کو مخاطب کیا کیا یہ واقعہ ہے کہ "ذرا ہمارا پرس اٹھا دینا" عطیہ نے اس کے خیالات کی ترتیب منتشر کر دی وہ ہیڈی لیمار کی طرح حسین بیٹی پر دونوں ٹانگیں رکھے ناخن سنوار رہی تھی۔

۔۔۔۔۔کہ فواد نسیم احمد۔۔۔۔میرا نے خیالات کا سلسلہ پھر شروع کیا۔

"شگفتلا برلین واپس پہنچ گئی" عطیہ نے پھر دخل اندازی کی شگفتلا شانتا رام کی فلم "دنیا نہ مانے" میں حصہ لینے کے لئے پونا گئی تھی اور اب وہاں سے پھر یورپ لوٹ گئی تھی۔

شگفتلا۔۔۔میرا نے اس نام کو دل میں دہرایا اس وقت محدود ذلیل دنیا ہے کمبخت منحوس وہاں سارے ایک سے شہر وہی سارے ایک سے انسان کیا دنیا میں ان تین اتنی منحوس جگہوں لکھنو، دہرہ اور مسوری کے علاوہ اور کوئی جگہ باقی ہی نہیں ہے مثلاً ٹری وتڈ رم، یا کوالالمپور، وقت کا آبشار سرسرتا ہوا نیچے گر رہا ہے اسنے خوفزدہ ہو کر عطیہ کو دیکھا یہ کس قدر بے تحاشا خوبصورت عورت ہے ہیڈی۔۔۔! میرا نے اس پر نظر ل ڈال کر پیار سے دل میں کہا اور دوسری مختلف اجنبی جگہوں کے نام سوچنے میں مصروف ہو گئی۔

ملتان۔۔۔۔اس نے ایک اور اجنبی نام سوچا

ناگپور۔۔۔عطیہ نے مختصراً کہا گویا وہ والٹ ڈزنی کی اسنو وائٹ ہے اور جادو کے زور سے دوسروں کے دل کی باتیں سن لینے کے بعد کبھی کبھی اپنے سرخ ہونٹ وا کر کے خود بھی بول لیتی ہے۔

''ناگپور۔۔۔۔۔۔!!وہاں کیا ہے۔۔۔۔۔۔؟''میرا نے خوشی سے پوچھا

''ریاض احمد۔۔۔''عطیہ نے اسی طرح مختصراً کہا۔

اب اگر اس عطیہ کا کوئی اور سوپر انٹلکچوئیل دوست یہاں آیا تو وہ سنیاس لے لے گی ایک سے ایک کریک الزماں پہلے ہی موجود تھے جو''نیو لائف''کے لئے عطیہ کے پاس بیٹھ کر مضمون لکھتے تھے عطیہ ان سب کی چیئر ان چیف تھی میرا نے اسے غصے کی نظروں سے دیکھا۔

''ایک نہایت پہنچے ہوئے بزرگ ہیں فواد کے دوست ہیں دراصل''عطیہ نے کیوٹکس کی دوسری شیشی اٹھائی۔

فواد۔۔۔۔خیال کی پرکار پھر اپنے نقطے پر واپس آئی۔

''ہوہ۔۔۔۔ہلو۔۔۔۔۔''دوسرے لمحے فواد گرجتا ہوا اندر داخل ہوا اور پھر منہ لٹکا کر سیٹی کے ایک کونے پر بیٹھ گیا اس کے پیچھے پیچھے قوم کے دوسرے افراد چلے آرہے تھے نادرہ عالیہ باجی، املا کھنہ، علی، یہ سب افسردگی سے ادھر ادھر بیٹھ گئے۔

''کیا ہوا۔۔۔۔''عطیہ نے پریشانی سے سوال کیا۔

''بنے بھائی۔۔۔۔۔''علی نے کہا لیکن آواز اس کے حلق میں اٹک گئی۔

''کیا ہوا۔۔۔''عطیہ نے گھبرا کر دریافت کیا

''بنے بھائی کو قید کرلیا گیا ازیبل ایلمر رکسیٹن نے عدالت میں مقدمہ چلائے بغیر انہیں نینی جیل بھیج دیا۔۔۔''عالیہ باجی نے آہستہ سے کہا

کمرے میں سکوت طاری ہے۔

کچھ عرصہ قبل بنے بھائی کی شادی ہوئی تھی وزیر منزل میں ساری دنیا کی رونق

سمٹ آئی تھی۔

اب کیا ہوگا۔۔۔فواد نے اپنے آپ سے دہرایا

سب خاموشی سے باہر موگرے کے پھولوں پر برستی ہوئی چاندنی کو دیکھتے رہے۔

یہ کتنے سہانے زمانے تھے ابھی خواب دیکھے جا رہے تھے جدوجہد کی جا رہی تھی اصولوں کے پیکر تراشے جا رہے تھے عزائم اس قدر بلند، ولولے اس قدر جوان تھے کہ آنے والے برسوں میں پیچھے کی طرف نگاہ کرکے تکلیف ہوگی کہ کس طرح دنیا نے ان خوابوں کو خاک وخون میں روندا کس طرح زندگی کی توہین کی گئی۔

☆☆☆☆☆

12

آنریبل ہیلر والفرڈریکٹن نے بی بی سی کا فل ہارمونیگ آرکیسٹرا سنتے سنتے دفعتاً ریڈیو گرام کو بند کردیا۔ میں اس وقت کوئی ایسا اواس سا پرانا گیت سننا چاہتا ہوں جو میں لڑکپن میں گایا کرتا تھا مثلاً ہماری گلی کی سہیلی ''یا برنگ بیک مائی بونی ٹومی''اس نے سوچا کاہلی سے پلٹا ہوا دریچے میں آ کھڑا ہوا باہر موگوا کھل رہا تھا اور چاند رسکندر باغ کے گنجوں پر جھکا کھڑا تھا لیکن اب تک جو ٹھنڈی ٹھنڈی پروائی چل رہی تھی وہ تھم سی گئی تھی۔

لیکن مجھے اپنی جذباتی کیفیتوں پر زیادہ اختیار ہونا چاہئے اس نے طے کیا، فی الحال اس تپائی پر جھک کے، میں اپنے ایک آدھ دوستوں کو خط لکھوں گا ارنسٹ غالباً خود ہی آجائے شاید میں ریاض کو خط لکھوں گا وہ واپس آ کر صوفے رپ لیٹ گیا ریاض خاصا گدھا ہے اس نے سوچا اور ارنسٹ بھی واقعہ یہ ہے کہ اس نے بے حد تفصیل سے اپنی انگلیوں کا مطالعہ کرتے ہوئے سگرٹ جلایا کہ سب ہی گدھے ہیں ارنسٹ ہندوستانی فنون لطیفہ کے چکر میں پڑا ہوا ہے اور دیویکا رانی کے فلم ڈائریکٹ کرتا ہے یہ ایک نئی دنیا تھی جو اسے سن بتیس کے بعد کے ہندوستان میں نظر آ رہی تھی س میں مدراسی رقاص تھے، اور بنگالی ایکٹرسیں اور باقی کے یہ سب لوگ جو بات بات پر ''ہندوستانی آوٹ کی عظمت'' کا تذکرہ کرتے رہتے تھے۔۔۔۔ اس نے خود اسپٹ طرز کی نظمیں ایک زمانے میں لکھی تھیں جب وہ بنارس میں تھا اور اپنی مما اور مس کتھیلین چیو کو پریشان کیا کرتا تھا اور اوڈن کو اپنا کلام بھیجا کرتا تھا اوڈن کو اس زمانے میں لندن میں اس کی خالہ نے اپنے لڑکے کو

پڑھانے کے لئے ملازم رکھا ہوا تھا اور المیر کو اپنی شدید ڈیموکریٹک جذبات کے باوجود غیر شعوری طور پر یہ سوچ کر فخر کا احساس ہوتا تھا کہ اس کا انتہائی ارسٹو کریٹک خاندان بے حد فیاضی اور دریا دلی کے ساتھ بیچارے ادیبوں کی سرپرستی بھی کرتا ہے لیکن بائیس سال کی عمر تک پہنچ کر اس نے یکلخت نظمیں لکھنی چھوڑ دیں اور کیمبرج جا کر ادبیات کے بجائے اس نے تواریخ میں ٹرائپوز لیا اور اپنے خاندان کی معمار سلطنت روایات کے مطابق بخیر وخوبی انڈین سول سروس میں داخل ہوا۔۔۔گو میں کافی ہندوستان پرست ہوں دوسرا اسگرٹ جلاتے ہوئے اس نے اپنے آپ کو یقین دلایا ننگے پاؤں وہ بارہا سارناتھ کے مندر اور کاشی کی مقدس شوالوں میں گیا۔کیمپ بڑوہ میں کچے مٹی کے فرش پر بیٹھ کر اس نے مہاتما گاندھی کی باتیں سنیں نہایت خلوص نیت کے اتھ کیرتنوں اور بھجنوں کی دھن سے اپنی روح کو ہم آہنگ کرنے کی شدید کوشش کی اپنے مایوس حتےٰ کہ اپنے اصل نسل مجیب الطرفین معمار سلطنت بیرے عبدل تک اس نے کبھی کوئی ہائے، کے لہجے میں بات نہیں کی اپنی مما کی دوست بیگم زینب عباسی کے یہاں جا کر، جن کے شوہر انڈین پولیس میں تھے، اس نے اکثر پان کھائے، اس کا ہندوستان پرستی کا یہ جذبہ گہرا ہوتا جا رہا تھا جب اس کو کیمبرج بھیج دیا گیا کیمبرج کے بعد وہ لکھنو کا جوائنٹ مجسٹریٹ بنا اور اس کی ہندوستان پرستی اور گیتا گوزندا کے عشق اور راگنیوں کے سحر کا خاتمہ بالخیر ہو گیا۔

''تم نہایت زبردست گدھے ہو اور رات گرم ہوتی جا رہی ہے'' اس نے ریاض کو لکھنا شروع کیا لیمپ کھڑکی میں رکھا تھا اور اس کی روشنی باہر پھولوں پر پڑ رہی تھی تم الو۔۔۔اس نے چند نفیس گالیاں اور لکھیں اس کا غصہ تھا کہ بی بی سی

سے پانچویں سمفنی کیوں بج رہی ہے اور وہ اس وقت ہماری گلی کی سیلی کیوں نہیں سن سکتا۔ اور اس گدھے کے بچے ارنسٹ نے ایک دفعہ اس سے کہا تھا کہ تم کمبخت انگریز بیٹھوون بجا ہی نہیں سکتے تم کسی طرح ہماری روح میں داخل ہو ہی نہیں سکتے یہی بات اس الو کے بھائی نے رتنا اور شکنتلا اور ان ساری لڑکیوں سے کہی تھی کسی جرمن پیانسٹ سے بیٹھوون سنیے اور وہ کمبخت منحوس ارنسٹ برومیل یہ بھی کہتا تھا کہ شوپاں اور واگنر چونکہ کلاسیکل نہیں لہٰذا بکواس ہیں جبکہ وہ خود، ایلمر والفرڈ ریکسٹین کم ازکم شوپاں پر جان دیتا تھا اسے اور زیادہ غصہ آیا یہ ساری ہندوستان پرستی یہ فنکار لڑکیاں اور ان کے بالوں کے پھول اور ارنسٹ کی لن ترانیاں بھارت نا تیم دیویکا رانی۔

ارنسٹ کو خط لکھنے کا ارادہ ملتوی کر کے اس نے طے کیا کیوں نہ ریاض کو لکھوں ارنسٹ کو ذہن سے ہٹا کر اس نے ریاض کی شخصیت کے تصور کی تعمیر شروع کی ریاض ایک سیاہ آنکھوں، گھنگریالے بالوں، کھلتی ہوئی رنگت اور ذہین چہرے والا ہندوستانی ہے جو چند سال قبل پہلی بار مجھے اسٹرتھ مور کے عرشے پر ملا جبکہ ہم دونوں بحیرہ عرب میں محصور تھے۔ ریاض کو بھی میں بالکل پسند نہیں کرتا کیونکہ وہ اپنے آپ کو بے حد قابل سمجھتا ہے اور دوسروں کو نہایت خوبصورتی سے ان کی کم عقلی کا یقین دلاتا رہتا ہے اس نے اور میں نے کافی عرصہ اکٹھا گذارا اس نے مجھے بتایا کہ وہ ایک ہندو لڑکی سے عشق کرتا ہے اور میں نے اسے بتایا کہ میں نے اب تک اپنے آپ سے بھی عشق کرنا شروع نہیں کیا کیمبرج میں ہم اتنے دنوں ساتھ رہے اور اکٹھے امتحانوں میں کامیاب ہوئے، لیکن ریاض میں اپنے اندر جو اعتماد اور دنیا سے بے نیازی تھی وہ مجھ سے پیدا نہ ہو سکی اور جب ارنسٹ کہتا ہے کہ میں انگریز

ہوں اور اس وجہ سے بیٹھوون کی روح میں کبھی نہیں گھس سکتا۔۔۔۔۔۔ ہلو۔۔۔

اس نے چونک کر سر اٹھایا اور آنکھیں کھولیں۔

ہلو۔۔۔۔ ہلو۔۔۔۔۔۔ ارنسٹ نے اطمینان سے کہا اور کرسی کے پائے کے سہارے قالین پر بیٹھ گیا۔

"دیویکا کی نئی پکچر "نرملا" کا افتتاح تھا ٹیکنیکل لحاظ سے سوپر ب بنائی ہے" اس نے میٹر آف فیکٹ طریقے سے اطلاع دی تاکہ ایلمر اور چڑے

"نہایت کمینے انسان ہو۔۔۔" ایلمر کو ہنسی آگئی۔

"آؤ باہر چل کر ٹہلیں۔۔۔۔۔ یہاں سخت گرمی ہے۔۔۔۔ ارنسٹ نے کہا"

وہ دونوں پھولوں میں اتر آئے سکندر باغ کی سڑکیں خاموش تھیں دو روزیر منزل میں مدھم سی روشنی جھلملا رہی تھی وہ دونوں خاموشی سے دریا کے کنارے والی سڑک پر چلتے رہے ارنسٹ کے ہلکے پیلے بال دھندلی چاندنی میں اور زیادہ پیلے معلوم ہو رہے تھے ہم دوستی کی اس اسٹیج پر ہیں جہاں گفتگو جاری رکھنا بالکل غیر ضروری ہے ایلمر نے سوچا۔۔۔ اور اپنے گہرے چاکلیٹ بالوں کی لٹوں کو پروائی کے ایک غیر متوقع جھونکے کی زد سے بچانے کے لئے ان پر ہاتھ رکھا۔

یہ میں ہوں بالوں پر سے ہاتھ ہٹا کر سامنے لاتے ہوئے اس نے خیال کیا اور غور سے چاندنی میں اپنی انگوٹھی کے مدھم نیلے پتھر کو دیکھا پندرہویں صدی سے یہ انگوٹھی اس کے خاندان میں تھی اور اس کے پتھر پر اس کے خاندان کا کوٹ آف آرمز اور لاطینی میں اس کا جملہ Not Blow by every mind منقش تھا میں ایلمر والفرڈ ریکسٹن ہوں اس نے خود کو یقین دلایا وہ ارنسٹ برومیل کے ساتھ

لکھنو کی خاموش سڑک پر جس کے دو رویہ یوکلپٹس کے درخت تھے، ٹہل رہا تھا۔ اس نے غور سے دیکھا وہ چلتے چلتے کافی دور نکل آئے تھے یہ ایک اور خاموش سڑک تھی جس پر ایک طرف ازابیلا تھوبرن کالج کی بلند عمارات تھیں، دوسری جانب گومتی بہتی تھی آم کے جھنڈ تھے، خوبصورت کوٹھیاں تھیں، نمبر اکیس، نمبر بائیس، نمبر تیئس، یہ سڑک مانوس تھی یہ سارا منظر مانوس تھا پس منظر بھی جہاں گنجان محلے تھے عدالتیں تھیں، جیل تھے۔

شیشے کی طرح کی خاموشی سارے میں پھیلی تھی ایک آریائی راہ ایک اینگلوسیکسن دونوں اس سکوت میں آہستہ آہستہ چلتے رہے۔

آج ہم نے نرگس کے بہت سارے پھول جمع کیے میرا نے کہا اور اڑون خفا بیٹھا ہے۔۔۔۔۔علی نے برآمدے میں پہنچ کر اسکیٹس پہن لئے ہیں لیکن میں یہیں بیٹھوں گی دن بھر رات بھر ہمیشہ ہمیشہ ممی سے کہنا میرا کھانا یہیں بھجوا دیا کریں میں ان کو باغ کے راستے پر اسے اپنے لئے کھانا لاتے دیکھا کروں گی۔

کل ہم نے جاپانی مین کو جو ن کہا تھا پرسوں گنے چرائے تھے اور رشنا لوجوموٹے انگریز کے باغ میں لگے ہیں۔علی نے کہا طویل کمروں میں روشنیاں جل رہی ہیں جہاں شاہ بلوط کا فرنیچر ہے۔

گھاس پر ہم نے پری کنڈل بھی ڈھونڈے۔اسٹیلا نے کہا۔ٹھنڈے فرشوں پر سے گذر رہی ہے۔

چاند کے ویرانوں کو خدا حافظ کہہ کر میں پھر ان طویل کمروں میں آ گیا ہوں جہاں بیٹھ کر مجھے فنون جنگ سیکھنے ہیں فنون جنگ مجھے تم لوگوں نے سپاہی بننے کے لئے یہاں بھیجا ہے مجھ سے بھی محبت کرو مجھے بھی جانو اروِن نے کہا۔

کیا میں ڈاکٹر آف فلاسفی بنوں گی اور سفید ساری پہن کر اندرا کی طرح لائبریری کے پل پر سے گذرا کروں گی ۔۔۔۔ اور جاڑوں میں ہم سب روم جائیں گے اور لیکچر دیں گے میں ایک فلم بناؤں گی جس میں شروع سے آخر تک ناچ ہی ناچ ہوگا میرا نے کہا لیکن یہ سب کئی سال پہلے کی باتیں ہیں گھاس پر چلتی ہوئی وہ پھاٹک پر آگئی اور پھاٹک کے ستون کو ناخنوں سے چھوڑا اور بہادر مہندر کمار راج ونش پی سی ایس نمبر بائیس فیض آباد روڈ اس نے چاند کی روشنی میں اپنے باپ کا نام پڑھا چنانچہ میں میرا نظمی ہوں اس نے کچھ مایوسی سے خیال کیا۔

ہلو۔۔۔۔ اس نے سامنے سے گذرتے ہوئے ایلمر ریکسٹین کو دیکھا۔

''مزاج بخیر مس راج ونش۔۔۔۔'' ایلمر نے ٹھٹک کر کہا

میرا باغ کی دیوار پر سے اتر کر پھاٹک کی پلیا پر آگئی۔۔۔۔۔

''ہلو مسٹر ریکسٹن۔۔۔۔ کس قدر گرم رات ہے اور کوئی چڑیاں نہیں گا رہی ہیں۔۔۔'' پلیا پر بیٹھ کر ٹانگیں ہلاتے ہوئے اس نے بشاشت سے کہا۔

مجھے کیٹس سے بھی نفرت ہے۔۔۔۔ ایلمر نے جھنجلا کر دل میں کہا

''ابھی ایک بہت پرانے گیت کی آواز ہوا میں بہتی ہوئی آئی تھی۔۔۔۔'' اس نے میرا سے کہا۔

''میں گا رہی تھی۔۔۔'' میرا نے پھاٹک پر جھک کر سادگی سے اسے بتایا'' برنگ بیک بائی بونی ٹو می۔۔۔۔ بہت دنوں بعد مجھے یہ گیت یاد آیا ابھی مجھے لگ رہا تھا کہ ہم سب دہرہ دون میں ہیں اور راسٹرابری چرا رہے ہیں اور راج محل کی گھاس پر بیٹھے ہیں اور ارون ملٹری اکیڈمی سے چھٹی پر آیا ہوا ہے۔۔۔ لیکن یہ سب بہت پرانی باتیں ہیں۔۔۔ اب وقت بدلتا جاتا ہے۔''

برابر کے پھاٹک پر آ کر ٹوپسی بھونکا ''رات زیادہ گرم ہوتی جا رہی ہے''
ارنسٹ نے رائے ظاہر کی۔

''آپ کا نیا فلم کب ریلیز ہو رہا ہے ہر برومیل ہم اسے ضرور دیکھیں گے''میرا
نے کہا اور پلیا پر سے اتر آئی '' اچھا شب بخیر ہر بروميل شب بخیر مسٹر
ریکساٹن۔۔۔''وہ دیوار پر بیٹھ کر باغ کو دیکھتی رہی۔

وہ دونوں ٹہلتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

لمحات پھولوں میں سرسرا رہے ہیں وقت کے قطرے اس وسعت میں گر تے
جاتے ہیں آہستہ آہستہ اور ان پھولوں پر جلتی ہوئی وہ اس طرف آ رہی ہے
میرا بل۔۔۔۔

تم میرے لئے بانسری بجاؤ گے میری دنیا میں تم کو سکھ مل سکیں گے میں
تمہارے لئے برہمپتر کے ناچ ناچوں گی۔۔۔ایلر کے ذہن میں میرا نے اس
سے کہا۔۔۔

''مجھے ایسا ہی ایک خیال آیا۔۔۔۔کہ تمہاری انگوٹھی کے Ensign کا جملہ
نہایت مسخرے پن کا ہے۔۔۔۔''ہر ارنسٹ بروميل نے ساتھ ساتھ قدم رکھتے
ہوئے بشاشت سے کہا۔

☆☆☆☆☆☆

فصل دوم

13

اور اب میں لکھنا چاہتی ہوں لیکن مجھے کچھ نہیں آتا الفاظ بتہ ہیں دنیا کی زبانوں میں اتنی وسعت ہے ہم لوگ، جو بڑے ہو رہے ہیں، بہت سی چیزوں کو جاننا چاہتے ہیں بہت سی باتیں اچھی لگتی ہیں واگنز کی ساری موسیقی شرئین کی تخلیقات جن میں پھولوں کے کھلنے کا احساس ہے بہار کے پرندوں کی خوشبو اور آزادی باغوں کی مہک کسانوں کے کاٹجوں میں سے نکلتے ہوئے بشاش دھوئیں کی مسرت ماہ مئی کے گیت شومین شومین اس کے علاوہ کتابیں ہیں ناچ ہے، ساری زندگی ہے۔

ارون ملٹری اکیڈمی سے آچکا ہے اپنے خوبصورت یونیفارم میں وہ خاموشی سے مسکراتا ہے وہ اور علی اور اسٹیلا گھوڑوں پر دور دور نکل جاتے ہیں اور سہ پہر کو تھکے ہارے واپس آ کر چاء کے لئے غل مچاتے ہیں۔

خانقاہوں اور درسگاہوں میں پڑھائی ہو رہی ہے لوریٹو کی مریم کی راہبات سایوں کی طرح گھاس پر سے گذرتی ہیں، کالج کے فارسٹ آف آرڈن میں ''کوالٹی اسٹریٹ'' کی رہرسل کی جارہی ہے۔

لیکن میں ضرور کچھ لکھوں گی میں چپکے سے ابا جان کے کمرے کے دریچے کے نیچے جا کر جھانک کر اندر دیکھ آتی ہوں ابا جان آرام کرسی پر نیم دراز کچھ گنگناتے جا رہے ہیں اور لکھ رہے ہیں میں نے ان کی ساری کتابوں کو ادھر ادھر سے دیکھا ہے لیکن کچھ زیادہ میرے پلے نہیں پڑا گو'' جلال الدین خوارزم شاہ'' پڑھ کر میں کئی بار رو چکی ہوں اور '' آسیب الفت'' پڑھ کر مجھ پر عجیب سا خوف طاری ہو جاتا ہے اور

پھر یہ ابا جان کے بے انتہا قابل قسم کے دوست ہیں جو اکثر ابا جان کے پاس آتے رہتے ہیں اور ڈرائنگ روم میں، یا شیشوں والے برآمدے میں، یا گھاس پر، گھنٹوں لمبی لمبی بحثوں میں محو رہتے ہیں۔

کس قدر مجھ پر، ہم سب پر، ان بڑی عمر والے انسانوں کا رعب طاری ہے بیٹا علم دریا ہے۔۔۔۔۔۔ ہرمزی خانم سر ہلا کر کہتی ہیں کیا سینٹ آگیسٹن کو حل مل گیا تھا۔۔۔؟ اردن فواد سے پوچھتا ہے فواد آسمان کی طرف دیکھ رہا ہے کیا ضرور ہے کہ حل ملتے وہ کہتا ہے۔

''صحیح خیال کیا ہے عالیہ باجی۔۔۔۔۔۔؟'' علی بچوں کی طرح جھنجھلا کر سوال کرتا ہے راحیل محض ننگ میں مصروف ہے۔

میں نے ایک کویتا لکھی ہے۔۔۔میرا مطلع کرتی ہے میں مینکا ہوں۔

لیکن میں لکھوں گی۔۔۔۔میں جو اس وقت سیڑھیوں پر بیٹھی ہوں درختوں پر چڑھ رہی ہوں راؤ بہادر مہندر راج ونش سے کہہ رہی ہوں آپ کا زکام اب کیسا ہے چاچا ڈارلنگ۔۔۔۔۔ میں ابا میاں کے موزے الماری میں سے نکال کر آرام کرسی پر رکھتی جا رہی ہوں میں نے ابھی نارلٹ ان بی مائینز بجایا ہے ایک ہرا پتا چوکھٹ پر آن گرا ہے۔

تم کیا جانتے ہو۔۔۔۔۔۔ میں نے ایک آدمی سے پوچھا گو اس نے میری بات نہیں سنی۔ کیونکہ دل میں اس سے یہ سوال کیا تھا وہ مجھ سے کہتا رہا'' آپ نے جو آخری گھنٹی بجائی۔۔۔۔تو ہم لوگ سمجھے کہ۔۔۔۔۔آپ نے جو آخری۔۔۔''
یہ کسی ڈرامے کے متعلق گفتگو ہو رہی ہے جو کل یوکلپٹس کے نیچے ہوا تھا۔ اس آدمی کو میں عمر بھر سے جانتی ہوں گو عمریں ابھی بہت طویل نہیں ہیں کل یہ کہیں چلا جائے گا

پندرہ سال بعد میری ملاقات اس سے مدراس یا دارجیلنگ یا کراچی کے کسی کلب یا دوکان میں ہوگی اور یہ مجھ سے کہے گا وہ ڈرامہ جو آپ نے کیا تھا اس کا وہ واقعہ مجھے اب تک یاد ہے کہ آخری گھنٹی جو آپ نے بجائی۔۔۔۔ازل سے اب تک الفاظ دہرائے گئے ہیں ہم اگر ان سیڑھیوں پر بیٹھ کر باتیں کریں تو بالکل باتیں نہ کریں کیونکہ یہ مجھے جانتا ہے کل میں نے اسے فارسٹ آف آرڈن میں دیکھا تھا جو ہمارے طلسماتی کالج کا طلسماتی جنگل ہے میں نے اسے کل دیکھا ہے اور کل کے بعد سے یہ بھی اسی گروہ میں شامل ہوگیا جوان ہرے پتوں، درختوں اور ہیلمر و الفرڈ ریکسٹن اور راحیل بلگرامی کے سمیت، میرے خلاف سازش میں شریک ہے اب میں اسے، اور بہت سے انسانوں کو پندرہ سال بعد دیکھوں گی یا شاید کبھی بھی نہ دیکھوں میں اس انسان کے نام سے بھی واقف نہیں اور شاید عمر بھر اس سے واقف نہ ہوسکوں۔

اور تم کو نہیں معلوم کہ مجھے لکھنا ہے میں اس سے کہتی ہوں زرد رنگ کی یہ لکیر جو کینوس پر سے بہتی جا رہی ہے، یہ تمہارا راستہ ہے زرد رنگ، اتنے سارے رنگ، فضائیں، خوشبوئیں، آوازیں تم اپنے وجود میں سمیٹے ہو، تم زندہ ہو، اب تک کہیں کسی اور جگہ اپنی زندگی بتاتے آئے ہو۔اور غالباً خوش ہو لیکن تم میرا کو نہیں جانتے راحیل کو نہیں جانتے تم انکل راج ونش کو بھی نہیں جانتے وہ اس اندھیری رات کو کسی گلی میں چھپے کھڑے ہیں اور میں نے ان سے پوچھا ہے کہ آپ کا زکام اب کیسا ہے چاچا ڈارلنگ انکل راج ونش پچاس سال سے زندہ ہیں اور اپنے چہیتے بچوں میرا، مایا، اندرا اور ارون کے لئے ان کی یونیورسٹیوں اور کلبوں کی فیسوں کے بھاری چیک کاٹنے میں مشغول رہتے ہیں ان کا کچھ پتہ نہیں ابا جان کو بھی پتہ نہیں

کہ یہ زرولکیز کینوس پر سے بہتی نیچے گر رہی ہے اور تم بہت سے انسانوں کو جانے بغیر مر جاؤ گے کتنے دکھ کی بات ہے۔

وہ آدمی سیڑھیوں پر سے اتر کر پھر گھاس کے قطعے کی سمت آہستہ آہستہ بے مقصد طریقے سے واپس جا رہا ہے جدھر فارسٹ آف آرڈن ہے گہما گہمی جاری ہے آٹھ بجے سے ''کوالٹی اسٹریٹ'' اسٹیج کیا جائے گا۔

میں خرگوش کی طرح جھاڑی کے پیچھے چھپی بیٹھی ہوں ایک دن آئے گا جب مجھے ماسٹر آف آرٹس کی ڈگری ملے گی میں ڈائس پر بڑی گریس کے ساتھ چڑھوں گی اور مسکرا کروی سی سے کہوں گی آپ کا بہت بہت شکریہ راجہ صاحب ساری دنیا جبری آڈینس ہے حالانکہ یہ کوئی بھی نہیں جانتا ماسٹر آف آرٹس کی ڈگری ایک دن میں بون فائر میں جلاؤں گی اس بون فائر کے گرد مجھے بہت سے چہرے نظر آرہے ہیں جو شعلوں کو دیکھ رہے ہیں ان سب کو میں پہچانتی ہوں اور پیچھے آرڈن کے تاریک جنگل میں ہوا سیٹیاں بجا رہی ہے۔

دماغ میں جو تصویریں محفوظ ہوگئی ہیں وہ علیحدہ سے دیکھنے میں دراصل اس قدر معمولی اور غیر اہم ہیں پورٹ بلیئر کا کولونیلی وضع کا سفید دو منزلہ مکان، غازی پور کے گلاب کے تختے، مس کتھیلین چیو کی سرخ فراک اور اس انسان کا گرے سوٹ، جس نے کل یوکلپٹس کے نیچے بیٹھ کر فارسٹ آف آرڈن کی مہک اپنی ناک میں داخل کی۔ فارسٹ آف آرڈن ہمارے کالج کے اس جھنڈ کا نام ہے رومینٹک۔۔۔۔۔!؟ اس انسان نے کہا یہ انسان پونا سے آیا ہے لاہور سے یا شاید ناگپور سے جہاں یہ لیبر کے اعداد و شمار جمع کرتا ہے اس نے اپنی۔۔۔اپنی آنکھوں سے آرڈن کے جنگل کو دیکھا۔۔۔لیکن تم کیا جانتے ہو؟

اب وہ انسان گھاس پر بید کی کرسی پر بیٹھا ہے ابھی ابا جان آ کر اس سے سرکاری اور غیر سرکاری باتیں کریں گے۔

چاند پنڈت۔۔۔؟ جی ہاں پروگرام کے کاغذوں کو آگے رکھ کر سب متوقع نگاہوں سے سامنے دیکھ رہے ہیں حسب معمول آرگن بجتا ہے حسب معمول پردے کھینچے جائیں گے یہ ''بلیوا اینڈ وائٹ روم'' ہے۔

مجمع نے دیکھا ہے کہ یہ جیمس بیری کا کھیل ہے یہ جیمس بیری کا کھیل نہیں ہے آدھی آدھی رات تک اوڈی ٹوریم میں رہرسل کی گئی خالی کرسیوں کی غلاف پوش قطاروں اور روشندانوں میں سے اترتی ہوئی مدھم دھوپ کی لکیروں کا جوان کرسیوں پر بے مقصد تیرتی پھری، اس آدمی نے تصور کیا، محفوظ وہ بے حد محفوظ تھا۔ یہ سارے لوگ آس پاس چھپے بیٹھے تھے اس کے قریب اس کے دوست اس سے بہت دور۔ پردے کے پیچھے نیم تاریک کوریڈورز اور مرمریں بالوں میں کوسٹیومز کی الماریاں ہیں جن میں جھالردار بھاری پیریڈ کے ملبوسات، پردوں والی ٹوپیاں اور سپاہیوں کے سرخ اور سنہری یونیفارم سب اوپر تلے گڈمڈ پڑے ہونگے۔ اس نے اس خوشبو کی مہک کے احساس کا خیال کیا جوان کپڑوں میں سے نکلی ہوئی سال ان تقریبات میں پہنے جاتے ہیں۔۔۔کوسٹیومز۔۔۔کوالٹی اسٹریٹ۔۔۔ چاند پنڈت۔۔۔؟

شکر ہے آج بارش نہیں ہوئی یاد ہے پچھلے سال اس موقع پر کیا بوریت ہوئی تھی؟ پورک تک پہنچتے پہنچتے میں شرابور ہو گیا بچاری مسز جورڈن۔۔۔ایک شخص نے دوسرے سے سرگوشی میں تبادلہ خیالات کیا۔۔۔

یہ راؤ بہادر مندر راج ونش کی سب سے چھوٹی لڑکی ہے جو ابھی دی آنا کا

والتس کرتی اسٹیج پر آئی ۔۔۔۔۔۔ یہ مشہور ''بال'' کا سین ہے یہی کھیل ایک بار میں نے ڈرری لین میں دیکھا تھا۔۔۔اس کے کان میں کسی نے کہا۔

ڈرپ ،ڈرپ ،ڈرپ

دھارے سب طرف بہ رہے ہیں اور میں ایک ستون کے پیچھے چھپی کھڑی ہوں میرے ہاتھوں میں سرخ گلاب کا ایک شگوفہ ہے حرمیں ابھی ویلنٹائن براؤن کو پیش کرونگی مجھے اپنا پارٹ یاد ہے۔

میں عمر بھر لکھتی رہوں گی لیکن الفاظ نہیں ہیں اظہار نہیں ہے، اظہار میں اثر نہیں ہے محض یہ مجمع ہے۔

آخری الفاظ کیا ہوں گے آخری الفاظ کیا ہوں گے،

اب ایلین الف سامنے جائے گی جو بہرا تو ہے مجمع دراصل ہمیں احمق بنانے آیا ہے مجمع کی ایک اکیلی آنکھ فٹ لائٹیں اور پام کے پتوں میں سے مجھے دیکھ رہی ہے یہ آنکھ کبھی بند نہ ہوگی یہاں تک کہ میری آنکھیں بند ہو جائیں گی اسے انتظار ہے کہ میں سو جاؤں۔

''پھول بہت پرانے ہو چکے ہیں'' چاند نے کہا سفید روشنی اس پر پھینکی گئی پروگرام کے کاغذات میں جنبش ہوئی مجمع بھی کھیل میں داخل ہو چکا ہے کھیل کی جنبشوں کے ساتھ زندہ ہے۔

آخری لفظ کیا ہوگا

اب میں نیچے آگئی ہوں ہز ایکسیلنسی کو بو کے پیش کرتے وقت لیڈی ہیلٹ کا بھی شکریہ ادا کرنا۔۔۔۔۔۔مس مک گا نے آہستہ سے کہا۔

ہز ایکسیلنسی بے حد محبت اور مشفقانہ نگاہوں سے سامنے دیکھ رہے ہیں میں

تمہارے ہاتھوں سے یہ پھول لوں گا جوان باغوں میں سے جمع کیے گئے تم نے مجھے اس جال میں شامل کرلیا یوکلپٹس کے پتوں کی مہک مجھ تک پہنچی ہے لیکن میں اپنے مٹیل کوٹ میں محفوظ ہوں آخری لفظ میں بھی نہیں جانتا۔

اگر اس وقت آپ یہ تصور کر لیجیے کہ ہم واقعی اٹھارویں صدری میں زندہ ہیں اور اس سڑک پر موجود ہیں جہاں ٹی بی چل پھر رہی ہے۔۔۔ایک انسان نے پہلی قطار میں کہنا شروع کیا۔

اور اگر یہ باور کیجیے کہ ہم ڈری لیکن میں یہ کھیل دیکھ رہے ہیں۔۔۔۔۔۔

دوسرے نے توصیفانہ انداز میں بات کی۔۔۔۔

میں کچھ نہیں باور کرنا چاہتا میرے عزیز دوست۔۔۔۔۔۔اس گرے سوٹ والے آدمی نے جواڑیسہ یا ناگپور یا لاہور سے آیا ہے، پہلو بدل کرنا گوار لہجے میں جواب دیا۔

عزیز دوست نے اسے غصیلی نگاہوں سے دیکھا

واقعی مسٹر مہیشوروشاریہ۔۔۔۔دوسرے نے کہا

مسٹروشاریہ نے دوسری قطار میں اپنی کرسی پر بیٹھے بیٹھے سر ہلایا۔

''یہ میرا راج ونش ہے جو ابھی نہ النس کرتی سامنے آئی'' تیسرے نے موضوع بدل کر مسٹروشاریہ کو مخاطب کیا جنہوں نے ناقدانہ نگاہوں سے سامنے دیکھا گرے سوٹ والا آدمی خاموش ہے۔

میں کیا لکھوں گی۔۔۔۔۔۔میرے سامنے صرف زرد لکیریں ہیں جو نیچے بہہ رہی ہیں۔

ابھی وقت ہے، زندگی ہے، دنیا کا انتظار ہے، حالانکہ کل تک لوگ لمحات کی

اس شدت کو بھول جائیں گے جو اس اوڈی ٹوریم میں، ان پیڑوں کے نیچے ان باغوں میں ہر ایک نے بے بسی سے اپنی اپنی جگہ محسوس کی۔

☆☆☆☆☆

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

14

وقت کے اس دیوانے کھیل میں، صرف بھول جانے کی ضرورت ہے اس شیشے کی طرح کی خاموشی کے پرے، ان تاریک راستوں پر آندھیاں چلتی ہیں جہاں خیال رہتا ہے اور یہ اندھیرا زمانہ جس میں ہمارا ماضی اور ہمارا مستقبل محض تشریحی نوٹس کے ذریعے کتب خانوں میں محفوظ کردیا جائے گا ایسی ہی کسی زمستاں کی رات ہمیں بالآخر فیصلہ کرنا ہوگا۔

کبھی کچھ نہیں ہوتا۔ عرصے سے سوسائٹی میں کوئی خاص بات نہیں ہوئی زینب خالہ نے آتشدان کے سامنے بیٹھے ہوئے سوچا۔۔۔۔۔۔سوائے اس کے کہ جمیل نے شیاما نہرو سے شادی کرلی زہرہ شاہ نے کودسلے سے اور عذرا و زہرہ نے رقص کریز بنالیا۔ عرصہ سے کوئی زوردار قسم کا قصہ سننے میں نہیں آیا۔۔۔۔زندگی انتہائی یکسانیت سے گذر رہی ہے (اخباروں میں ایک سی خبریں ہوتیں انگریزی فلموں کے ریویو کتابوں پر تبصرے، چند مصور مضامین، قالینوں کے اشتہار، ایک خاتون کا فوکس ٹیریر کھو گیا ہے، منگنیوں، پیدائشوں اور اموات کی اطلاعات سیکنڈ ہینڈ پیانو کے پتے انگریزی باتصور رسالے تھے جن کے انبار گیلری کی میزوں پر لگے تھے لیڈیز ہوم جرنل اور سیٹر ڈے ایوننگ پوسٹ، سفید پورچ والے وکٹورین مکانوں میں رہنے والی طویل القامت ہیروئنوں کے رومان قسطوں میں۔۔۔۔۔۔ وصیتیں، قتل، پراسرار شادیاں، پرنس چارمنگ، پھر خوابوں کی تعبیریں اور آپ کے ذاتی مسائل کا حل جو آپ فورما شیر کو خط لکھ کر پوچھ سکتی ہیں۔۔۔۔یہ نیوا یرزایو ہے۔۔۔۔۔ زینب خالہ نے جل کر سوچا کہیں پر کم از کم ایک آدھ خودکشی ہی ہو

جاتی یا کوئی کسی کو زناٹے سے کار میں بٹھا کر کورٹ پہنچ کے سول میرج ہی کر لیتا۔۔۔۔۔۔آخر یہ سب لوگ کیا کر رہے ہیں۔

صبح کو میں نے دیکھا کہ باغ میں ان گنت زرد اور سفید گلاب کھلے ہوئے تھے ''یہ کس نے فون پر دی سال نو کی تہنیت مجھ کو۔۔۔۔۔'' اسٹیلا زور زور سے گاتی کمرے میں آ گئی حسب معمول اس کے جوتے کیچڑ میں لت پت تھے اور وہ گھوڑے کی سواری کے بعد آ رہی تھی۔

''۔۔۔۔تمنا رقص کرتی ہے، تخیل گنگناتا ہے'' میں نے گرج کر شعر پورا کر دیا علی سردار جعفری کی یہ تازہ ترین نظم مستقل ایک کریز بن چکی تھی۔

''مسرت کے جواں ملاح کشتی لے کے نکلے ہیں غموں کے ناخداؤں کا سفینہ ڈگمگاتا ہے۔۔سفینہ ڈگمگاتا ہے۔۔۔۔علی نے غسل خانے میں دھاڑنا شروع کیا۔''

چنانچہ ہم ایک نئے ڈی کیڈ میں داخل ہو چکے ہیں میں نے احتیاط سے سوچا، نیا ڈی کیڈ یہ صحیح ہے کہ ایک جنگ چھڑ چکی ہے اور غالباً اس سال ہم فیملی اولڈر حویلی تبدیل نہ کر سکیں گے لیکن بہت سی دلچسپ باتیں ہیں ریڈیو پر ہم نے کئی نئے پروگرام شروع کر رکھے تھے امانت کی اندر سبھا، مور کی لالہ رخ، زہر عشق، ''واٹر برج'' کا اثر ذہنوں پر طاری تھا۔فیض بے حد نیا، بے حد انوکھا معلوم ہوتا تھا۔علی سردار نے یہ نظم لکھی تھی اسکول کے میوزک روم میں رات گئے تک کلاسیکل اوپیرا کی مشق کی جا رہی تھی۔

گھاس کہرے کی وجہ سے نیلی تھی لان پر ایسی دھوپ تھی گویا ڈرامے کی اسٹیج پر اور روشنی کے اثر سے پیدا کی گئی ہو کمروں کا فرنیچر صبح کے ہلکے گلابی اجالے میں

آہستہ آہستہ تیرتا ہوا معلوم ہوتا تھا ''یہ سال نو کی صبح ہے'' اسٹیلا نے خوشی سے کہا۔

برآمدے میں پسی قناعت سے آنکھیں بند کیے بیٹھی رہی۔ ٹوپسی نہایت پیغمبرانہ شان سے پاس سے گذرا۔ ہونہہ، غیر مہذب، کتا کہیں کا، پسی نے دل میں کہا، خود پسند، مغرور عورت، کچھ دور جا کر ٹوپسی نے اپنی رائے کا اظہار کیا اور راتب کے انتظار میں باورچی خانے کی سمت چلا گیا۔

باغوں میں کیا ہو رہا ہے میں گھاس پر آ گئی سناٹا، اور اس سناٹے میں ہوائیں ادھر ادھر پھر رہی ہیں، ہوائیں کیا کر رہی ہیں، سفید پھول۔۔۔۔ جو میری اسکرٹ پر گر رہے تھے۔

''مجھے معلوم ہے تم کیا سوچ رہی ہو۔۔۔۔۔۔'' چھوٹے سے جعفر نے ہولی ہوکس کے پودوں کے پاس سے آواز دی۔

''تم یہاں کیا کر رہے ہو جاؤ جا کر لاٹین پڑھو'' میں نے گرج کر ڈانٹا

''۔۔۔۔۔۔ تم سوچ رہی ہو کہ زندگی کتنی عمدہ شے ہے۔۔۔۔'' اس نے نہایت سنجیدگی سے کہا اور گھاس پر لوٹ لگانے میں مصروف رہا۔

ابا جان بزبان انگریزی ایک کویتا ہوئی ہے۔۔۔۔۔۔ رات کو میں نے نہایت مظلومیت کے ساتھ ابا جان سے عرض کی وہ کلب جانے کے لئے تیار ہو رہے تھے انہوں نے مجھے غور سے دیکھا اور ہنس پڑے۔

''ابا جان یہ نظم میں نے پرسوں لکھی تھی'' میں نے بے انتہا باوقار انداز میں مطلع کیا۔

انہوں نے بھی کپڑوں کی ایک الماری سے دوسری الماری تک جاتے جاتے ٹھٹک کر ظاہر کیا کہ ان پر خاطرہ خواہ رعب پڑ گیا ہے ان کو میری ان ادبی Out

bursts کی عادت ہو چکی تھی۔۔۔ابا میاں بزبان افرنگ ایک قطعہ عرض کیا ہے ابا میاں آجکل Racine کے اسٹائل میں ایک ڈرامہ تالیف کر رہی ہوں۔۔۔۔ابا میاں۔۔۔۔ابا میاں Racine کے اس انجام پر آہ بھر کو چپ ہو جاتے۔

پھر آئینے کے سامنے پہنچ کر بالوں پر برش کرتے کرتے وہ رک گئے ''علی کہاں ہے ابھی تک تیار نہیں ہوا۔۔۔؟'' میں ان کے پیچھے کرسی پر چڑھی ان کے ڈریس سوٹ پر برش کرنے میں مصروف تھی۔۔۔۔''علی۔۔۔۔۔'' میں خاموش ہو گئی واقعہ یہ تھا کہ وہ اب تک اپنی کسی میٹنگ سے واپس نہیں آیا تھا۔

''جس وقت علی لوٹے اس سے کہنا سیدھا چھتر منزل آجائے۔۔۔'' ابا میاں نے کہا اور برساتی میں اتر گئے۔

میں گیلری میں آ گئی ''میرا بیٹا کا فون آیا ہے۔۔۔۔'' ہرمزی خانم نے آواز دی۔

''علی آئے تو اس سے کہہ دینا ایم این رائے کو لینے کے لئے ہم اسٹیشن نہیں جا رہے ہیں۔۔۔'' میر اظفی دوسرے سرے پر بول رہی تھی۔

میں نے اکتا کر ریسیور رکھ دیا علی سارا سیزن سوری میں ہیک ملیز کی فلور اور گھوڑے کی پشت پر گذارنے کے بعد گھر واپس آتا تو آ کر نہایت سرگرمی سے یونیورسٹی کی سیاست میں جٹ جاتا (ویسے، ان دنوں اندرا نرو کے گروہ کے ساتھ شاید قسم کی سیاسی اور ذہنی مصروفیات میں وقت گذارنے کے علاوہ وہ اکثر ایم اے کا امتحان دیا کرتا تھا)

''مسرت کے جواں ملاح کشتی لے کے نکلے ہیں۔۔۔کشتی لے کے نکلے

ہیں۔۔۔۔۔'' اسٹیلا زور زور سے گاتی ہوئی گیلری میں سے گذر گئی۔

علی اپنی میٹنگ سے تھکا ہارا واپس آیا اور اپنے کمرے میں جا کر پلنگ کے کنارے منہ لٹکا کر بیٹھ گیا۔

''ہا۔۔۔۔۔'' اس نے زیر لب کہا

''تم کو بھی ہا۔۔۔۔۔'' میں نے جل کر جواب دیا میں اس کی کتابوں کی الماری میں کوئی کتاب تلاش کر رہی تھی۔

فڈل اسٹکس اس نے پھر کہا

''کیا بات ہے۔۔۔'' میں نے اس سے پوچھا

وہ چپ رہا

''تم میں اتنی تمیز باقی نہیں رہی کہ وقت پر آ کر ابا جان کے ساتھ ڈنر ہی میں چلے جاتے۔۔۔۔۔ اور للہ اپنی ان کمبخت مصروفیات کا ذکر نہ کرنا تمہارے جیسے نکمے ذہن پرست بہت دیکھے ہیں خدا کے لئے اب کوئی اسٹیج کے تاثر والی گفتگو نہ شروع کرو۔۔۔۔'' نے غصے سے کہا۔

وہ اسی طرح چپ چاپ بیٹھا رہا۔

''نیا ویکلی کہاں ہے۔۔۔۔'' میں نے چڑ کر اس سے پوچھا

''علی۔۔۔۔۔'' دروازہ کھلا اور اسٹیلا اندر آئی وہ اب تک سردار جعفری کی نظم گنگنا رہی تھی ''علی۔۔۔۔'' اس نے فرش پر بیٹھ کر بات شروع کی۔۔۔۔ ''تم کو اگلے ہفتے گوپال پور بھیجا جا رہا ہے۔''

علی نے آنکھیں پوری طرح کھول کر اسٹیلا کو غور سے دیکھا اور اس اطلاع کے معنی سمجھنے کی کوشش کی۔

''کس نے کہا ہے۔۔۔۔؟''اس نے آہستہ سے پوچھا

''خالو میاں نے ابھی وہ ڈنر سے واپس آئے ہیں نانا ابا کا گوپال پور سے خط آیا ہے''اسٹیلا نے سادگی سے جواب دیا۔

علی نے پھر اسے آنکھیں کھول کر دیکھا

''جس کا مطلب ہے۔۔۔'' اسٹیلا نے کہنا شروع کیا کہ آئندہ آپ یونیورسٹی کے الیکشن نہیں لڑیں گے الہ آباد کے چکر نہ لگائیں گے امتحانات دینے کا سلسلہ ختم کیجئے گوپال پور جا کر سیر کیجئے اور زمینوں کا کام سنبھالئے۔

''بے حد ہزاروں ایکڑ زمینیں ہیں جن کے ذکر سے آپ کو اتنی شدید طمانیت محسوس ہو رہی ہے۔۔۔''علی نے کہا

''بہر حال مجھ کو اس خیال سے ضرور طمانیت محسوس ہو رہی ہے کہ آپ اس وقت خود کو شہید اور مظلوم و مجبور محسوس کر رہے ہیں تم تو ان لوگوں میں سے جن کی نفسیات ٹھیک کرنے کے لئے انہیں ریفارم اسکولوں میں بھیجنا چاہئے۔۔۔'' اسٹیلا نے جواب دیا۔

علی خاموش رہا

''کس قدر شدید اینٹی کلائمکس۔۔۔'' میں نے انتہائی کمینے پن سے کہا۔۔۔۔۔''دو تین سال آپ گوپال پور میں رہئے مقدمے لڑیئے، ایکوں پر بیٹھ کر دوسرے زمینداروں کے یہاں آیئے جایئے، مہینے میں ایک آدھ بار کسی پتر یا کا ناچ بھی منعقد کروالیا کیجئے گا۔۔۔اور ہم سب سے مستقل خفا رہئے گا۔''

''بکواس بند کرو۔۔۔۔''اس نے غصے سے جھنجھلا کر کہا

''دو تین سال آپ گوپال پور میں تشریف رکھئے اور کنکر کے کنوئیں والے

مکان کو رہن سے چھڑانے کی کوشش کیجئے صرف پچاس ہزار کوئی بڑی بات نہیں ہر سیزن میں آپ مسوری میں کئی ہزار خرچ کر آتے ہیں۔'' اسٹیلا نے اسی آواز میں کہا

''مجھے کب روانہ ہونا ہے''علی نے سکون کے ساتھ پوچھا

''خالو میاں کہہ رہے تھے کہ آپ کل یا پرسوں ہی تشریف لے جائیے تو بہتر ہے گوپال پور کوئی کلکتے کے قریب نہیں ہے یہاں سے صرف پچیس کوس کا فاصلہ ہے جو آپ شکار وغیرہ کے سلسلے میں اکثر طے کرتے رہتے ہیں'' اسٹیلا نے جواب دیا۔

علی پلنگ پر سے اٹھا اور لمبے لمبے قدم رکھتا باہر چلا گیا۔ میں اور اسٹیلا اسے درختوں کے اندھیرے میں اوجھل ہوتا دیکھتے رہے۔

کیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ ہمارے خاندان کے متعلق ایک نہایت فرسٹ کلاس سوشل فلم تیار ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔۔ یہ ہمارا انتہائی دردناک، شاعرانہ، اور خیال آفریں پس منظر اللہ کی قسم اگر میں لکھنا جانتی تو ایک نہایت رقت انگیز Best Seller تصنیف کرواتی۔۔۔۔! کچھ دیر بعد میں نے اسٹیلا سے کہا۔

۔۔۔۔۔۔ہیرو ایک ذہین، خیال پرست نوجوان جس سے خاندان کو بڑی بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔۔۔۔۔۔اور لڑکیاں یعنی ہم سب کی سب، پیشانیوں پر ٹیکے اور چھپکے لگائے، جھکا جھول کامدانی کے دوپٹے اوڑھے چھم چھم کرتی پھر رہی ہیں۔ پردۂ سیمیں پر میں ان سب مناظر کا تصور کر سکتی ہوں۔۔۔۔۔'' اسٹیلا نے بشاشت سے کہا'' مگر اللہ قسم ہم لوگ کیسے خشک سالی کے زمانے میں پیدا ہوئے ہیں کہ علی سے بات کرو تو وہ میلوڈ ریمیٹک بننے کے بجائے خاموشی سے باہر چلا

جاتا ہے۔ ورنہ موقع کی اہمیت کا تقاضہ یہ تھا کہ ہوا میں ہاتھ ہلا کر وہ ایک تقریر کرتا۔

''اور جھکا جھول کامدانی کے بجائے ہم لوگ سرمئی لنن کے سگرٹ پہنے بیٹھے ہیں۔۔۔۔۔'' میں نے اداسی سے اپنے اسکرٹ کو دیکھا۔

☆☆☆☆☆

گوپال پور رام گنگا کے کنارے آباد ہے اس میں زیادہ تر ایگھ اور خربوزوں کی کاشت ہوتی ہے یہاں کے سفیدے اور لنگڑے بہت مشہور ہیں قصبے کی کچی سڑک بازار سے ہٹ کر پرانی سرائے کی طرف جاتی ہے۔ پرانی سرائے ہمارے آبائی مکانات کے مجموعے کا نام ہے جو ایک فصیل کے اندر بنے ہوئے ہیں۔ یہ فصیل کہیں کہیں منہدم ہو چکی ہے۔ گو اس کے چاروں پھاٹک اب تک باقی ہیں ایک پھاٹک میں ڈاک خانہ ہے جس میں غشی جی بیٹھے پی او گوپال پور، کی مہریں خطوں پر لگاتے رہتے ہیں۔ سامنے کے پھاٹک میں ایک سکھ پال، ایک گھوڑا گاڑی ایک ادھا اور دو تین بان کی چارپائیاں موجود رہتی ہیں۔ باقی کے دونوں پھاٹکوں میں اندر کام کرنے والے آباد ہیں۔ باہر کے باغ میں گھنٹہ لٹک رہا ہے اس سے آگے بڑا چبوترہ ہے پھر صحنچیاں اور بارہ دری جب ضلع کا کلکٹر دورے پر آتا ہے تو اس کی کشتی سیدھی لا کر رام گنگا کے اس گھاٹ سے لگا دی جاتی ہے جو پرانی سرائے کے پھاٹک سے ملا ہوا ہے اور کلکٹر فوں فوں کرتا نواب صاحبس ے ملنے کے لئے بارہ وردی کی طرف جاتا ہے۔

گوپال پور کئی پشتوں سے مقروض ہے اور اگر ایک مقررہ میعاد کے بعد تک اس کا قرضہ ادا نہ ہو سکا تو اسے کورٹ آف وارڈز کے سپرد کر دیا جائے گا۔ نواب صاحب یعنی نانا ابا اسی طرح بارہ دری میں پیچواں گڑگڑاتے رہیں گے۔ لیکن اس شکستہ فصیل کے باہر ان کا کوئی دخل نہ رہے گا۔

علی اپنے کمرے کے آگے کی صحنچی میں ڈریسنگ گاؤن پہنے کھڑا چاروں طرف

دیکھ رہا ہے۔ شام کی تاریکی پھیلتی جا رہی ہے۔ دور رام گنگا کی سطح پر چلنے والی کشتیوں میں روشنیاں ٹمٹما رہی ہیں اس کے آس پاس ساری خدا کی زمین پھیلی ہوئی ہے تین چوتھائی لگان جو وہ اپنے کسانوں سے لے گا۔ اس کا پنتالیس فی صدی حصہ اگر وہ سرکاری خزانے میں داخل نہ کرتا رہا تو بہت جلد یہ زمین کورٹ میں چلی جائیگی۔ زندگی کا کس قدر طے شدہ مکمل پیٹرن ہے اس کو اسی پیٹرن میں رہنا ہے بہت خوب صحنچی کے در میں سے پیر ہٹا کر وہ اندر کی طرف مڑا۔ برابر کے دالان میں امیر مینائی کے اشعار پڑھے جا رہے تھے پرانی سرائے میں اس کی آمد سے خاصی گہما گہمی تھی علی میاں گوپال پور میں رہنے خاطر آئے ہن وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے۔

بھیا آویں علی علی پھول بکھیروں گلی گلی ایک مہری نے فوراً مناسبت سے اس کے لئے شعر پڑھا علی نے نظر اٹھا کر اسے پیارے دیکھا یہ سب کتنے پیارے انسان تھے وہ ان کے لئے کیا کرے گا۔۔۔

وہ ڈیوڑھی کے اندر گیا مختلف آنگنوں میں بچے اونچا نیچا ٹیلہ کھیل رہے تھے ایک طرف چکی چل رہی تھی کچے دالانوں میں کھانا پکایا جا رہا تھا۔ بیگمات اپنی پلنگڑیوں پر بیٹھی ڈلی کاٹ رہی تھیں۔ کچھ عشاء کی نماز کی تیاریوں میں صحن میں ادھر ادھر آ جا رہی تھیں مشترکہ خاندان کے رہن سہن کے یہ مناظر تصویر کی طرح اس کے چاروں اور پھیلے ہوئے تھے۔ اناروں کے نیچے گھوم پھر کے، اور ساری فصیل کا ایک چکر کاٹ کر وہ پھر اپنے کمرے میں آ گیا۔

رفتہ رفتہ سارے میں مکمل خاموشی طاری ہو گئی تھوڑے وقفہ کے بعد باغ کا گھنٹہ بج اٹھتا وہ صحنچی کے در کے قریب لیٹا دریا کی روشنیوں کو دیکھتا رہا۔

دفعتاً ڈیوڑھی کے اندر سے مدھم سا شور بلند ہوا اور پھر بہت سی آوازیں چاروں طرف پھیل گئیں۔ دوڑ بھاگ بھی شروع ہو گئی۔

اچانک ایک لڑکی صحنچی کے ایک در میں سے چھلانگ لگا کر اس کے پلنگ کے قریب آن گری۔

بھیا۔۔۔۔ اللہ آپ کے پاؤں پڑتی ہوں مجھے یہاں چھپ جانے دیجئے ۔۔۔۔ اس نے پھولی ہوئی سانس کے ساتھ کہا۔

"کیا ہے۔۔۔ کون ہے تو۔۔۔؟" علی نے لیمپ جلا کر حیرت سے اسے دیکھا۔

"بھیا۔۔۔۔" وہ کانپ رہی تھی۔۔۔ از برائے خدا کسی کو نہ بتلائیے گا کہ میں یہاں ہوں۔۔۔۔

صحنچی کے دروازوں کے اوپر کے پٹ کھلے ہوئے تھے علی نے جلدی سے ساری چٹخنیاں لگائیں اور لیمپ کونے میں رکھ دیا پیادے باہر سے گذرے "بھیا سو رہے ہیں۔۔۔" انہوں نے ایک دوسرے سے سرگوشی میں کہا اور آگے چلے گئے۔۔۔۔ لڑکی سہمی ہوئی ایک کونے میں بیٹھی رہی۔۔۔۔ علی نے جھک کر اسے دیکھا اور پہچاننے کی کوشش کی "تو کبھی شہر آئی ہے۔۔۔؟" اس نے پوچھا

"جی ہاں بھیا۔۔۔ میں تب بھی آئی تھی جب آپ نے بی اے پاس کیا تھا اور کوٹھی پر رت جگا ہوا تھا کنکر کے کنوئیں بھی جا کر رہتی ہوں۔۔۔" اس نے جواب دیا علی کو یاد آیا ساری رات اس سانولی، خوش شکل لڑکی نے ڈھولک پر علی کے پسندیدہ گیت گائے تھے۔

"تو بختاور ہے نا۔۔۔۔؟" علی نے پوچھا

''جی ہاں۔۔۔۔۔بھیا میں کنکر کے کنوئیں پر تھی پھر مجھے یہاں لا کر بند کر دیا گیا کہ یہاں سے نکل کر کہیں نہ جا سکوں۔۔۔۔۔'' اب اس کی آواز بھرا رہی تھی۔

''کیوں۔۔۔۔۔؟'' علی نے تعجب سے پوچھا

''رضا بھیا کا حکم۔۔۔۔'' اس نے کہا

''اچھا۔۔۔۔۔'' علی خاموش ہو گیا

''رضا بھیا نے میر چھمن سے میرا نکاح پڑھوا دیا تا کہ میں کبھی ان کے گھر سے نہ نکل سکوں۔۔۔ میں اس موئے اپنچی بڑھو کی بیوی بن کر ہر گز نہ رہوں گی۔۔۔۔بھیا میں گڑھیا میں جا کر ڈوب مروں گی رام گنگا میں کود جاؤں گی۔۔۔۔'' اس نے دوپٹے میں منہ چھپا کر سسکیاں لینی شروع کیں۔

''اچھا۔۔۔۔۔۔تو آج تیرا بھاگ نکلنے کا پروگرام تھا۔۔۔۔!'' علی نے دلچسپی سے دریافت کیا۔

وہ روتی رہی۔

''کس کے ساتھ بھاگ رہی ہے۔۔۔۔۔ بنا۔۔۔۔۔!؟'' علی نے خوش مزاجی سے مطالبہ کیا۔

''کسی کے ساتھ نہیں۔۔۔۔۔اکیلی۔۔۔'' لڑکی نے گویا اعتراف جرم کیا۔

علی کو اس کی ہمت پر تعجب ہوا اور اپنے گھرانے کے اس ماحول سے شدید تکلیف اس نے محسوس کی اسے پتہ نہیں تھا کہ اس طرح کے واقعات وہاں آئے دن ہوتے رہتے تھے۔

''بھیا میں بھاگ کر کسی دور کے گاؤں چلی جاؤں گی۔۔۔شہر گئی تو رضا میاں پھر پکڑوا لائیں گے۔۔۔''اس نے کہا

پھاٹک پر پھر آہٹ ہوئی لوگ اسے تلاش کرتے ہوئے غالباً دوسرے پھاٹکوں کی طرف نکل گے تھے۔۔۔علی نے جلدی سے دروازہ کھولا۔۔۔'' اچھا تو نکل جا۔۔۔ٹھہر میں تجھے خود باہر تک پہنچا کے آتا ہوں۔۔۔''وہ صحنچی کے باہر آیا۔۔۔رات کی ہوا میں خنکی آ چلی تھی۔اور آنگن میں بیلا پھول رہا تھا۔

''بھیا۔۔۔۔۔۔''بختاور نے سہم کر کہا۔۔۔۔۔''اگر اس وقت کسی نے مجھے آپ کے کمرے سے نکلتا دیکھ لیا تو میں بن موت ماری جاؤں گی للہ آپ اندر چلے جائیے۔۔۔۔''

''پر تو اکیلی بھاگے گی کیسے۔۔۔۔''علی نے پریشانی سے کہا۔۔۔بختاور نے ٹوٹی ہوئی فصیل کی طرف قدم بڑھائے''اور سن تو۔۔۔۔۔تیرا تو نکاح ہو چکا ہے تو بھاگ بھی کس طرح سکتی ہے وہ تجھے پھر پکڑ لائیں گے''علی نے کہا

للہ بھیا مجھے جانے دیجئے۔۔۔میں چلی جاؤں گی اس نے گڑگڑا کر کہا علی نے احتیاط سے اس کو اٹھایا اور فصیل کے ٹوٹے ہوئے حصے پر چڑھا کر دوسری طرف اتار دیا۔

صبح کو وہ نواب صاحب کو سلام کرنے کے لئے بارہ دری میں گیا۔ان کی تیوری پر بل تھے انہوں نے ایک زوردار ہونہہ کی اور ابرو کے اشارے سے اسے بیٹھنے کے لئے کہا علی کو یقین ہو گیا کہ رات کے واقعے کی خبر ان کے کانوں تک پہنچ چکی ہے کہ بختاور نے علی کی پناہ میں رات گذاری اور اس نے بختاور کو بھاگنے میں مدد کی۔

''ہم جانتے تھے میاں صاحبزادے کہ تم کو ان قضیوں سے کوئی دلچسپی نہ ہو گی۔۔۔۔۔'' نواب صاحب نے درست لہجے میں کہا۔

''جی نانا ابا۔۔۔۔'' علی نے گلا صاف کیا۔

''تم کو احساس ہونا چاہتے کہ یہ اس طرح کے جھگڑے کیسے ہوتے ہیں رضا میاں تمہارے خالہ زاد بھائی ہیں اس واقعے سے وہ بہت جزبز ہوئے ہیں۔۔۔۔۔۔آئندہ احتیاط رکھنا۔۔۔۔'' نواب صاحب نے کہا

''جی نانا ابا۔۔۔'' علی نے کہا

دوپہر کو وہ اناروں والی روش پر سے گذرتا اپنے کمرے کی طرف آ رہا تھا۔ جب رضا میاں سے اس کی ملاقات ہوئی۔

''میں نے کہا بندگی عرض کرتا ہوں میاں شہزادے۔۔۔۔۔'' انہوں نے جھک کر کہا۔۔۔۔علی نے ان کو غور سے دیکھا باریک مونچھیں، سفید رنگت، پتلی کمر ہر مگیں آنکھیں، جامدانی کے انگرکھے میں خاصے چھیلا نظر آتے تھے۔

''تسلیمات۔۔۔۔۔'' علی نے ان کو مختصر جواب دیا اور آگے بڑھ گیا فصیل کے پچھلے پھاٹک کے نزدیک پہنچ کر وہ دلارے چچا کے مکان کی طرف مڑ گیا۔

دلارے چچا ایک اور رشتے دار تھے جو کیننگ کالج سے بی اے ایل ایل بی کرنے کے بعد اب شاعری کرتے تھے ہٹلر کے زمانے کے عیش دیکھے ہوئے تھے اس وقت وہ اپنے چبوترے پر مونڈھے پہ بیٹھے پانیر کا مطالعہ کر رہے تھے۔

کس قدر طمانیت اور سکون سے دلارے چچا زندہ ہیں۔علی نے خیال کیا آخر کچھ نہ کچھ تو انہوں نے کر ہی لیا تھا۔مثلاً ٹاؤن ہال کے باغ میں بنچیں رکھوانے کے ریزولیوشن میں زیادہ تر ان کا ہی ہاتھ تھا۔گرلز اسکول کی لاری پر نیا رنگ

کرانے کے لئے چندہ بھی انہوں ہی نے جمع کروایا تھا آم کے باغات کی نگہداشت کے سلسلے میں ایک کتابچہ انہوں نے تصنیف کیا تھا جو لکشور پریس سے شائع ہوا تھا چار آنے انہوں نے اس کی قیمت رکھی تھی ایک اور نو صفحات کی کتاب انگریزی میں انہوں نے ہاروڈ صاحب سابق کلکٹر کے ان ریفارموں کے بارے میں لکھی تھی جو انہوں نے کورٹ اوف وارڈز میں کئے پانیر کے اڈیٹر کو وہ اکثر خطوط لکھتے رہتے تھے جو اکثر چھپتے بھی تھے۔

علی نے ان کو بڑی محبت سے دیکھا۔۔۔ مجھے دلارے چچا کو بھی زندگی کا راستہ دکھانا ہے۔۔اس نے خیال کیا۔

بہت دیر تک دلارے چچا اس سے ادھر ادھر کی مزیدار باتیں کرتے رہے۔۔۔۔ دفعتاً انہوں نے رک کر حقے کی نے کو دیکھا۔۔۔ ''علی میاں۔۔۔'' انہوں نے بالکل ایک دوسری آواز میں کہنا شروع کیا ''ہم لوگ زندہ نہیں ہیں اور زندگی ہمارے لئے بڑی دشوار گذار ہے۔۔۔ دل و دماغ کا سکون کہیں کھو گیا ہے خدا ایک نہیں رہا ہے خدا کئی ہو گئے ہیں۔''

علی خاموشی سے سنتا رہا۔

''نعوذ باللہ۔۔۔۔۔'' انہوں نے کچھ دیر بعد کہا ''مجھے اس طرح کی باتیں شاید نہیں کہنی چاہئیں۔۔۔''

''سنا تم نے اسٹیلا بی بی۔۔۔'' علی نے اپنے کمرے میں آ کر رات کو لکھنا شروع کیا۔۔۔ '' خدا ایک نہیں رہا ہے۔۔۔، یعنی گوپال پور میں بھی۔۔۔۔۔! یہاں میں ان کے لئے اور اپنے لئے ایک راستہ تلاش کروں گا۔۔۔''

لیکن پھر اسے خیال آیا کہ اسٹیلا اس خط کو بھی انتہائی رومینٹک حرکت سمجھ کر ہنسے گی اس نے خط پھاڑ دیا پھر اس نے میرا کو خط لکھنا چاہا میرا رانی جب تم انتہائی پولشڈ اور انٹلکچوئیل انداز سے لوگوں سے ہلکا ہلکا فلرٹ کرتی ہو اور دوسروں کو ذہنی طور پر مفلوج کر کے خوش ہوتی ہو اس وقت اس لڑکی کا خیال کر لینا جس نے کل رات میرے پاس آ کر پناہ لی تھی وہ بھی تمہاری طرح دلکش ہے وہ بھی تمہاری طرح گا اور ناچ سکتی تھی وہ بھی تمہارے طرح فلسفوں کی باتیں کر سکتی تھی لیکن رضا میاں نے میر چھمن سے اس کا نکاح کر دیا تا کہ جب تک چاہیں اسے اپنے تصرف میں رکھ سکیں اور۔۔۔۔میری اب تک امپریشن ایبل عمر ہے۔۔۔۔۔یہ سب لکھتے لکھتے اسے خیال آیا اور اس نے یہ خط بھی پھاڑ کر پھینک دیا۔

☆☆☆☆☆

اور یہ اس خط کی نقل ہے جو تحصیلدار گوپال پور کی طرف سے صاحب کلکٹر بہادر مسٹر روڈرک کیمپبل حاکم ضلع کی خدمت میں پندرہ مئی سن بیالیس عیسوی کو بھیجی گئی۔

حضور فیض گنجور والا تبار سرکار عالی مدار جناب ٹامس روڈرک کیمپل صاحب بہادر غدوی بعد ادائے آداب خادمانہ کے عرض پرداز ہے کہ بموجب حکم حضور والا کے ناچیز نے مع اپنے عملے کے اور مع خان صاحب سعادت اللہ خاں انچارج تھانہ گوپال پور تحصیل ہذا کڑی نگرانی نقل وحرکت پہ صاحبزادہ صاحب بہادر کے گذشتہ ڈیڑھ سال تک رکھی ۔ اس دوران میں انہوں نے مختلف موضع جات تحصیل میں فساد پھیلانے کی برابر کوشش کی۔ رعیب کو متعدد مواقع پر لگان کی رقم میں کمی کرنے پر اکسایا، ایک فوجداری ان کے گوپال پور آنے کے تیسرے دن ہی وقوع پذیر ہوئی جبکہ انہوں نے یہاں آتے ہی مسماۃ بختار کو جو ایک شادی شدہ عورت ہے راتوں رات یہاں سے نکلوایا بوجہ اس کے پچھلے سال میں کئی فوجداریاں نواب زادہ رضا قاسم کے ساتھ ہوئیں حضور کے علم کے مطابق بذریعہ ڈپٹی صاحب بہادر حاکم پرگنہ ثبوت مہا یئو کہ صاحبزادہ صاحب کی تحریک اور ایماء سے اعظم پور میں غلے کے کوٹھے لوٹے گئے چونکہ قرضے کی ادائیگی اب تک تحریک نہیں ہوئی ہے جو گوپال پور پر واجب آتا ہے، اس لئے اس کے سلسلے میں کمترین حضور پرنور کی ہدایات کا منتظر ہے۔

فقط

سید زوار حسین رضوی (علیگ)

تحصیلدار

تحصیل ہذا

پچیس مئی سن بیالیس عیسوی کو گوپال پور کورٹ اوف وارڈز میں دے دیا گیا۔

☆☆☆☆☆

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

17

ہر دلچسپ اور آرام دہ دن ختم ہوتا ہے اور اپنے پیچھے خوف اور تکلیف کا احساس چھوڑ جاتا ہے۔

میں نے دیکھا کہ میری اپنی گلیاں اور سڑکیں، میرے اپنے باغات، میرے لئے اجنبی ہیں کہر آلود شاموں میں اس خوف کو میں نے تنہا محسوس کیا کیا میں پچھلے برسوں کے موسم ہائے گل کو بھول چکی ہوں۔

کیا ان سب چیزوں کو دوام مل سکے گا۔ راستے کے سرے پر کسی کار نے گیئر تبدیل کیا۔ ٹوپسی پھاٹک کے سامنے سے اچھلتا ہوا بھاگا۔

لمحہ اور اس کے بعد لمحہ اور اس کے بعد لمحہ، پتھر کے گھنٹے، ان گنت ابو الہول وقت، سال بہتے چلے جا رہے ہیں (یہ سن بیالیس ہے۔۔۔۔ لمحات کے تسلسل کا ایک اور واقعہ اور مس چیو، مس کتھیلین، پرسوں رات مر چکی ہیں۔ پرسوں، اتوار کی رات کو، انہوں نے خود کو، اپنے نام، اپنے وجود کو اس بڑے، پھیلے ہوئے سوچتے ہوئے ماضی میں داخل کر دیا، ہاتھ۔۔۔۔ ان کے سفید ہاتھ جو جین آسٹن کے ناولوں کے ورق پلٹتے تھے، باجے کے سفید اور سیاہ پردوں پر ''بے اف ڈبلن'' بجاتے تھے، ہاتھ، ایک سیاہ بکس میں برابر برابر رکھ دیئے گئے، میں نے اپنے ہاتھوں کو غور سے دیکھا باغ میں پانی کی جو مشین چل رہی ہے۔ گھاس میں جس طرح پانی جذب ہو رہا ہے۔ باڑ کی دوسری جانب جس طرح زرنی کی مشق کی جا رہی ہے۔ میرے پاس یہ بہت معمولی چیزیں ہیں بہت معمولی واقعات، اور میرے گھر، میرے باپ کے گھر کے چاروں طرف، زرد ہوائیں چل رہی ہیں اور

موگرے کے پہلے پھول کھل رہے ہیں۔

راستے کے کنارے ایک اندھا اینگلو انڈین سپاہی اپنے سارے تمغے اور ربن لگائے آنے جانے والوں کو صبح بخیر کر کے ان کے سامنے اپنی ٹوپی پیش کر دیتا ہے (میں نے دیکھا ہے کہ اس کی ٹوپی میں چار آنے الگ الگ بکھرے پڑے ہیں)

امن امن کا مل کیا میرا یہ غرور ختم کر دیا جائے گا۔

اگست کی بارش نے چھتوں پر جلترنگ بجانی شروع کر دی ہے اور سرخ پھولوں کے پیچھے سے ایک ٹرین آہستہ آہستہ گذر رہی ہے۔

میں اور میرے ساتھ میرا دشمن، میرا دوست، جو ازل سے میرے ساتھ ہے۔ اس دریچے کے نیچے موجود ہے سڑک پر سے گذر رہا ہے کسی انجانی سرزمین کی طرف سے سفر کرتا ہوا میری سمت آرہا ہے۔

میری سمت آرہا ہے

میری سمت آرہا ہے

☆☆☆☆☆☆

18

جنگل کے سرے پر انہوں نے ایک ویران ریسٹ ہاؤس کے شاگرد پیشے میں آخری موقعہ پر چھپنے کا ارادہ کیا تھا بلیا کے اس دور افتادہ گاؤں پر رات نہایت بے اعتنائی سے جھکی ہوئی تھی شاگرد پیشے کے کچے برآمدے میں تین طرف سے تیز ہوائیں آرہی تھیں جس سے آگ کی چنگاریاں بھڑک جاتی تھیں۔ گیلی لکڑیوں کے الاو کی مدھم روشنی میں وہ صبح کے منتظر تھے۔

''ہمارے پاس ایک مشین گن بھی ہے۔۔۔'' سجاتا رائے نے بے حد خوشی سے کہا۔

''تم کیوں ہو'' اتل سنہا نے اسے غور سے دیکھا۔۔۔۔۔ ''تم کو واپس جانا چاہئے تھا اس قدر رومینٹک بننے کی مطلق ضرورت نہیں''

سجاتا رائے نے اس کی بات نہیں سنی وہ آرام سے آگ کو دیکھتی رہی'' اس کمبخت نیلی آنکھوں والی ڈپٹی کمشنر کا اگر ہم آج رات خاتمہ کر سکتے۔۔۔'' اس نے پھر سوچتے ہوئے کہا

نیلی آنکھوں والا ڈپٹی کمشنر اتل سنہا نے جھنجھلا کر دل میں دہرایا۔۔۔۔ان پدما مت راج دلاریوں کو کس حکیم نے رائے دی ہے کہ کسی موقع پر بھی پیچھے نہ رہ جائیں رومان مگر ہر جگہ دماغ میں ٹھسا ہوا ہے۔۔۔۔۔ نیلی آنکھوں والا ڈپٹی کمشنر۔۔۔۔۔!!

چنانچہ یہ صحیح ہے کہ فیض آباد روڈ کی اس کوٹھی کے موٹر گیرج میں سے خفیہ پریس برآمد ہوا۔۔۔۔ دیوار کے سہارے بیٹھے بیٹھے سعید الزماں نے سوچا۔۔۔۔خدا کی

قسم۔۔۔۔انقلاب بالآخر آن پہنچا۔۔۔۔۔بالآخر آن پہنچا۔

''کیا بجا ہوگا۔۔۔۔۔پارٹنر۔۔۔۔۔؟''پرال پر لیٹے لیٹے علی نے کروٹ بدل کر سوتی سوتی آواز میں پوچھا۔۔۔۔۔جہنم میں جائے یہ سعید الزمان انصاری۔۔۔۔علی نے شعلوں کی دھندلی روشنی میں ایک آنکھ کھول کر سعید الزماں کو دیکھتے ہوئے اپنے آپ سے کہا اس وقت بھی یہ مجھے دیکھ کر یہی سوچ رہا ہوگا کہ میں کسی روسی ناول کا ہیرو ہوں۔۔۔۔لاحول ولاقوۃ۔۔۔۔اسے اسی طرح پرال پر لیٹے لیٹے خیال آیا۔۔۔۔۔چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ پورے دو مہینے سے خالص جرائم پیشہ لوگوں کی طرح ان گاؤں میں چھپا پھر رہا ہوں کہ آنریبل ایلمر ویکسٹن کو میری گرفتاری کا وارنٹ جاری کئے ایک مہینہ ہو چکا ہے کہ آنریبل ایلمر ریکسٹن اس وقت میرے گھر والوں کے ساتھ، نرکلوں کے جھنڈ کے اس پار، میرے خالو کے کیمپ میں ڈنر کے بعد برج کھیل رہا ہوگا۔

شاگرد پیشے کی ٹوٹی ہوئی دیواروں میں سے انہوں دیکھا کہ جنگل کے افق پر صبح کا اجالا پھیل چکا ہے۔

زینب خالہ گارڈن چیئر پر بیٹھی صبح کی کافی پی رہی تھیں نرکلوں کے پرے سے کبھی کبھی گولیوں کے چلنے کی آواز آ جاتی تھی۔ اسٹیلا اور راحیل ایک درخت کی شاخ پر نیم دراز باتوں میں مصروف تھیں۔ میں درخت کی جڑ پر اکڑوں بیٹھی جلدی جلدی اکنومکس کا ایک باب ختم کرنے کی کوشش میں مصروف تھی (یہ درست تھا کہ ہم ایک ہفتے کے لئے خالو میاں کے ساتھ ان کے کیمپ پر آ گئے تھے اور مزید تفریح کے خیال سے نجم الدولہ ہاؤس سے راحیل کو بھی ہمراہ لیتے آئے تھے، لیکن یہ بھی ایک واقعہ تھا کہ یہاں سے واپس جاتے ہی سہ ماہی امتحانات کی تیاری کرنی تھی)

''بارش آنے والی ہے، اندر چلو۔۔۔'' زینب خالہ نے آسمان کو دیکھ کر کہا۔

دوسرے لمحے ہم نے خالو میاں کو سرپٹ گھوڑا دوڑاتے خیموں کی طرف آتے دیکھا ''تم لوگ فوراً اندر جاؤ۔۔۔۔۔۔۔'' انہوں نے پریشان آواز میں کہا'' کل رات بھر میں تین پلوں کا صفایا کر دیا گیا۔۔۔۔۔جیرلڈ کدھر ہے۔۔۔؟''

انہوں نے اپنے انگریز اے ایس پی کو آواز دی جو کچھ فاصلے پر ایلمر ریکسٹس کے خیمے میں بیٹھا رم پینے میں مشغول تھا۔

کینوس کی کرسیاں خیمے کے سامنے کھینچ کر وہ تینوں ضلع کی حفاظت کے مزید انتظامات کی اسکیمیں تیار کرنے میں منہمک ہو گئے ہمارے خیمے کے سامنے گارد ہری کر دی گئی۔

''اگر پلوں کا صفایا ہو گیا تو اللہ کے فضل سے بیٹا لوگ اب سڑک سڑک بھی لکھنو واپس نہ جا پائیں گی ریل کی پٹڑیوں پر تو اللہ ماروں نے پہلے ہی جھاڑو پھیر دی۔'' ہرمزی خانم نے ہاتھ ہلا کر کہا اور باورچی خانے کے خیمے کی طرف چلی گئیں۔

راحیل اور اسٹیلا نشست کے خیمے میں آ گئیں میں نے کتاب بند کر دی۔ اور ایک کوسی سے ٹیک لگا کر زمین پر بیٹھ گئی راحیل اور اسٹیلا خاموشی سے سامنے ٹیلوں کو دیکھتی رہیں (ہم علی کا ذکر ایک دوسرے سے کرتے ہوئے ڈرتے تھے وہ ایک پراسرار، کافی مقدس سے اور ممنوع موضوع گفتگو میں تبدیل ہو چکا تھا۔ اس وقت اگر ہم جان سکتے کہ علی کہاں ہے کیا کر رہا ہے)

اور کھانے کے بعد زینب خالہ ایلمر اور جیرلڈ کے ساتھ تاش کھیلیں گی۔

ایلمد ملکسٹین اپنے خیمے میں آرام کرسی پر اکتایا ہوا بیٹھا تھا میں بدھ ہوں اس

نے طمانیت سے سوچا میں سینٹ آگسٹن ہوں وہ خوشی سے اپنے ناخنوں کو دیکھتا رہا جنگل کے پتوں کی یہ مہک سخت تکلیف دہ ہے۔

''این۔۔۔۔'' اس نے دفعتاً مجھے بے حد غور سے دیکھتے ہوئے اپنی پرانی آواز میں کہا ''سینٹ این۔۔۔۔تم کو ہمیشہ اتنا ہی چمپتی نظر آنا چاہئے مجھے یقین ہے سینٹ این کی رنگت بالکل یہی تھی''

''لک ہیئر اینا مریبا۔۔۔'' اس نے میز پر جھک کر یکلخت اپنی گہری، صاف آواز میں کہا۔۔علی کہاں ہے۔۔۔۔؟

علی۔۔۔۔ میں نے لحظہ بھر کے لئے اس کی آنکھوں کو دیکھا۔۔۔۔۔

ایلمر ایکسٹن سوال کر رہا ہے علی کہاں ہے

میں دفعتاً پھوٹ کر رونے لگی۔

''اگر تم بتا دیتیں کہ علی یہیں کہیں موجود ہے تو میں آج شام کو جالن پور کے جنگل میں فائرنگ نہ کرتا۔۔۔۔'' اس نے مدھم، گونجتی ہوئی، آواز میں سوچتے ہوئے کہا۔

ہم خیمے سے نکل کر پگڈنڈی پر آ گئے وہ ڈھیلے ڈھالے قدم رکھتا ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ پھیلندے کے درخت کے نیچے، گھاس پر بیٹھی ہوئی اسٹیلا نے ریکارڈ بجانے شروع کر دیئے تھے۔ دفعتاً وہ چلتے چلتے رک کر کھڑا ہو گیا اور غیر یقینی سے انداز کے ساتھ موگرے کے پھولوں کو دیکھنے لگا جو پگڈنڈی کے نیچے کھل رہے تھے درخت کے پتوں میں سے جھیل کا پانی نظر آ رہا تھا کنارے پر ایک بطخ سو رہی تھی۔ نشست کے خیمے کے قریب پہنچ کر اس نے مجھے پگڈنڈی پر سے نیچے اترنے میں اپنے پرانے، گیلانٹ انداز میں مدد دی (اس کی چھوٹی انگلی میں جو بھدی سی سونے

کی انگوٹھی اس کا نیلا، مدھم سا گھسا ہوا پتھر بے حد برساتی ہوا کی وجہ سے بے حد خنک تھا مجھے نیچے اتار کے اس نے اپنا ہاتھ اپنے چہرے پر رکھ لیا اور انگوٹھی کی اس خنکی کو محسوس کرتا رہا (Not Bloon by every wind اس نے دل میں دہرایا)

اسٹیشن ویگن جس کے ساتھ مسلح گارڈ تھی، ایک ندی کے کنارے رکی کھڑی تھی اگلی صبح، ہم لوگ لکھنو واپس جانے کے لئے اپنا آدھا سفر ختم کر چکے تھے۔ جب جیرلڈ نے کار روک کر بتایا کہ اگلا پل بھی اڑا دیا گیا ہے۔

''صوبے کے یہ سارے اضلاع اس کوڈ ڈیمڈ دیوانگی کا شکار ہو رہے ہیں جس کو دیسی پریس نہایت رومینٹک انداز میں کرانتی کے شاعرانہ نام سے یاد کر رہا ہے'' ایلمر رلکسیٹن نے اسٹیشن ویگن کے قریب آکر اپنی کار روکتے ہوئے ریاض سے کہا جو کسی ہنگامی سرکاری کانفرنس میں شرکت کے لئے دلی سے لکھنو آئے ہوئے تھے، اور اپنے دوسرے رفقائے کار کے ساتھ، حالات کا اندازہ لگانے کے لئے دورہ کرتے کراتے اس جنگل تک آ گئے تھے صبح سے وہ ایلمر ریکسٹین کی معیت میں تھے۔

اسٹیشن ویگن کے نزدیک کار کھڑی کرتے ہوئے ایلمر رملکیٹن نے جھک کر ریاض کا سگریٹ جلایا اور جیرلڈ کو آواز دی جو اسٹیشن ویگن کے قریب کھڑا آسمان پر اڑتی ہوئی مرغابیوں کو دیکھتا تھا۔

میں اور راحیل تھک کر موٹر کے فٹ بورڈ پر بیٹھ گئے اسٹیلا اور زینب خالہ پچھلی سیٹوں پر نیم دراز تھیں دوسرے لمحے ایک اور کار جو پیچھے آ رہی تھی قریب آ کر ایک جھٹکے کے ساتھ رکی اور ایلمر ریلسٹین ایک اور انسان کے ساتھ اس میں سے اتر کر

ہماری جانب آتا دکھائی دیا جیرلڈان کو اپنی طرف آتا دیکھ کر فوراً اٹینشن کھڑا ہو گیا۔

''غالباً ہم سب ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟'' ایلمر نے ریاض کو دیکھتے ہوئے غیر یقینی سے انداز میں ہم سے کہا ریاض مڈ گارڈ پر ہاتھ رکھے کھڑے رہے۔

(شام کو انہوں نے جالن پور کے جنگل پر چھاپا مارا ''اٹھو۔۔۔۔ بالآخر اب تمہیں ٹینی تک پہنچانا ہے۔۔۔۔'' ایلمر ریکسٹن نے پرالی کے ڈھیر پر جھک کر علی سے کہا'' سگریٹ۔۔۔۔؟'' میں سینٹ آگشین ہوں اس نے دل میں دہرایا۔۔۔ ''شام بخیر ایلمر ریکسٹن'' علی نے ایک آنکھ کھول کر کہا۔۔۔۔۔۔'' سگریٹ کا شکریہ، تم جانتے ہو کہ کریون اے میرا برانڈ نہیں لیکن کل رات نرکلوں کے جھنڈ میں سے تم نے جو گولیاں چلائی تھیں ان کی وجہ سے میں خود نہیں اٹھ سکتا کیا ٹرک تک پیدل جانا ہوگا؟'' اس نے گھاس پر ہاتھ رکھ کر پھر آنکھیں بند کر لیں ایلمر نے ٹارچ جلا کر چاروں اور دیکھا بھوسے کے ڈھیر میں سلگتا ہوا دھواں اوپر اٹھ رہا تھا منڈیر کے نیچے اتل سنہا اور سعید الزماں انصاری مرے ہوئے پڑے تھے اس نے سپاہیوں کو آواز دی۔۔۔ موگرے کے پھول۔۔۔ علی نے پتوں پر سے ہاتھ اٹھا کر جھاڑی کو دیکھتے ہوئے آہستہ سے کاہ۔۔۔ ''مس چیو کہا کرتی تھیں کہ تمہیں موگرے کے پھول بے حد پسند ہیں''۔۔۔ وقت گذارنے کے لئے کچھ نہ کچھ باتیں کرنے کی غرض سے اس نے ایلمر سے کہا اسے اپنے متعلق علم تھا کہ وہ سوسائٹی میں بہترین Conversationalist کی حیثیت سے مشہور ہے وہ ایلمر کو بے خیالی سے دیکھتا رہا ٹرک آنے میں ابھی بہت دیر تھی لاحول ولاقوۃ اس نے جھنجھلا کر دل میں سوچا۔ میری ٹانگ میں اس قدر شدید تکلیف کیوں ہو رہی ہے)

''غالباً ہم سب ایک دوسرے کو جانتے ہیں؟'' ریاض نے ایلمر رمکسیٹن کے الفاظ کچھ تعجب اور جھنجھلاہٹ سے دل میں دہرائے۔

''جھیل پار کر کے اس طرف تشریف لے آیئے ڈاک بنگلے کا راستہ ادھر سے ہے'' پانی کی سطح پر سے ایک آواز آئی ریاض نے چونک کر ادھر دیکھا اور رفٹ بورڈ پر سے پاؤں اتارا مہوے کے جھنڈ میں سناٹا طاری ہو گیا تھا ایلمر ریکسیٹن کی محافظت میں جو خاندان ادھر سے گذرا تھا اسے آگے گئے کچھ وقفہ ہو چکا تھا اس نے پھر چاروں اور نظر دوڑائی کہ یہ آواز کہاں سے آئی ہے۔

''اس طرف سے۔۔۔'' آواز آئی ایک لڑکی کشتی میں بیٹھی اطمینان سے کوئی گیت نیچے سروں میں الاپ رہی تھی ''آداب عرض ہے'' لڑکی نے کہا

''ار۔۔۔۔ہاوڈویوڈو۔۔۔۔۔۔'' وہ غیر یقینی انداز سے قدم رکھتا کشتی کے قریب گیا پچھلے آدھ گھنٹے میں یہ چوتھی سیاہ آنکھوں والی لڑکی تھی جس کا عکس اس نے اس جھیل کی لہروں پر لرزتے دیکھا۔ راحیل اور راسٹیلا جن سے بھی ایلمر نے اس کا تعارف کرایا تھا وہ آگے جا چکی تھیں شیشم کا گھنا جنگل دور دور تک بالکل خاموش کھڑا تھا۔

اس قیامت کے زمانے میں معلوم ہوتا ہے سارا صوبہ پکنک پر نکل کھڑا ہوا ہے عجیب لوگ ہیں اس نے سوچا۔

''معاف کیجئے گا۔۔۔'' اس نے کنارے پر بندھی ہوئی ڈونگی میں بیٹھی لڑکی کو شام کے اندھیرے میں پہچاننے کی کوشش کی۔۔۔ آپ کوالٹی اسٹریٹ میں

نی بی بنی تھیں؟

''جی نہیں'' ------لڑکی نے احتیاط سے اپنی ناک چھوئی ----''نی بی، چاند بنی تھی چاند پنڈت ------میں مس سوزن تھی ---اس کے علاوہ ہم نے ہر ڈرامہ بے حد عمدہ کیا ہے۔اوپیراز میں بوہمین گرل ہمیشہ سب سے اچھا رہتا ہے گو ہم نے میلوڈرامہ تک کافی کامیابی سے پیش کیا ہے ----لیکن واقعہ یہ ہے کہ ارابل کارٹر بے حد ناکام قسم کی سپرانو ہے۔اور نیچی آواز میں ایلین رالف اچھی ہے -----میں میرا ملنی ہوں ---''اس نے اسی رو میں سادگی سے کہا۔

''مس راجونس؟''

''جی ہاں''

''لیکن آپ اس وقت یہاں کیا کر رہی ہیں ---؟ ابھی میں نے آپ کی طرح کی چند اور خواتین دیکھیں جو ابھی ابھی اس راستے سے لکھنو واپس گئی ہیں ایسے مخدوش زمانے میں آپ لوگ جنگل میں منگل منانے نکلی ہیں -----!!''

''ہم لوگ یاترا پر جا رہے ہیں''میرا نے اسی سادگی سے جواب دیا''ہر سال جنم اشٹمی کے بعد ممی یاترا کے لئے جاتی ہیں اور ابھی اسٹیلا وغیرہ جو ادھر سے گذریں وہ سب لوگ یہاں اپنے کیمپ پر آئے ہوئے تھے علی کے ماموں اس ضلع کے ایس پی ہیں یعنی اسٹیلا کے والد ---ابھی ابھی ڈاک بنگلے سے میں نے ان لوگوں سے ٹیلیفون پر باتیں کی ہیں وہ سب خیریت سے اگلے پڑاو پر پہنچ چکے ہیں -----کسی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ اس طرح گڑبڑ شروع ہو جائے گی ---آپ علی سے کبھی ملے ہیں -----؟''اس نے رک کر سوال کیا۔

''جی نہیں ----'' ریاض نے مختصراً جواب دیا''لیکن فوادس میں نے آپ

کا ذکر اکثر سنا ہے۔''

وہ خاموشی سے دونوں ہاتھ اپنی گود میں رکھے کشتی میں بیٹھی رہی ۔۔۔۔

''یاترا کے لئے آپ کدھر جا رہی ہیں۔۔۔؟'' ریاض نے کشتی کے قریب آ کر پوچھا

''ہم گوپال پور جائیں گے؟''

''گوپال پور؟''

''جی ہاں۔۔۔۔۔وہاں کیشو کا مندر ہے کچھوے کی شکل والے خدا کیشو کا مندر''

''گوپال پور کوئی گاؤں ہے؟''

''علی کا گوپال پور۔۔۔'' میرا نے مختصراً جواب دیا اور دونوں ہاتھوں کو الگ رکھ کے پھر چپکی ہو گئی تم مغرور غیر ملکی تم کیوں ہمارے قصوں میں اس قدر مہذب اور پر اخلاق دلچسپی ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔۔۔۔اس نے دل میں کہا۔

ریاض خاموش رہا۔

''علی کا گوپال پور۔۔۔'' میرا نے زیر لب دہرایا۔۔۔۔۔''علی کو شاید ابھی ابھی ایلمر مکینٹش نے ختم کر دیا۔۔۔میں نے گولیوں کی سنسناتی ہوئی گونج سنی ہے۔۔۔'' اس نے چونک کر کہا اور پھر چپ ہو کر پانی کی سطح کو دیکھتی رہی۔

میں نے پیلے چہروں والی اندر بالاؤں کو دیکھا ہے جو جھیل کی سطح پر جھکی رو رہی تھیں۔۔۔۔۔ریاض نے اپنے آپ سے کہا۔

''آیئے آپ کے ڈاک بنگلے کی طرف چلیں کیونکہ اندھیرا بڑھتا جا رہا ہے۔۔۔'' اس نے با آواز بلند میرا کو مخاطب کیا۔

میرا ڈونگی میں سے پیر نکال کر گھاس پر آ گئی وہ ڈاک بنگلے کی جانب چلنے لگے۔

ڈاک بنگلے کے عمیق کمروں میں لیمپ روشن کیے جا رہے تھے میرا کے برساتی میں داخل ہوتے ہی چاروں طرف مسلح گارد ہری کر دی گئی۔

ریاض نے ان انتظامات کو غور سے دیکھا۔

''میرے والد بھی سول سروس میں ہیں۔۔۔''میرا نے سادگی سے اس سے کہا وہ برآمدے میں آ بیٹھے شیشم کے جنگلوں پر رات کی ہلکی ہلکی بارش شروع ہو چکی تھی۔

''بابا ابھی جالن پور سے واپس نہیں آئے؟''میرا نے ایک چپراسی سے پوچھا

''جی نہیں بیٹا''چپراسی نے جواب دیا

''ممی پوجا میں مصروف ہوں گی۔۔۔۔میرا بھائی آج کل محاذ پر گیا ہوا ہے۔میرا بھائی میجر ارون راج ونش۔۔۔۔''وہ اداسی سے پتوں پر گرتے ہوئے بارش کے قطروں کو دیکھتی رہی۔

''مجھے کچھ اپنے مچھلی کی شکل والے خدا کے متعلق بتایئے''ریاض نے کہا۔

''کچھوے کی شکل والا خدا''میرا نے رسان سے اس کی تصحیح کی۔۔۔کیشو کا مندر رام گنگا کے کنارے پر چار سو سال سے موجود ہے کیشو ہمارے خاندانی خداؤں میں سے ایک ہے گوپال پور کو پچھلے مہینے علی کے بہت بوڑھے نانا ابا سے لے لیا گیا کیشو کے مندر کا ٹرسٹ علی کے نانا ابا اور ان کے پرکھوں کے روپے سے قائم تھا چار سو سال تک علی کے پرکھوں نے کیشو کے مندر کی رکھوالی کی۔۔۔۔۔یکساں خالی آواز میں میرا نے کہا لیکن تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے

میرا نے سر ہلا کر دل میں کہا۔۔۔۔۔تم اجنبی۔۔۔۔۔تم کبھی ہماری روح میں داخل ہونا نہ چاہو گے۔۔۔۔تم مغرور غیر ملکی۔۔۔۔لیمپ کی مدھم روشنی میں اس نے شک و شبے کی نظروں سے ریاض کے چہرے کو دیکھا اور پھر رنج سے سر ہلایا

''آپ بھی یونیورسٹی میں پڑھتی ہیں۔۔۔۔؟''ریاض نے نظریں اٹھا کر سوال کیا

''اکثر۔۔''میرا نے صحیح جواب دیا۔۔۔۔اور پھر جنگل کے اندھیرے کو دیکھنے لگی

ریاض اس جواب سے بہت محظوظ ہوا۔۔۔دلچسپ لڑکی ہے۔۔۔اس نے سوچا میرا اس کے تبسم کو دیکھتی رہی۔۔۔نہیں۔اس نے دل میں کہا۔۔۔۔۔تم بے حد ذہین ہو۔۔۔۔بہت حساس معلوم ہوتے ہو لیکن تم خود پسند ہو تم ہمیں نہیں سمجھ سکتے۔۔۔

''آپ بھی راحیل سے ملے تھے؟''اس نے سوال کیا

''جی۔۔۔۔؟جی ہاں''اس نے بے دھیانی سے جواب دیا

راحیل ایک بے حد معمولی لڑکی ہے اسی کی طرح میں بھی ایک معمولی لڑکی ہوں غالباً میرا دماغ بھی بہت معمولی ہے لیکن میں انسانوں سے محبت کر سکتی ہوں اور نفرت بھی۔ہم اس محبت اور اس خلوص کے اہل ہیں لیکن تمہارے نزدیک ہر چیز انتہائی شخصی اور ذاتی بن جاتی ہے مثلاً یہ کہ تمہارے بوٹ تک اور برآمدے کے سامنے یہ گارد کے گھوڑے۔۔۔۔یا یہ باتیں بھی جو میں نے تم سے کیں۔۔۔ اور ایک دفعہ میں نے سوچا تھا کہ میں اپنے تین لڑکوں کو کہاں کہاں پڑھاؤں گی۔

وہرہ دون شملہ اور لڑکی کو شانتی نکیتن بھیجوں گی۔۔۔۔

''مسلسل بارش ہو رہی ہے'' ریاض نے سگریٹ جلاتے ہوئے خاموشی کو توڑا میرا نے چونک کر اسے دیکھا۔

یہاں نمی، اور اندھیرا، اور ویرانہ ہے تم یہاں کبھی نہ آؤ گے تمہیں ہمارا گھر کہیں، کبھی نہ ملے گا۔

''یہ اضلاع گویا آپ کے صوبے کا بیک واٹر ہیں۔۔۔'' ریاض نے پھر گفتگو جاری رکھنے کی سعی کی۔

یہاں ''کلچر'' کی کمی ہے مرد خواتین کی موجودگی میں ٹوپی نہیں اتارتے۔ نہ خواتین ان کو دیکھ کر مہذب طریقے سے مسکراتی ہیں یہاں مرد زمین کی نرائی کرتے ہیں اور خواتین اپلے تھاپتی ہیں لٹریچر بھی نہیں ہے! میرا نے دل میں کہا۔

''لکھنو میں تو میں اس سے پہلے صرف ایک بار تین دن کے لئے آیا تھا جب ہی آپ کا غالباً کالج ڈے تھا جس میں آپ لوگوں نے ''کوالٹی اسٹریٹ'' اسٹیج کیا تھا لیکن اضلاع کی طرف آنے کا یہ میرا پہلا اتفاق ہے۔''

''جی ہاں۔۔۔۔اور خصوصاً ایسے مخدوش زمانے میں'' میرا نے بیحد سنجیدگی سے جواب دیا'' اب کی بار جب آپ لکھنو واپس جائیں تو غریب خانے پر ضرور تشریف لائیے گا نمبر بائیس فیض آباد روڈ۔۔۔۔اس وقت تک ہم لوگ یاترا سے لوٹ آئیں گے''

''یقیناً'' ریاض نے اسی اخلاق سے جواب دیا

تم فواد کے دوست ہو۔۔۔۔۔تم ایک بار آرک بھی آرہے تھے لیکن نہیں آئے تم کن چیزوں سے بھاگنا چاہتے ہو کن چیزوں کی طرف جانا چاہتے ہو۔

''آپ غالباً ایلمر رمکسیٹن کو بھی جانتے ہیں'' میرا نے کہا

''جی ہاں وہ کیمبرج میں میرے ساتھ تھا''

''ایلمر سے ایک زمانے میں علی اور ارون سے بہت تپاک تھا بے حد عجیب و غریب ٹریو تھا یہ''

''واقعی؟''

ایلمر نظمیں لکھ کر نیو رر ایٹنگ میں بھیجتا تھا جو میں نے کبھی نہ پڑھیں اس نے میری وجہ سے دوبارہ نظمیں لکھنی شروع کر دی تھیں اور میں اپنی رچنائیں ہنس میں بھیجا کرتی تھی جو فواد نے کبھی نہ دیکھیں قصہ مختصر یہ کہ تم ضرور میرے گھر آنا میں تمہیں نہایت ذوق شوق سے مدعو کرتی ہوں تم میری باتوں سے کافی سپر یر انداز میں محظوظ ہوئے۔ میں بے حد تعلیم یافتہ ہوں بے حد کلچرڈ اور تم بڑی طمانیت سے مہوے پر برتی برکھا کر دیکھ رہے ہو۔

''سرکار رمکسیٹن صاحب نے دوسری موٹر بھیجی ہے سب صاحب لوگ دوسرے کیمپ میں آپ کا راستہ دیکھتے ہیں'' ایک چپراسی نے برآمدے کے نیچے آ کر عرض کی

میرا تلنی کو خدا حافظ کہہ کر وہ باہر آیا سڑک پر برساتی نالے شور کرتے ہوئے بہہ رہے تھے اور جنگلوں پر دور دور تک اگست کی بارش ہوتی تھی۔

یہ اجنبی لڑکی جس سے ایک گھنٹہ سے زیادہ اس نے باتیں کیں اس کی زندگی سے کس قدر غیر متعلق ہے۔

پدما۔۔؟

پدما۔۔۔۔؟؟

20

''میری بہت پیاری اسٹیلا عباسی۔۔۔۔۔تم اس قدر بشاش کیوں نظر آ رہی ہو گویا مکلین یا اینو کا اشتہار ہو۔''

''امن اور محبت'' اسٹیلا نے آہستہ سے کہا اور پوپی کی ٹوکری سیڑھیوں پر رکھ دی ''پوپی خریدو۔''

امن، امن، یہ نومبر کا مہینہ ہے آج پوپی ڈے ہے سڑکوں پر لڑکیاں چھوٹے چھوٹے رنگین یونین جیک فروخت کرتی پھر رہی ہیں ایک اندھا اور بوڑھا انگریز سیکسوفون پر اولڈ لانگ زائن بجا کر بھیک مانگ رہا ہے۔

''پوپی خریدو'' ٹوکری اٹھا کر سنجیدگی سے کرسیوں کے قریب سے گذرتے ہوئے میں کہتی ہوں گھاس پر آرام کرسیاں بچھی ہیں فواد آنکھیں بند کئے بیئر پینے میں محو ہے راحیل دریچے میں بیٹھی ننگ کر رہی ہے۔۔۔وقت چیختا ہوا ہمارے قریب سے نکلتا جا رہا ہے میں ہنس کے پرچے کے ورق الٹتی ہوں۔

''ایسے میں بھی چاہی جائے مرتیو ملے نہ رام، سادھو سنت سبھی دیوانے ہن سے ہار کوڈ نہ مانے، وشنو کی مالا کو پہنے، ترشل لے کو ہاتھ میر اٹنی سب سے پوچھے دکھ میں کس کا ساتھی۔۔۔؟'' لیکھکا، کہاری میر اظنی راج ونش

''یہ کیا ہے؟'' ریاض ہنس کا سرورق دیکھ کر فواد سے پوچھ رہے ہیں

''ہنس کا تازہ پرچہ'' فواد بیئر کا گلاس بید کی میز پر رکھ کر استغنا سے جواب دیتا ہے۔

گھاس پر دھوپ شہد کے سمندر کی طرح پھیلی ہوئی ہے ملک کے ہنگامے

عرصہ ہوا فرو ہو چکے ہیں علی دو سال سے نینی جیل میں ہے ابا جان آرام اور تبدیل آب و ہوا کی غرض سے طہران گئے ہوئے ہیں لفٹنٹ کرنل فواد نسیم احمد کافی طویل وقفے کے بعد مشرق وسطیٰ سے چھٹی لے کر پرسوں شمیم الدولہ ہاؤس واپس آیا ہے دھوپ بے حد خوشگوار معلوم ہو رہی ہے تالاب پر لکڑی کا پل راحیل کی زرد ساری، تمہارے جوتوں کے نیچے سبز گھاس کی نمی اور مہک، میرے پاس یہ بے حد غیر اہم چیزیں ہیں جو بالکل خالص میری اپنی ہیں یہ سب لوگ میرے اپنے ہیں اور میرا دشمن جو ازل سے میرے ساتھ ہے سن شیڈ کے نیچے بید کی کرسی پر بیٹھا ہے برساتی میں کار کا انجن ٹھیک کر رہا ہے کسی دفتر میں ضروری فائلوں پر جھکا ہوا ہے کسی لمحے بھی وہ ریوالور چلا دے گا اور اس سارے پھیلے ہوئے منظر کا خاتمہ ہو جائے گا۔

چنانچہ ہم سب ایک دوسرے کو جانتے ہیں راحیل نے دریچے میں ننگ کرتے کرتے اپنے آ کو دوبارہ یقین دلایا۔ پسنی بھی اس کے قریب چپ چاپ بیٹھی رہی۔ (پسنی کی نظروں میں اور کتے تھے اور مناظر یہ لوگ جو گھاس پر کرسیوں پہ بیٹھے تھے پوپی کے پھول فروخت کر رہے تھے، بیئر پی رہے تھے اس کے نزدیک اس وقت معمولی فرنیچر سے زیادہ اہمیت نہ رکھتے تھے اپنی بلی کی آنکھوں سے اس نے ان سب کو بے اعتنائی سے دیکھا) راحیل نے سورج کی کرنوں سے بچنے کے لئے کھڑکی کا پٹ ذرا ترچھا کر دیا۔ اس کو دنیا ہلکی گوے اور رزم نظر آ رہی تھی پتھروں کی سختی، درختوں کی بدصورتی، پھولوں کا پھیکا پن، ساس رنگ میں تحلیل ہو کر آرام دہ معلوم ہو رہا تھا جس طرح ایک بھیڑ دوسری بھیڑوں کو دھوپ میں اطمینان سے گھاس چرتا دیکھ کر خوش ہوتی ہے۔ اس نے دور سے اسٹیلا کو اور مجھے دیکھا لیکن چیزوں کے اس آخری وژن تک پہنچتے پہنچتے درمیان کی خوبصورتی گم ہو جاتی ہے

فضا کی نیلاہٹ بھی باقی نہیں رہتی، فکر، دیکھنے کی تکلیف، سخت چٹانیں اور یہ بے رنگ پھول اس دیوار سے لگ کر سائے میں سوتے رہے ہیں لیکن ان باتوں کو یہ لوگ نہیں سمجھ سکتے، اس نے دکھ کے ساتھ سوچا، تالاب کی طرف اک گائے اطمینان سے گھاس کھا رہی تھی اور گائے بھی ایک دفعہ چاند پر سے کودی تھی۔

گوپالا۔۔۔۔ اندھیرے اور روشنی، ازل اور ابد کے طوفان میں سے جو ظاہر ہوا۔۔۔۔ یہ گوپالا ہے۔۔۔اس نے ریاض کو دوبارہ غور سے دیکھا۔

دنیا میں صرف یہ نومبر کی ہلکی سی گرمی تھی۔ پوپی کے پھول اور تھوڑے سے خواب تھے ہر چیز اپنی اپنی جگہ پر الگ الگ، اس کی شخصیت سے علیحدہ موجود تھی صرف لمحات کا انتخاب اس کا اپنا تھا لمحات جو زخمی کر کے آگے چلے جاتے ہیں ریاض نے کرسی کی پشت سے سر اٹھا کر دیکھا کہ دھوپ گھاس پر سے ڈھلتی جا رہی ہے فواد حسب معمول چپ چاپ قناعت سے آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا راحیل دریچے میں ایک بلی کے قریب بیٹھی اون کا گولہ سلجھا رہی تھی (راحیل اور ایک سفید بلی، دونوں اپنے اپنے وجود کی کائنات میں اتنی لازمی اور اہم ہیں، اس نے خیال کیا) اسٹیلا عباسی پوپی کی ٹوکری لے کے عطیہ کے گھر کی طرف جا چکی تھی، نادرہ کی شادی کے سلسلے میں جس میں شرکت کے لئے وہ پچھلے ہفتے دلی سے یہاں آیا تھا۔ احاطے کے درختوں میں جو کاغذی قندیلیں لٹکائی گئی تھیں۔ وہ ہوا کے سر سراتے ہوئے پرسکون جھونکوں، کی وجہ سے آہستہ آہستہ ہل رہی تھیں۔ پھاٹک کے باہر اندھا انگریز مسلسل سیکسوفون بجا رہا تھا۔

ہر طرف پدما تھی۔

''ابھی اتنے بہت سے اور مبارکباد کے تار بھیجنے ہیں'' میز کی دوسری طرف

بیٹھے بیٹھے ''ایلس ان ونڈر لینڈ'' کے اونگھی ڈور ماؤس کی طرح دفعتاً آنکھیں کھول کر سوتی سوتی آواز میں فواد نے کہا۔۔۔ ''مصرانہ کو۔۔۔۔ اور۔۔۔۔ تمہارا خیال ہے مجھے نادرہ کو بھی ایک عدد مبارکباد کا خط بمبئی بھیج دینا چاہئے اب تک وہ بمبئی پہنچ چکی ہوگی۔''

ریاض نے بے خیالی سے پوپی کے پھول دیکھتا رہا۔

''اس ہفتے چاروں طرف اتنی ساری شادیاں ہوئی ہیں'' فواد نے ڈور ماؤس کی طرح پھر بات شروع کی ''پرسوں یہاں ایک اور شادی ہے لیلیٰ اور ذوالفقار کی''

پد ماسرخ ساری پہنتی تھی اور پچھلی نومبر کو اس نے پوپی کا پھول اس کے ہاتھ فروخت کیا تھا ریاض نے پھول میز کے کنارے رکھ دیا۔

''سوسائٹی میں اب وہ پہلا سا ایلان نہیں رہا۔ بے شمار شادیاں ہوتی ہیں'' فواد نے نہایت اداسی سے کہا ''پرسوں لیلیٰ ذوالفقار کی شادی ہے راحیل کی ایک دوست ہے تم پرسوں تک ٹھہر رہے ہوتے تو اس میں بھی شرکت کر لیتے اگر تم جنرل پوسٹ آفس کی طرف سے گذرو تو مصراز کو میری جانب سے بھی مبارکباد بھیج دینا'' اس نے بعد میں اضافہ کیا۔

''تم کہاں جا رہے ہو؟'' ریاض نے اس سے پوچھا

''دلکشا کلب۔۔۔۔۔ زندگی کے نظام کی ترتیب ٹھیک رکھنے کے لئے چاء کے وقت تک میں اسکواش کھیلوں گا'' فواد نے اسے مطلع کیا۔

''تمہارے اس مشہور و معروف دلکشا کلب میں وائٹ ہارس دستیاب ہوتی ہے؟'' ریاض نے پوچھا۔

''ظاہر ہے۔'' فواد نے جواب دیا ''لیکن وہ پہلا سا ایلان نہیں رہا'' اس نے رنجیدہ آواز میں دہرایا۔

وہ دونوں سڑک پر آ گئے۔

''پدمایدہ ونش مصرا'' مبارک باد کے تار پر نام لکھ کر ریاض نے اسے غور سے دیکھا ''پدمایدونش مصرا''

جی پی او کے ہال اور برآمدوں اور برساتی میں حسب معمول بے انتہا رونق تھی لوگ جلدی جلدی ادھر ادھر آ جا رہے تھے تار مکمل کر کے وہ برساتی میں آ گیا جہاں فواد اس کا منتظر تھا۔

دلکشا کلب کی لاؤنج میں شہر کے تقریباً سارے اولڈ ٹائمرز موجود تھے فواد ریاض کے ساتھ اندر جا کر ایک کونے میں حسب معمول چپکا بیٹھ گیا۔

''نہایت خوشگوار سہ پہر ہے'' کنور کملیشور پرشاد سیٹھ نے رائے ظاہر کی۔

''لکھنو کا آئیڈیل ترین موسم ہے'' کماری پدما نہرو نے ان کی رائے سے اتفاق ظاہر کیا اور تاش کے پتے ایک طرف کو رکھ دیئے۔

''فواد بہت اداس دکھائی دے رہا ہے'' ہری سریواستوا نے کہا

''فواد پر اکٹھی بہت سی آفتیں آ گئیں جنگ شروع ہو گئی اسے کمیشن لینا پڑا مدتوں سے اس نے شلر کا مطالعہ نہیں کیا وائٹ ہارس نایاب ہو گئی اس کے خانساماں کی نظریں کمزور ہو گئیں نادرہ نے اسے بور ہونے کے لئے اکیلا چھوڑ کر شادی کر لی'' شیلا نے اپنے بھائی کو جواب دیا۔

کچھ دیر بعد یہ سارا مجمع اسی طرح ہنستا اور باتیں کرتا ہوا اٹھ کر دوسری میزوں کی طرف چلا گیا۔

چنانچہ زندگی کا ایک پیٹرن ہے مصروفیات، فرائض، سوشل ہنگامے، کچھ تصورات ایک طرف، خدا اور مذہب کا ایک خاص قسم کا تصور موجود ہے۔ مثلاً عیدین کی نمازیں Reconstruction of Islamic Thought وغیرہ روح کا بھی کچھ سلسلہ ہے کچھ اپنی پسند اور ناپسند کے سوال بھی ہیں مثلاً پڈنگ بالکل پسند نہیں (اور گو میں سہ پہر سے بیٹھا اب تک وہائٹ ہارس کے ان گنت گلاس ختم کر چکا ہوں لیکن فواد کا یہ کلب کچھ زیادہ پسند نہیں آیا) محمد باغ یقیناً بے حد عمدہ ہے یہ لڑکی جو سامنے بیٹھی ہے یہ بہت خوبصورت ہے (مالتی اور سرلا سنا ہے اس سے بھی زیادہ حسین ہیں) باقی سب خلا ہے، بکواس ہے۔ ہر چیز محض بحث کرنے کے لحاظ سے دلچسپ ہے۔ شیلا دیال ابھی شلر کا تذکرہ کر رہی تھیں لڑکیوں کا انٹلکچوئیل ہونا مطلق امپرس نہیں کرتا۔۔۔ صوبے کا سوال بھی اپنی جگہ خاصا اہم ہے۔ انٹر پرونشل شادیاں ٹھیک نہیں (گو یہ مسئلے زندگی کے پیٹرن میں داخل نہیں ہوتے) راحیل آج صبح زرد رنگ کا ہاؤس کوٹ پہنے دریچے میں بیٹھی تھی راحیل اگر ہر آنے والی صبح بریکفاسٹ کی میز پر زرد ہاؤس کوٹ پہنے میرے مقابل میں بیٹھی ہو تو غالباً عمدہ لگے اس وقت یہ تصور خاصا آرام دہ سا معلوم ہو رہا ہے۔

پدما۔۔۔

پدما جو پچھلے دس سال سے میرے لئے صرف پدما تھی پچھلے اتوار کو مسز یدونش مصرا بن گئی اور میں اسے مبارک باد کا تار بھیج کر آ رہا ہوں تار اس وقت اسے راولپنڈی پہنچ گے ہوگا۔

''میاں اس وقت تم اتنے ٹپسی ہو چکے ہو کہ اب مجبوراً گھر چلنا پڑے گا''فواد نے دوسرے میں سے کہا

ریاض چپکا بیٹھا رہا میرا الٹنی بھی بکواس ہے

اور ابھی تم نے شیلا کے قریب جا کر بے حد سنجیدگی سے اسے کیوں مطلع کیا تھا کہ تمہیں اس کی ناک اور اس کا اتنا انٹلکچوئیل ہونا قطعی پسند نہیں اور دنیا میں صرف پدمایدنش مصرا کی ناک قابل اعتنا اور بے حد حسین ہے باقی ساری لڑکیوں کی ناکیں بکواس ہیں۔۔۔۔۔؟ فواد نے کافی برامان کراس سے شکایتاً پوچھا وہ بھی اس وقت تک کافی ٹِپسی ہو چکا تھا ''حالانکہ اس قدر عمدہ یونانی ناک شیلا کی ہے۔''

''شیلا کی یونانی ناک قطعی ان کا اپنا ذاتی معاملہ ہے میں کچھ نہیں کہتا'' ریاض نے بگڑ کرا کتائے ہوئے لہجے میں کہا

''کس قدر رنج کا مقام ہے'' فواد نے گلاس کو غور سے دیکھتے ہوئے اداسی سے سوچا'' کہ کوئی اور ہستی میرا ذاتی معاملہ نہیں ہے اپنا ذاتی معاملہ میں خود ہوں۔۔۔۔'' اس نے بڑے رنج سے سر ہلا کر ریاض پر نظر ڈالی۔

☆☆☆☆☆

21

اس شام فواد نے میرا کو پرو پوز کیا

وہ دوسری طرف دیکھتی رہی وہ لیلا رام کی دکان میں ایک اور ساری خرید رہی تھی۔

''ایک اور ساری؟'' فواد نے پریشان ہو کر کہا

''سنو میرا انلنی ۔۔۔۔'' اس نے سنسان کاؤنٹر پر جھک کر کہا'' میں تم سے شادی کر رہا ہوں؟''

وہ چپ رہی

''سنا تم نے؟''

''لیکن ہم ایک دوسرے کو اتنی اچھی طرح جانتے ہیں'' میرا نے ذرا سوچ کر اعتراضاً کہا

''اس سے کیا ہوتا ہے یعنی، ایک طرح سے، یہ تو اور بھی عمدہ بات ہے، ہے نا؟'' فواد نے باوثوق لہجے میں کہا

''اور پھر مجھے ناچنا ہے''

''بکواس مت کرو''

وہ خفا ہو گئی اور اس خفگی میں اس نے ایک اور ساری خرید کر کاؤنٹر پر ڈال دی

''تمہیں ناچنا ہے راحیل کو فلورنس نائٹ انگیل بننا ہے اسٹیلا بھی اسی قسم کا کوئی تیر مارنے والی ہیں کیا تم لوگ بور کرتی ہو''

''اور پھر اس کے علاوہ یہ کہ میں راؤ بہادر مندر راج ونش کی بیٹی ہوں''

''یہ بھی مجھے کافی دنوں سے معلوم ہے''فواد نے جل کر کہا

''میں کسی موٹے آدمی سے شادی کرلوں گی''میرا نے سوچ کر کہا

''موٹے آدمی سے کیوں؟ دبلا بھی ہوسکتا ہے۔۔۔۔۔۔یا ہکلا''فواد نے کہا

''دبلا ہی سہی یا ہکلا۔۔۔''میرا نے اتفاق رائے کیا خریداری کے پارسل سمیٹ کر وہ باہر آگئے۔

وہ جھیل کہاں ہے جس پر سے ہم گذرے تھے شام کی روشنیوں سے باہر جنگل کے راستے پر آکر انہوں نے کہا بناری باغ کا سنسان یوکلپٹس کا جھڈان کے سامنے تھا انہوں نے چند زرد پتے ہاتھوں میں اٹھالئے۔

''یہ ساری زندگی ہے''فواد نے کہا

''یہ ساری زندگی ہے''میرا نے دہرایا

''شاید ہمارا وژن پورا ہوسکے''فواد نے کہا

''وہ ہمارے اپنے ہاتھ میں ہے''میرا نے کہا

ہمارے ہاتھ میں محض یہ زرد پتے ہیں فواد نے آہستہ سے کہا''میرا۔۔۔میرا رانی۔۔۔''وہ دفعتہً چلایا

''سارے موسم اتنی تیزی سے گذرتے جاتے ہیں اور ہم کبھی اتنے اکٹھے نہ ہونگے''

میرا نے کہا

''میرا کلنی''وہ چیختا رہا

''کیا تم پھر پروپوز کررہے ہو۔۔۔۔؟''میرا نے پگڈنڈی پر بشاشت سے

دوڑتے ہوئے کہا گویا وہ پھر سے اسکول کے دنوں میں واپس پہنچ گئی تھی واپس بھاگ جاؤ اور دیکھو کہ نجم الدولہ ہاؤس کی روشنیاں کتنی محفوظ ہیں جو صنوبروں کے پیچھے سے جھلملا رہی ہیں

''اور ہمارے چاروں اور طوفان زدہ سمندر ہیں'' فواد نے چتوں کو سرخ زمین پر گرا کر جواب دیا جھیل کے کنارے ایک بطخ سوتی تھی اس نے غنودگی سے سر اٹھا کر فواد پر نظر ڈالی سامنے سے ایک موٹر گذر گئی جس میں ریاض تھے جو دلکشا کلب سے واپس جا رہے تھے۔

☆☆☆☆☆

22

رات بھر وہ خواب میں میلوں دوڑتے رہے انہوں نے دیکھا کہ وہ ساحلوں کی کالی ریت پر سرپٹ چلے جا رہے ہیں گھاٹیوں کو پھلانگ رہے ہیں پہاڑیوں کو عبور کر رہے ہیں صبح کو محض وہ اپنے اصطبل میں سکون اور قناعت سے کھڑے ہنہنا رہے تھے بے حد خوشگوار صبح تھی۔

علی کے قدموں کی چاپ کی مانوس آواز پر کان کھڑے کر کے انہوں نے سر اٹھایا علی لکڑی کے جنگلے پر جھکا ان کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

''اے ہرمزی خانم'' اسٹیلا نے آواز دی علی نے پیچھے مڑ کر دیکھا اسٹیلا فل بوٹ پہنے سر پر رنگین اسکارف باندھے لکڑی کی بالٹی اٹھائے باورچی خانے کی سمت جا رہی تھی لڑکیاں نہایت گھریلو ہوتی جا رہی ہیں علی نے سوچا

''بھیا بیٹا سب جنے دلہن بیگم کے لگے ناشتہ کر یہیں'' ہرمزی خانم نے چبوترے پر آ کر آواز لگائی وہ اونچی اونچی گھاس میں قدم رکھتا پہلو کے برآمدے کی طرف آ گیا

برآمدے میں لیلےٰ آرام کرسی پر دھوپ میں بیٹھی طمانیت کے ساتھ چاروں طرف دیکھ رہی تھی پچھلے دنوں اس کی شادی کرنل باگرامی سے ہوئی تھی آج وہ اتوار گذارنے کے لئے چھاؤنی سے یہاں آئی تھی۔

ناشتے کی میز پر وہ سب نہایت تندہی سے لیلےٰ کی شادی کے ہنگامے کا تذکرہ کرتے رہے لکھنو کی سردیاں اس مرتبہ دلچسپ تر ہوتی جا رہی تھیں

''علی'' مہندی کی باڑ کے نزدیک آ کر ارون گلا پھاڑ کر چلایا ''ادھر آؤ''

''او کے چیف''علی نے انڈا ختم کرتے ہوئے جواب دیا ارون باڑ کی دوسری جانب اپنے لان کے کنارے پر آ گیا

''چلو کافی پینے کہیں چلیں''ارون نے باڑھ کے ادھر سے اچک کر کہا

''کہاں۔۔۔۔؟''علی نے دلچسپی کے ساتھ اسٹیلا سے پوچھا

''محمد باغ''اسٹیلا نے ارون کو آواز دی

وہ سب باڑ پھلانگ کر راجو نشتر کے احاطے میں داخل ہو گے۔

''لفٹننٹ کرنل ارون کمار راج ونش''علی نے ارون کا لیلٰے سے نہایت سنجیدگی کے ساتھ تعارف کرایا ارون جو صبح سے کار کا انجن ٹھیک کرنے میں مصروف تھا جلدی سے اسٹیلا کے اسکارف سے ہاتھ پونچھ کر ہاؤ ڈو یو ڈو سے بخیر و خوبی فارغ ہوا میر اعلیٰ اور مایا برآمدے کی ساری سیڑھیاں ایک ساتھ کود کر قریب آ گئیں سب محمد باغ کلب جانے کے لئے ارون کی اسٹیشن ویگن کی طرف بڑھے۔

''آپ لوگوں کو میں نے ہمیشہ اکٹھے دیکھا ہے'' لیلٰے نے دلچسپی سے ان کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''جی ہاں کچھ ایسا ہی سلسلہ ہے بہت بچپنے میں ہم سب پورٹ ملیئر میں اکٹھے تھے وہاں سے لوٹنے کے بعد سے اب تک وہرہ اور مسوری میں بھی ہم سب قریب قریب رہتے ہیں اور یہاں بھی بابا اور ہمارے انکل سول سروس بھی اکٹھے ہی داخل ہوئے تھے'' ارون نے نہایت انکسار اور خوش اسلوبی سے داستان کو مختصر کر دیا دراصل ہم سب پچھلے جنم میں ایک ہی کنبے کے افراد رہے ہوں گے۔ کم از کم فرسٹ کزن تو ضرور ہی رہے ہوں گے ویسے بھی اودھ کالستھوں کو آدھا مسلمان سمجھا جاتا ہے''انجن سٹارٹ کرتے ہوئے اس نے بعد میں اضافہ کیا''

''روحانی طور پر ہم سب ایک دوسرے کے فرسٹ کزن ہیں پورن برہما''میر انے نہایت سنجیدگی سے انکشاف کیا

''تمہاری باقی کی فرسٹ کزن خواتین کہاں ہیں؟میرا مطلب ہے جو بیالوجیکل نقطہ نظر سے بھی تمہاری فرسٹ کزن ہیں۔۔۔۔جن خواتین کی ٹوم بوائز والی حرکات سے لڑکپن میں کیا تھرتھر کانپا کرتا تھا۔۔۔۔دراصل جب سے میں محاذ پر گیا ہوں حالات حاضرہ سے بالکل واقفیت نہیں رہی''ارون نے اسٹیلا سے کہا

عالیہ باجی نے ایم اے میں فرسٹ آکر حسب عادت یونیورسٹی کا ایک اور ریکارڈ چکنا چور کر دیا ہے صوفیہ ہیگل پر مقالہ لکھ رہی ہے نشو نے ٹرنٹی کالج سے ڈپلومہ لے لیا ہے قصہ مختصر سب اپنے اپنے طور پر مکتی کی تلاش میں مصروف ہیں اسٹیلا نے اسے مطلع کیا۔

''اللہ کے فضل سے انٹلکچوئیل خاندان ہے''ارون نے کار چلاتے چلاتے مڑ کر لیلے سے کہا''کہ کچھ دل لگی مقرر کی ہے آپ نے۔۔۔۔!!''

لیلے بے خیالی سے کھڑکی کے باہر دیکھتی رہی''واقعی؟''اس نے اخلاقاً ارون کو جواب دیا اسے اچھی طرح یقین نہ تھا کہ اس اصطلاح کے کیا معنی ہیں اور اس نے اس پر غور کرنے کی ضرورت بھی نہیں سمجھی۔

کیونکہ کار کلب کی برساتی میں پہنچ چکی تھی۔

ٹینس کورٹ کے رخ پر جو فرانسیسی کھڑکی تھی وہ سب اس میں جا بیٹھے''میرا خیال ہے کہ محض جن پی جائے''ارون نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا

''یقیناً ایسا متبرک خیال خود سینٹ پیٹر کو بھی کبھی نہ آیا ہوگا''علی نے جواب دیا اور کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا جہاں ایک ٹینس کورٹ پر پولین ٹامس اور پمیلا رمکسٹین

کے دو دو ہاتھ ہو رہے تھے ''کیا مہین Placing کی ہے'' وہ داد دیتے ہوئے بے حد انہماک سے کھیل دیکھنے میں مصروف رہا۔

''فواد'' علی نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے مختصراً اطلاع دی

فواد اندر آ کر ان سب کے پاس بیٹھ گیا

علی نے کھیل کے نظارے سے اکتا کر ایک مصور رسالے کی ورق گردانی شروع کر دی ''سیزن نہایت بکواس ہے'' اس نے ایک صفحے پر رک کر کچھ خود کو مخاطب کرتے ہوئے کہا

''کون؟'' لیلیٰ نے دلچسپی سے پوچھا

''سیزن سخت ترین پٹی بورژوا تھا'' علی نے جواب دیا

''کون صاحب ہیں؟'' لیلیٰ نے ذرا ٹھہر کر پوچھا

''آپ۔۔۔آپ سیزن سے واقف نہیں؟'' علی نے پوری طرح آنکھیں کھول کر حیرت سے پوچھا اس خوبصورت، سفید رنگت والی لیلیٰ بلگرامی کو سیزن کے وجود کا بھی پتہ نہیں اس نے افسردگی سے گلاس میں بیئر انڈیلی۔

''چنانچہ آپ کو کاڈویل کے نظریوں سے بھی کوئی دلچسپی نہ ہوگی'' اس نے مری ہوئی آواز میں کہا

''بالکل نہیں'' لیلیٰ نے اطمینان سے جواب دیا ''آپ کے صحت دوست ہیں یہ حضرات؟'' اس نے بعد میں اخلاقاً اضافہ کیا

''ہلو۔۔۔علی'' فواد نے اچانک اس کی طرف متوجہ ہو کر سوال کیا ''نینی سے کب لوٹے؟ خوش آمدید۔۔۔''

''اتنی سردی میں نینی تال سے آپ اب لوٹے ہیں؟'' لیلیٰ نے تعجب سے

پوچھا

علی خاموشی سے چاروں اور دیکھتا رہا اتوار کا دن تھا کلب کے سارے لاؤنج ممبروں کے گروہوں سے بھرتے جا رہے تھے قریب کی میز پر پولین ٹامس آ کر بیٹھ گئی تھی ان ہی دنوں اس نے دیوان چمن لال کے لڑکے سے اپنی منگنی کی خبر اناؤنس کی تھی۔ سیزن اور کاڈویل علی نے دل میں دہرایا یہ لوگ جو چاروں طرف ان کمروں میں موجود تھے ان ناموں سے نا آشنا ہونے کے باوجود زندہ تھے اور بے حد خوش تھے اسے ہر چیز بے حد خوبصورت اور اپنی جگہ پر بشاش نظر آئی لیلیٰ کی گہری عنابی ساری اس کے اپنے ہاتھ، گلاس، میزوں کی شفاف چادریں دفعتہً اس نے محسوس کیا کہ اس وقت وہ بھی بے حد مطمئن ہے بطخ کی طرح، آنکھیں بند کیے، وہ اس روحانی عشرت کی لہروں میں تیرتا رہا۔

''ارون اور فواد اپنے اپنے گلاس لئے اس کی میز پر آ گئے''

'' روح کی عشرت۔۔۔۔۔۔ ارے گربی بلکائے میں لائے دیہو لٹکن ۔۔۔'' آٹھواں گلاس ختم کر کے علی چیخا معاذ اللہ کا مقام ہے صاحب

''روح کا توازن ۔۔'' ارون جواباً دہاڑا

''سنو بیٹا قیس ۔۔۔۔ مختلف حالتوں کا وجود انسان ہے ہمارا اجتماعی، لا شعوری تجربہ اور ہمارے جسم ۔۔۔۔۔'' علی نے نہایت سنجیدگی سے انگلی اٹھا کر ارون کو سمجھانا شروع کیا'' ارے بیل بک جنہیں تو ہل کہا کو ہیں ۔۔۔۔۔ ارے بل ہو بکائے مو ہے لائے دیہو لٹکن ۔۔۔'' فواد علی، نے گیت جہاں سے چھاڑا تھا وہیں سے نہایت مستعدی سے اٹھا کر گانے میں محو ہو گیا۔

یہ اونچی، ذہنی، آئیڈیل زندگی بتانے والے انسان تھے پولین ٹامس کی میز پر

بیٹھے بیٹھے میں نے علی کے گروہ کو دیکھا جو ٹپسی ہو کر کافی شور مچا رہا تھا ہم فی الواقع روح کے ارسٹو کریٹ ہیں تحقیق، مطالعہ، توازن رائے، ذہنی تہذیب اور انکسار ساری خوبیوں کا مجموعہ اور ہم ان لمحات کے ساتھ زندہ ہیں میں نے کرسی پر بیٹھے بیٹھے اپنے ذہنی اور تہذیبی وقار کو شدت کے ساتھ محسوس کیا ہاتھیوں کا سا وقار مہاکوی کالی داس کی سی گھمبیرتا میں نے چپکے سے پرس کھول کر آئینہ دیکھا میں بہت خوش نظر آ رہی تھی خوش، فراخدل، نوبل، میں سینٹ این ہوں، میں نے بے حد طمانیت سے سوچا۔

یہاں بیٹھ کر میں ایک کہانی لکھوں گی، جس میں اپنے سینٹس اور فرشتوں کو کچھ عرصے کے لئے فرلو پر بھیج دوں گی میں نے کلب کے باہر آ کر یوکلپٹس کے جھنڈ کی سمت جاتے ہوئے طے کیا کیونکہ ایک سینٹ دوسرے سینٹ کو کبھی نہیں سمجھ سکتا اب تک میری کہانیوں کا ہر کردار بے حد ذہین اور دلچسپ تھا میں نے ذرا جھنجھلاہٹ سے سوچا عورتیں بے حد حسین اور سمجھ دار مسخرے تھے جو مزیدار قصے سناتے تھے۔ اچکوں اور شیطانوں کا کہیں گذر نہ تھا نہایت انٹلکچوئل قسم کا کورس ہیرو اور لڑکی کے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔

یوکلپٹس کے جھنڈ پر شام کے وقت کی ہلکی ہلکی دھوپ پھیلی ہوئی تھی کلب کی عمارت روشنیوں سے جھلملا اٹھی تھی گھاس کے قطعوں پر جنرل ہیولاک کی توپیں سکون سے کھڑی تھیں خیر تو قصہ مختصر اب میں نہایت سنجیدگی سے لکھا کروں گی۔

لیکن جب میں لکھنے بیٹھی تو مجھے اپنے بے انتہا غیر اہم بے انتہا معمولی ہونے کا احساس ہوا ابا جان کی اسٹڈی میں جا کر میں حسب معمول الماریوں کے پاس فرش پر بیٹھ گئی اور کتابیں نکال نکال کر چاروں طرف بکھیر دیں۔ ہر فلسفی، ہر مصنف کا

یہی خیال تھا کہ وہی صحیح ہے لیکن خیالات اور نظریئے، موسم کے ساتھ، برسوں، قرنوں اور صدیوں کے ساتھ تیزی سے بدلتے گئے تھے۔ آخر میں موت کے علاوہ ہر چیز کو نہایت خوبصورتی سے Vulgarize کر لیا گیا تھا'' اور یہ بھی واقعہ ہے کہ سینٹ این اور این شیریڈن دونوں کی اسٹار ویلیو بالکل ایک ہے'' اسٹیلا نے ایک اسٹول پر چڑھ کر بیٹھتے ہوئے مجھ سے کہا۔

یہاں الگ الگ ابدی، شخصی روحیں نہیں ہیں صرف ایک آفاقی احساس ہے وہ اندھا انگریز بوڑھا اسی طرح بارش سے بچتا، حضرت گنج کے برآمدوں کے کونوں میں کھڑا وائلن بجاتا اور بھیک مانگتا رہے گا اور ایک دن مر جائے گا۔

لیکن جتنے دن بھی ہم اپنی مخصوص اور علیحدہ کلاس پر قائم رہ سکیں رہ لینے دو، اسٹیلا نے گویا خاموشی سے کہا میں نے ہمدردی سے اس کو دیکھا

اسٹیلا عباسی میں نے دل میں کہا تم جو لیڈی اسٹیلا رملکسیٹن کی گوڈ چائلڈ ہو جب تک تم اور تمہارا یہ نام باقی ہے تمہاری کلاس بھی زندہ رہے گی تم اپنے طبقے کی بہترین سمبل ہو۔

'' آخر تم ہی بتاؤ۔۔۔ اسٹیلا نے اسٹول پر بیٹھے بیٹھے ٹانگیں ہلاتے ہوئے کہا۔۔۔'' کہ مجھے یا کسی اور کو اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے کہ تم نے صبح کو کیا کیا اور کل شام کو اور اس سے پچھلی سہ پہر کو۔

'' آخر میں کیا لکھوں اور کن لوگوں کے متعلق؟'' میں نے جھنجھلا کر کہا میرا جی چاہا کہ اسٹیلا سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کے روؤں وہ اطمینان سے اسٹول پر بیٹھی رہی۔

گھر نہایت سکون سے سرو کے درختوں میں چھپا کھڑا تھا اس کے چاروں

طرف گھاس کے قطعے تھے جن کے کنارے کنارے سوئیٹ پی اور ہولی ہوکس کے پودے تھے ٹوپسی تھا جو دنیا بھر کی چیزیں کھاتا پھرتا تھا اور مستقل بیمار رہتا تھا کمروں میں پرانی روغنی تصویریں تھیں جن میں شہیدوں کو شہید کیا جا رہا تھا اور وہ بے حد آرام سے مرمریں سیڑھیوں پر ترچھے لیٹے آسمان کو دیکھ رہے تھے اوپر سے فرشتے جھانک رہے تھے اسٹیلا کے ابا یعنی خالو میاں تھے جو کسی بین الاقوامی سلسلے میں ہر دوسرے تیسرے مہینے جنیوا یا روم جاتے رہتے تھے ہر چیز اپنی جگہ پر صحیح تھی ٹیلیفون کی گھنٹی ہمیشہ خوشگوار خبروں کے لئے بجتی۔ علی نیئی سے واپس آ گیا تھا کچھ عرصے بعد ابا جان طہران سے لوٹنے والے تھے سارے اچھے دوست نہ مرے تھے اور نہ دور دراز کے ملکوں کو چلے گئے تھے ہر چیز مکمل تھی اور فائینل کھانے لمبے برآمدے بھاری فرنیچر، ٹائمز آف انڈیا کی پرانی جلدیں جن میں نہایت ڈی مورلائیزڈ قسم کی شکلوں والے مہاراجہ پرنس آف ویلز سے ہاتھ ملا رہے تھے اور ہر چیز پر خوابوں کا ایسا سایہ موجود تھا چینی پگوڈا تانبے کانٹ راج، کتابیں، ٹوپسی کی سست گام چھل قدمی مہینے میں دو تین بار بڑی سی پارٹی یا ڈنر دیا جاتا۔

رات کو آتشدان پر سے اتر کرنٹ راج اور سارے مجسمے چاروں طرف چلتے پھرتے مریم مگدلین پیانو پر بیٹھ کر شوپاں کا مارچ بجاتی روتھ اپنی تصویر کے فریم میں سے باہر آ کر اپنی مشہور و معروف تقریر کرتی تمہاری قوم میری قوم ہے تمہارا ملک میرا ملک ہے۔۔۔۔ سب سے آخر میں کوئی بوڑھا اینگلو انڈین، بیگ پائپ پر قدیم ہائی لینڈ کی دھنیں بجاتا پولیس لائنز کی طرف نکل جاتا۔ پسی، ٹوپسی، باورچی خانے کے پیچھے بندھی ہوئی خوش مزاج بکریاں، سب گھر کے اس جذباتی تجربے میں شریک تھے گھر کی اس ٹھہری ہوئی ٹون میں یہاں داخل ہو کر ایسا لگتا تھا

گویا نہایت حساس قسم کی زندگی سب پر انڈیل دی گئی ہے۔

یہ 21 فیض آباد روڈ تھی

پرانے اور نئے روسی ناولوں کی طرح، زندگی میں ان گنت کردار تھے جو سب کے سب بے حد حقیقی، انتہائی غیر اہم تھے۔

''میں لکھ سکتی ہوں میں نے رنج سے سر ہلا کر سوچا اسٹیلا اسٹول پر سے اتر کر دریچے میں جا بیٹھی تھی دھوپ درختوں پر سے ڈھلتی جا رہی تھی۔''

میں نے کاہلی سے کتابیں سمیٹ کر الماریوں میں رکھیں اور اسٹیلا کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی۔

اب تم میرے لئے ایک خرگوش کی تصویر بناؤ جس میں اس نے اوورکوٹ پہنا ہو چھوٹے سے جعفر نے میرے نزدیک آ کر گھٹنوں پر جھک کے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے فرمائش کی ہولی ہوگس پر بادلوں کا سایہ پڑ رہا تھا۔

تمہیں شگفتہ کا پورٹریٹ مکمل کرنا ہے نوجوان خواتین کو کبھی اپنا وقت یوں برباد نہ کرنا چاہئے اسٹیلا نے بے تعلقی سے یاددہانی کرائی اور دریچے میں سے باہر کود کر علی کی طرح سیٹی بجاتی اصطبل کی طرف چلی گئی۔

لکھنا کسی اور خوش آئند زمانے پر ملتوی کر کے میں نے تصویر بنانی شروع کی۔ لیکن آسمان پر سے بادل ہٹ چکے تھے روشنی میں صرف تھوڑے سے جانے پہچانے رنگ باقی بچے تھے گھر اسی طرح خاموش، اور پرسکون اپنی جگہ پر موجود تھا لیکن بادلوں میں سے چھنتی ہوئی ہلکی زرد دھوپ میں کمروں کا ٹون ایک نئے خیال کی طرح یکلخت تبدیل ہو گیا تھا۔

اس وقت میں نے جو تصویر تیار کی رات کو اسے بگاڑ کر اس پر ایک کارٹون بنایا۔

23

تعلیم وتربیت کا زمانہ ختم ہو چکا تھا اب بیگم نسیم احمد اور بیگمات کے سارے گروہ کو بچوں کی شادیوں کی فکر شروع ہوئی ہماری امی گویا ان سب کی ڈائریکٹر جنرل اور کنٹرولر آف پلاننگ تھیں زینب خالہ ڈپٹی چیف آف دی اسٹاف رانی بلبیر سنگھ غیر قانونی مشیر اور ساتھ ساتھ جنرل پلاننگ میں بے انتہا انتشار پھیلاتی تھیں با ضابطہ مختلف رشتوں کے ممکنات پر غور کیا جاتا چھان بین ہوتی اس اثنا میں کہ گروپ کی جونیئر لڑکیاں یعنی میرا، اسٹیلا اور راخیل وغیرہ ابھی کالجوں اور یونیورسٹی میں تعلیم کے آخری سال مکمل کر رہی تھیں ہائی کمانڈ نے سینئر لڑکیوں کی جو فارغ التحصیل ہو چکی تھیں کافی شادیاں طے کر لیں مثلاً یہ کہ نادرہ کی شادی ہو گئی میرا کی دونوں بڑی بہنوں جوگ مایا اور راندرا کی نسبتیں طے ہو گئیں اسٹیلا کے لئے برابر فکر کی جا رہی تھی عالیہ باجی کے مسئلے میں خاندانی سیاست کا زبردست دخل تھا اس پر گھنٹوں بحثیں ہوتیں (عالیہ باجی کا اس داستان سے کچھ زیادہ تعلق نہیں لیکن ان کی شادی کا تذکرہ آگے آئے گا میرا اور راخیل ایک پروبلم تھیں کیونکہ یہ دونوں نوجوان خواتین کہتی تھیں کہ جتنے رشتے اب تک ان کے لئے تلاش کئے گئے ہیں وہ لوگ بالکل چغد ہیں رانی بلبیر سنگھ اس طرح کی باتیں سن کر بے حد اسکینڈلائیز ڈ ہوتیں پہروں فیض آباد روڈ، نجم الدولہ ہاؤس اور جاپلنگ روڈ کی کوٹھیوں میں ایک دوسرے کے یہاں جمع ہو کر کافی پارٹی کے ساتھ ساتھ ان مسائل پر روشنی ڈالی جاتی ۔فواد، علی اور ارون بھی زیر غور تھے کہ ان کے ساتھ کیا یا جاوے علی کے متعلق رانی بلبیر سنگھ کو خدشہ تھا کہ وہ قطعی کسی چینی لڑکی کو بیاہ لائے گا چین میں اتنی گہری

دلچسپی لینے کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا فواد اور ارون کو بھی وہ خاصے شک وشبے کی نظر سے دیکھتیں لیکن بہر حال، لڑکیوں کا مسئلہ زیادہ اکیوٹ تھا۔

پہلے یہ تھا (یعنی جب ہماری امی اور بیگم نسیم اور ان کے زمانے کی لڑکیوں کو یورپین گورنسوں سے اللہ آمین کر کے پڑھایا گیا اور بعد میں انہوں نے زور و شور سے آل انڈیا لیڈیز ایجوکیشنل کانفرنسیں منعقد کیں) لوگ چاہنے لگے تھے کہ لڑکیاں خوب پڑھی لکھی ہوں وہ وقت خود بیگم نسیم احمد نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ گریجویٹ لڑکی ناوٹی تھی سر آنکھوں پر بٹھائی جاتی تھی اور کم علم لڑکی کے مقابلے میں شادی کے میدان میں اس کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی اب زمانے نے ایسا پلٹا کھایا کہ جیسے جیسے گریجویٹ لڑکیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا لوگ بہت زیادہ پڑھی لکھی لڑکیوں سے سمجھنے لگے بلکہ بعض بعض تو صریحاً تھر تھر کانپتے تھے قوی خیال یہ پیدا ہو چلا تھا کہ صاحب جس لڑکی نے ہسٹری میں بی اے آنرز کیا ہے وہ صبح سے شام تک شوہر کو گلیڈسٹن کی خارجہ پالیسی پر وہ وہ لکچر پلائے گی یا اسی قسم کی کوئی اور خوفناک بات اور یہ کہ اس کے بہت سارے مرد دوست ہوں گے کھانا پکانے سے مطلق بے بہرہ ہوگی ہر وقت سلیکس پہنے گھوما کرے گی اور چین اسموکر تو خیر ہو گی ہی۔

جو لڑکے اس طبقے سے خود تعلق رکھتے تھے انہیں معلوم تھا کہ ظاہر ہے کہ یہ خوفناک لڑکیاں جوان ہی کی بہنیں، بھانجیاں اور منگیتریں تھیں اس طرح کی نہیں تھیں لیکن ذرا فاصلے سے دیکھنے والوں کا یہ عقیدہ راسخ تھا۔ جو لڑکیوں کی ماؤں کے لئے خاصا پریشان کن تھا کیونکہ عموماً لڑکے جو مقابلے کے امتحانوں میں نکل رہے تھے اسی طبقے سے تعلق رکھتے تھے جو اس طرح کی باتیں سوچتا تھا کلبوں اور

پارٹیوں میں وہ اس دوسرے گروہ کی لڑکیوں سے ملتے اور دور سے ان کو ایڈ مائیر بھی کہ لیتے لیکن کہتے کہ بھائی یہ اتنی دو رالٹرا ماڈرن بابا لوگ اپنی بس کی بات نہیں جو صاحبزادی بلند اقبال شادی سے پہلے ہی رات کے دس گیارہ بجے تک کلب میں بیٹھی رہیں اور والد کے ساتھ برج سش میں مصروف والد صاحب قبلہ کو فادر ڈارلنگ کہہ کر پکاریں تو آپ خود ہی لگا لیجئے حساب لیکن ساتھ ساتھ یہ گلیمر بھی تھا کہ یہ بابا لوگ بہر حال بڑے آدمیوں کی لڑکیاں تھیں ہما شاتو جا کر چھتر منزل میں بیٹھیں گے نہیں اسی چکر میں کافی شادیاں ہو گئیں میچ میکنگ کے لئے مسوری اور نینی تال آئیڈیل مقامات تھے ہر سال سیزن کے دوران میں کافی نسبتیں وہاں طے ہو جاتیں۔

اس سال مسوری میں راحیل کا پھر حسب معمول کئی ہونہار بیچلرز سے تعارف کرایا گیا بیگم نسیم احمد کو راحیل کے متعلق بے حد فکر تھی کیونکہ بہر حال وہ ان کے خاندان کی لڑکی نہ تھی اور ان کی ذاتی ذمہ داری تھی اب اس نے یونیورسٹی کی ڈگری بھی لے لی تھی سینٹ جان ایمبولینس میں شامل ہونے کے لئے تلی بیٹھی تھی بیگم نسیم احمد اور سارے ڈائریکٹریٹ آف پلاننگ نے ایمرجنسی کا اعلان کر کے بڑبڑاہٹ کے ساتھ بہت سے رشتے اس کے لئے تجویز کرنے شروع کر دیئے۔

ڈائریکٹریٹ آف پلاننگ کا موسم گرما کا ہیڈکوارٹرز چونکہ حسب معمول مسوری تھا، اور ہماری امی اس کی چیف کنٹرولر لہذا ہنگامی سش آرک میں منعقد ہوتے راحیل سخت بور ہوتی اور نیچے کسی پتھر پر بیٹھ کر ہم لوگوں کے ساتھ چاکلیٹ کھاتی۔

انہیں بیچلرز میں ایک بزرگ میجر غیاث تھے جنہوں نے اس سال مسوری بھرے میں ایک اودھم مچا رکھا تھا روز مختلف گھرانوں میں ان کو چاء اور کھانے پر

بلایا جاتا رانی بلبیر سنگھ نے اطلاع دی کہ آئندہ اتوار کو جسٹس شعبان کے یہاں انہیں دن بھر کی پکنک پر مدعو کیا گیا ہے۔

اتوار سے پہلے پہلے بیگم نسیم احمد نے ان کو سوائے میں کھانے پر بلالیا

''اے توبہ توبہ۔۔۔آپ نے بھی صاحب اچھی اچ کی لی کہاں کا سینٹ جان ایمبولینس شادی کیجئے اب'' بیگمات کے گروہ نے راحیل سے کہا

''اگر بیٹا نہیں چاہتیں تو پھر کہنا ہی کیا ضرور ہے'' امی نے بیگم نسیم سے کہا'' کون سی شبھ ساعت ہے جو ٹلی جاتی ہے''

''اے بی اسٹیلا! تم ہی اپنی گوئیاں کو سمجھاؤ نوکری کا ارادہ نہ کریں'' بیگم نسیم بولیں

''گوئیاں تو وہ میرا کی بھی ہیں میرا سے کہئے'' اسٹیلا نے سٹ پٹا کر جواب دیا

''میرا کے سامنے شادی کا نام لیجئے تو ان کی طبیعت میں بھی حرج واقع ہوتا ہے'' بیگم نسیم نے غصے سے کہا اور ڈنر کے انتظامات کے سلسلے میں اپنے کمرے کی طرف چلی گئیں۔

سوائے کی وہ دعوت جس میں میجر غیاث بلائے گئے راحیل بلگرامی کے لئے فیصلہ کن ثابت ہوئی۔

☆☆☆☆☆☆

سبھی لوگ ہال میں جمع ہو چکے تھے راحیل بڑے اخلاق سے مہمانوں سے باتیں کرتی رہی۔

''تشریف رکھیے۔۔۔۔۔۔'' اس نے میجر غیاث کے لئے کرسی منگوائی نادرہ کی شادی کے بعد سے اب وہی خان بہادر نسیم احمد کے یہاں کی دعوتوں میں میزبانی کے فرائض انجام دیتی تھی۔

''خاصی خوشگوار خنکی ہے مس بلگرامی۔۔۔'' میجر غیاث نے بیٹھتے ہوئے کہا (انہوں نے دزدیدہ نگاہوں سے دیکھا کہ مس بلگرامی کا رنگ زیادہ صاف نہیں ہے بال بہت سیاہ اور سید ھے وہ کسی طرح سے بھی مورین اور ہارایا وہ دین لیہہ نہیں ہیں لیکن بے حد شولری کے ساتھ انہوں نے راحیل کا سیاہ کلوک اٹھا کر دوسری کرسی پر رکھا اور اس سے مخاطب رہے)

''آج کل یہاں کون کون ٹھہرا ہے ہے'' انہوں نے مکالمہ شروع کیا

''سب لوگ ہیں'' راحیل نے مختصراً جواب دیا

میجر غیاث نے اسے بے حد توصیفانہ انداز سے دیکھا کچھ دیر تک ادھر ادھر کی باتیں چلتی رہیں جو سیزن کے مختلف موضوعات گفتگو پر روشنی ڈالتی تھیں

'' آپ کی کار بے حد نفیس ہے مس بلگرامی'' سوپ کے لئے چمچہ اٹھاتے ہوئے میجر صاحب نے عرض کی ''کل میں نے گیرج کی طرف سے گذرتے ہوئے اسے دیکھا'' ازنٹ اٹ اے اے ریل ہوٹی۔۔۔۔۔۔؟؟ خالص انگلش ارسٹو کریٹک کار

''میری کار نہیں ہے۔۔۔۔'' راحیل نے ذرا بے اعتنائی سے جواب دیا اور سوپ میں مصروف رہی۔

''ہا۔۔۔۔ہا۔۔۔۔۔وہ خالص آپ کے پاس نہ رہے آپ کے والد کے استعمال میں رہتی ہے لیکن بہر حال اس اعلیٰ برٹش ارسٹو کریٹک ٹیسٹ کے لئے مبارک باد میں آپ کو ہی دوں گا'' میجر صاحب نے کہا

''خان بہادر نسیم احمد میرے والد بھی نہیں ہیں'' راحیل نے ان کے گوش گذار کرنا چاہا لیکن میز کی دوسری طرف بیٹھے ہوئے کسی اور مہمان نے میجر صاحب کی بات کاٹ کر کسی اور ارسٹو کریٹک کار کا تذکرہ چھیڑ دیا

ڈرائنگ ہال سے باہر نکلتے وقت کیولوی کے اسٹائل میں ایڑی بجا کر میجر غیاث نے پروپوز کیا۔

''مس بلگرامی۔۔۔۔۔۔ بلکہ اگر میں آپ کو محض راحیل کہوں (کتنا حسین اور انوکھا نام ہے) تو امید ہے آپ برا نہ مانیں گی میں چاہتا تھا کہ آپ کے پیارے والدین کے سامنے اپنی درخواست پیش کروں لیکن یہ سب پرانے فیشن کی باتیں ہیں اس لئے میں نے سوچا کہ خود آپ کی خدمت میں اپنی زندگی کو پیش کر دوں۔۔۔۔۔۔ہا۔۔۔۔۔۔ہا۔۔۔۔۔یعنی کہ۔۔۔۔۔ہی ہی۔۔۔۔۔۔ ہی!!!''

وہ خاموش رہی جسے میجر صاحب نے شرمانے پر محمول کیا

''کس قدر حسین چاندنی کھلی ہے کیا دلفریب منظر ہے'' سامنے ہمالیہ کی چوٹیوں کو دیکھتے ہوئے موقعے کی مناسبت کے لحاظ سے انہوں نے کچھ رومینٹک بننے کی سعی بھی کی۔

زینے کے ایک ستون کے پاس وہ ٹھٹھک گئی ''میجر صاحب'' اس نے کہنا شروع کیا انہوں نے جلدی سے کلوک اوڑھنے میں اس کی مدد کی اور پھر شولری کے ساتھ ایڑی بجائی

وہ ٹھہری رہی ''میجر صاحب دراصل آپ کسی شدید غلط فہمی میں مبتلا ہیں'' اس نے کلوک سنبھالتے ہوئے کہا ''میں خان بہادر نسیم احمد کی لڑکی نہیں ہوں حتیٰ کہ ان کی متبنیٰ بیٹی بھی نہیں نہ ان کی بھتیجی یا بھانجی میرے والدین کا انتقال ہو چکا ہے اور میں محض ایک وارڈ کی حیثیت سے ان کے یہاں رہتی ہوں۔۔۔۔ اس لئے غالباً آپ کا پروپوز کرنا بیکار ہے''

''جی۔۔۔ ایں۔۔۔؟؟'' ایک لمحے کے لئے وہ بالکل ہکا بکا رہ گئے لیکن فی الفور انہوں نے خود کو سنبھالا اور بے حد کوشش سے ہنسے ''لیکن۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔'' انہوں نے ہاتھ ہلا کر کہنا شروع کیا

''بالکل نہیں'' راحیل نے ان کی بات کاٹی ''میں قطعی یہ نہیں کہتی کہ آپ نے کسی طرح سے آپنے آپ کو Commit کر دیا ہے اس لئے آپ پریشان نہ ہو جئے'' وہ ہنسی

لیکن میجر غیاث بے حد پریشان تھے اس قدر کہ ان کی پیشانی پر پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے انہوں نے سوچ رکھا تھا کہ پروپوز کرنے کے بعد اسے کلوک پہنائیں گے پھر ذرا خفیف سا سہارا دے کر اسے زینے سے اتارنے میں مدد دیں گے بلکہ اگر موقع ہوا تو ایک آدھا افسانوی جملہ بھی استعمال کر دیں گے مثلاً یہ کہ آپ میری زندگی میں چاند کی روشنی بن کر آئیے گا۔ میں تو مایوس ہو چکا تھا کہ کبھی مجھے اپنا آئیڈیل نظر بھی آئے گا یا نہیں لیکن آپ۔۔۔۔ وغیرہ وغیرہ بیگم نسیم احمد

کے ڈر سے وہ کافی مرعوب ہوئے تھے اس لئے انہوں نے طے کر لیا تھا کہ اب جسٹس شعبان کے ہاں کی اتوار والی پکنک گول کرو اس کے علاوہ جسٹس شعبان کی لڑکی عینک لگاتی تھی۔

لیکن راحیل ستون کے پاس رکی کھڑی تھی اور چاند کی روشنی میں بڑی متبسم آواز میں کہہ رہی تھی ''مجھے بے حد افسوس ہے کہ آپ کو اس قدر Awkward محسوس کرنا پڑا لیکن دیکھئے نا۔۔۔''

آپ کیا کہتی ہیں مس بلگرامی۔۔۔ انہوں نے ڈوبتے دل کے ساتھ کہا۔۔۔۔ کیونکہ Commit تو وہ بہر حال کر چکے تھے۔۔۔۔ میری بڑی خوش نصیبی ہے۔۔۔۔ اگر مجھے۔۔۔۔ میری زندگی کو۔۔۔۔ میری زندگی کو۔۔۔۔ ان کی زبان پھر لڑکھڑا گئی۔

غضب خدا کا کس قدر کی زبردست غلط فہمی میں وہ پچھلے پندرہ دنوں سے مبتلا تھے کہ یہ مس صاحبہ خان بہادر صاحب کی بیٹی ہیں اور کسی کمبخت نے بھی ان کو اصلیت سے آگاہ نہ کیا آخر مسوری اتنی چھوٹی جگہ ہے سب ایک دوسرے کی سات پشتوں سے واقف رہتے ہیں۔

''یعنی کہ۔۔۔۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ۔۔۔۔۔۔ کہ آپ خان بہادر صاحب کی لڑکی نہیں ہیں۔۔۔۔'' انہوں نے خاصی مری ہوئی آواز میں ذرا اگر مجوشی پیدا کرنے کی سعی کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''فرق تو بہت پڑتا ہے۔۔۔!! اب مثال کے طور پر اس سن بیم ہی کو لیجئے خالص برٹش ارسٹو کریٹک کار۔۔۔۔۔ اور پورا نجم الدولہ ہاؤس۔۔۔۔ جس کا تذکرہ آپ نے بہت سنا ہو گا۔۔۔ اور ان دونوں چیزوں کو مجھ سے قطعی

کوئی سروکار نہیں ۔۔۔۔۔!!''

انتہائی گھبراہٹ اور شرمندگی کے مارے میجر غیاث کو زور کی چھینک آ گئی ۔۔۔

''خاصی سردی ہوگئی ہے ۔۔۔۔'' راحیل کو ان پر ترس آیا اب غالباً ہمیں اپنے اپنے کمروں کی طرف چلے جانا چاہئے ۔۔۔ ٹھیک ہے نا ۔۔۔؟ اس نے بڑے اخلاق سے کہا ''گڈ نائٹ ۔۔۔۔۔''

''گڈ نائٹ ۔۔۔۔ میں ۔۔۔ میں آپ کو آپ کے سوٹ تک پہنچا دوں ۔۔۔؟'' میجر غیاث نے اپنی پریشانی کو چھپاتے ہوئے کہا

''بالکل ٹھیک ہے ۔۔۔۔۔ یہاں سے صرف ایک ونگ اور عبور کرنا ہے ۔۔۔ اچھا گڈ نائٹ ۔۔۔۔۔۔!!'' راحیل نے متبسم انداز میں بڑی خوش اخلاقی سے جواب دیا۔

اپنے کمرے میں واپس آ کر وہ پلنگ پر گر گئی اور پھوٹ کر روئی ریاض ۔۔۔۔ اس نے دل میں پکارا ۔۔۔۔۔ ریاض

اگلی صبح کو جب لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ اس قدر کامیاب ڈنر تھا کہ میجر غیاث نے فوراً پروپوز کیا لیکن راحیل بلگرامی نے انکار کر دیا تو ہماری امی نے بورڈ آف پلاننگ کی ایک اور ہنگامی میٹنگ بلائی بیگم نسیم احمد کو راحیل کی اس حرکت سے دلی صدمہ ہوا اور رانی بلبیر سنگھ پر اختلاج قلب کا دورہ پڑ گیا۔

راحیل بیگم نسیم احمد کے سامنے نہیں گئی دن بھر وہ اپنے کمرے میں رہی اور اپنی زندگی کی امٹ تنہائی اور اداسی پر اسے رہ رہ کر رونا آیا گو پالا ۔۔۔ اس نے دل میں دہرایا ۔۔۔۔ گوپالا؟؟

اس روز اس نے سینٹ جان ایمبولینس میں اپنی درخواست بھیج دی۔

25

اس کے یہ میزبان جو محمد باغ میں اس کے قریب بیٹھے نہایت خلوص کے ساتھ ایک دوسرے سے عجیب وغریب بحثوں میں الجھ رہے تھے لیلیٰ کو بہت بھلے معلوم ہوئے اس کا دماغ اب مختلف چیزوں کا ایک مخصوص طریقے سے تجزیہ کرنے میں مصروف رہتا تھا۔ اب تک اس نے کافی دلچسپ زندگی گزاری تھی۔ اپنے باپ کے ہاں جو لاہور کے بہت مشہور سرجن تھے اپنے بھائیوں کے ساتھ فٹ بال کھیلنے، درختوں پر چڑھنے اور مضحکہ خیز رشتے دار خواتین کو آپس میں لڑوانے میں اس کا وقت گذرتا۔ کتابوں اور اسکول کے کام سے اسے قطعی کوئی عشق نہ تھا۔ سال کے چند ماہ اپنے ننھیال میں گذارنے کے لئے وہ اپنی ماں کے ہمراہ الہ آباد آتی وہاں اس کے لئے بے حد اہتمام اور ارمان کے ساتھ سیاہ رنگ کا برقعہ تیار کیا گیا تھا برقعہ پہن کر وہ بڑے ٹھسے کے ساتھ دوسری رشتے دار لڑکیوں کے ہمراہ شام کو جارج ٹاؤن کی سایہ دار سڑکوں پر ٹہلتی اور یہ محسوس کر کے وہ اس جذبے کا تجزیہ کرنے کی کوشش کرتی کہ وہ برقعہ پہنے سڑک پر چل رہی ہے مدھم لیمپوں کی روشنی میں اسے اپنا سایہ بہت عجیب معلوم ہوتا اور یہ ساری چیزیں اسے بے حد مسخرے پن کی لگتیں الہ آباد اور لکھنو اسے بے حد پسند تھے لاہور اسے قطعی نہ بھاتا لیکن وہاں بھی وہ ہر لمحے خوش رہتی۔ بڑی آسائش اور اطمینان کے احساس کے ساتھ اس نے ہائی اسکول پاس کیا تھا جب اسے معلوم ہوا کہ لفٹننٹ کرنل بلگرامی سے اس کی شادی طے کر دی گئی ہے مسلم اسکول میں اسنے کچھ دنوں راحیل کے ساتھ پڑھا تھا۔ لفٹننٹ بلگرامی بھی راحیل کے قصبے سے تعلق رکھتے تھے جو ایک انتہائی شریف النفس انسان تھے اور ان لوگوں

میں سے تھے جن کے متعلق یہ معلوم کرنا بہت آسان تھا کہ وہ آج سے دو سال، دس سال، بیس سال، بعد کیا کرتے ہوں گے اتنے ہی شریف النفس رہیں گے شادی کے بعد وہ جس نئے اور دلچسپ ماحول اور نئے اور دلچسپ لوگوں سے متعارف ہوئی ان کی وجہ سے زندگی سے، شدت کے ساتھ محظوظ ہونے کی جو صلاحیت اس کے اندر ہمیشہ سے موجود تھی اس میں مزید اضافہ ہو گیا (کرنل بلگرامی کو وہ اسی طرح پسند کرتی جس طرح فتح پور سیکری یا کنچن چنگا کو پسند کیا جاتا ہے)

اس سارے گروپ میں اسے ارون بے حد پسند آیا اتنا ہینڈسم بھی نہیں تھا غریب لیکن کچھ عجیب سی جاذبیت تھی اس لڑکے میں کبھی وہ سوچتی دنیا میں ایک سے ایک دلچسپ اور دلکش لڑکے موجود ہیں ان کا موازنہ وہ اپنے شوہر سے کرتی تھی پھر فوراً اسے اپنے نا مناسب خیالات پر غصہ آتا۔ بہت بری بات ہے یہ، بہت بری لیکن کیا ہو سکتا تھا حارون تھا ہی بہت پرکشش فواد کی طرح سے اپنچی نہ تھا اور اسے یقیناً خواتینس ے گیلنٹری کی باتیں کرنے کا فن آتا تھا علی میں لڑکپن بھی تھا فواد بات کر کے ہی نہ دیتا تھا ارون اس سے پہروں ادھر ادھر کی ہانکتا پھر لیلے کو یہ لڑکیاں بھی بہت اچھی لگتیں مگن بالکل سائیکل پر کالج اڑی جا رہی ہیں تفریح کر رہی ہیں راحیل بلگرامی کسی فوجی عہدے پر فائز ہو گئی تھیں گو ان لڑکیوں کے مقابلے میں لیلے کو اپنی برتری کا خیال بھی رہتا کیونکہ بہر حال وہ بھاری بھرکم، شادی شدہ ”بیگم صاحب“ تھی اور ان سب کو شیپرون کر سکتی تھی۔

اب کرنل بلگرامی کا تقرر کانپور ہو گیا تھا وہ سب بہت خوش تھے کہ ویک اینڈ کے لئے کانپور جایا کریں گے ان لوگوں کو زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ راحیل بھی اپنی یونٹ کے ساتھ کانپور ی آ گئی تھی۔

''لیلےٰ نے کانپور میں اچھا ریویرا بنالیا ہے اللہ کے فضل سے'' ارون نے باڑ پر سے اچک کر گفتگو جاری رکھی'' راحیل بیٹا بھی وہاں خاصی خوش نظر آتی ہیں یونیفارم پہن کر دفتر جاتی ہیں مجھ پر اس کا اس قدر رعب پڑا''

''پتہ نہیں ارون تم شادی کس شبھ دن کرو گے مار ایک بوریت پھیلا رکھی ہے'' اسٹیلا نے درخت کی شاخ پر بیٹھے بیٹھے اکتا کر کہا

''قسم اللہ تعالٰی کی۔۔۔'' ارون نے یکلخت بے حد سنجیدگی سے جواب دیا۔۔۔''اگر تم سب مل کر مجھے مسلمان کرنے پر تیار ہو جاتے تو میں فی الفور راحیل سے شادی کرتا کاش تم بیوقوف خرگوشنیاں اندازہ لگا سکتیں کہ مجھے وہ کس قدر پسند ہے۔۔۔شاید تم نے نوٹس کیا ہو کہ اتنے سال گذر گئے میں نے اب تک اس سے راکھی بندھوا ہی کر نہیں دی''۔۔۔۔۔۔۔وہ نہایت فاتحانہ انداز سے پھاٹک کی طرف دیکھ کر سیٹی بجاتا رہا'' ارے انکل آ گئے۔۔۔'' دفعتہً اس نے خوشی سے چلا کر کہا اور باڑ پھلانگ کر پھاٹک کی سمت بھاگا۔

ابا میاں آ گئے اتنے عرصے بعد وہ ایران سے لوٹے تھے جہاں وہ تبدیل آب و ہوا کی غرض سے گئے ہوئے تھے اپنا فاختی اوورکوٹ پہنے، ہلکے پھلکے قدم رکھتے متبسم اور صحت مند، وہ برساتی میں داخل ہوئے۔

''دیکھو میں کس قدر تندرست و توانا ہو کر لوٹا ہوں سیاحت میں میری زندگی ہے'' انہوں نے امی سے کہا'' کاش میں آخری بار یورپ کا ایک اور چکر لگا لیتا''

''آخری بار کیوں بھیا'' سومیشوری موسی نے برا مان کر کہا'' ابھی تو آپ

جانے کتنی بار اور جائیں گے'' صبح کو اپنے احاطے میں سے نکل کر ہمارے پہلو کے برآمدے میں امی کے ساتھ تخت پر بیٹھ کر وہ ترکاری والے اور پھل والے سے نہایت ضروری تبادلہ خیالات میں مصروف رہتی تھیں ابا میاں کے آنے سے یکلخت سارے میں چہل پہل ہوگئی۔

''میں حسب معمول، زرین تاج کی خاطر قزوین گیا آج کل ایران کے جدید ادیب میں نہایت دلچسپ تحریک جاری ہوئی ہے۔۔۔۔۔۔آقائے بہار نے غضب کی نظمیں سنائیں۔۔۔۔طہران میں آپ کے لئے میں نے اوورکوٹ خریدا ہے۔۔۔۔پتہ نہیں آج کل یہاں آپ لوگوں کے فیشن کی ٹرینڈ کیا ہے ترکی سفیر نے آپ کے لئے یہ البم اور کتابیں بھیجی ہیں۔۔۔۔ابا میاں مجھے ہمیشہ آپ کہہ کر مخاطب کرتے تھے انہوں نے بہت سے پارسل نکال کر فرش پر بکھیر دیئے اور آرام کرسی پر بیٹھ کے خوشی سے چاروں طرف دیکھنے لگے'' ہولی ہوکس خوب کھل رہے ہیں''انہوں نے مسرت کے لہجے میں کہا ''اور سویٹ پیز'' میں نے ان کو بتایا''

''جنگ ختم ہوتی نظر نہیں آتی''سگریٹ جلا کر انہوں نے اخبار اٹھاتے ہوئے کہا''خاندان کی خبریں کیا ہیں عالیہ بیگم کیا کر رہی ہیں افسوس ہے کہ نادرہ کی شادی میں شریک نہ ہو سکا کرنل بلگرامی کی شادی کیسی رہی نادرہ بی بی کو آپ نے میرا تحفہ دے دیا ہوگا میں نے چلتے وقت آپ سے کہا تھا کہ اقبال کا سارا سٹ ان کو دیجئے گا۔''

''ابا جان میں نے سارا سٹ خریدا تو میری نیت خراب ہوگئی آدھی کتابیں میں نے ان میں سے خود رکھ لیں ان کے بدلے ایک کافی سیٹ اس کو دے آئی دراصل

ابا میاں اس کو اقبال سے کچھ اتنا شدید عشق نہ تھا'' میں نے گلا صاف کر کے چوٹوں کی طرح کہنا شروع کیا

''ارے رے رے مجھے بالکل خیال نہیں رہا تھا آج کل آپ کے فائنل امتحانات بھی تو ہو رہے ہیں پرچے حسب معمول عمدہ ہو رہے ہیں؟''

''پرسوں اکنومکس کا دوسرہ پرچہ ہے'' میں نے مری ہوئی آواز میں کہا

''بیٹا سائیکل تیار ہے'' اگلی صبح جب میں جلدی جلدی بال بنانے کی کوشش میں مصروف تھی ہرمزی خانم نے حسب معمول کمرے میں آ کر بے حد سنجیدگی سے اطلاع دی ہرمزی خانم کی عادت تھی کہ وہ ہر معمولی بات کا بھی اس قدر اہتمام سے اور ایسے پر اسرار لہجے میں ذکر کرتیں کہ اس بات یا اس واقعے کی عظمت کا ایک لمحے کے لئے قائل ہو جانا پڑتا۔

''سائیکل تیار ہے بیٹا'' ہاتھ ہلا کر انہوں نے اس انداز سے دہرایا گویا گھوڑا گاڑی تیار ہے یا بگھی تیار ہے سائیکل کو تقدیس سے مرعوب ہو کر میں فوراً گیلری میں گئی اور اسے باہر نکال کر باغ کی سڑک پر آ گئی۔

یوکلپٹس کے جھنڈ کے پرے، کالج کی گھنٹی مسلسل بجے جا رہی تھی چیپل کے وقت تک میرا ارادہ لائبریری میں بیٹھ کر پرچے کی تیاری کرنے کا تھا۔

''بیٹا سرکار بہت پریشان ہیں'' امیر خاں نے سامنے آ کر پھولی ہوئی سانس سے کہا میں اور میرا چیپل کے بعد راج ونشز کے لان پر مولسری کے نیچے بیٹھے کتابوں میں محو تھے ''کیا ہوا؟'' میرا نے گھبرا کر پوچھا

''لو صاحب بیٹا مزے میں یہاں بیٹھی ہیں اور سرکار صبح سے پریشانی میں برآمدے میں ٹہلتے ہیں کہ بیٹا ناشتہ کئے بغیر کالج چلی گئیں سرکار آس پاس سب جگہ

فون کر چکے ہیں کہ بیٹا نے ناشتہ کر لیا یا نہیں'' امیر خاں نے جلدی جلدی بات ختم کی

''افوہ ۔۔۔۔ ابا جان بیکار میں اس قدر پریشان وہ جاتے ہیں'' میں نے بے دھیانی سے کہا'' ابا میاں سے کہہ دینا کہ میرا بیٹا کے ساتھ پڑھنے میں سخت مصروف ہوں''

''لیکن بیٹا سرکار نے کہا ہے کہ میرا بیٹا کے یہاں ناشتہ کیجئے تو اوولٹین پینا نہ بھولئے گا''

''ارے بھئی معلوم ہے جاؤ بھاگو'' میں نے ذرا جھنجھلا کر کہا، اس کے بعد کتابیں سمیٹ کر ہم اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے

دوپہر کو جب میں گھر گئی تو میں نے دیکھا کہ ابا میاں، اسی طرح متفکر آرام کرسی پر بیٹھے تھے

''آپ صبح ناشتہ کئے بغیر چلی گئیں'' انہوں نے پریشان آواز میں کہا

''افوہ ۔۔۔۔ ابا جان آپ اس قدر معمولی باتوں کے لئے اتنے فکر مند ہو جاتے ہیں سومیشوری موسی نے ٹیلیفون پر آپ کی ہدایات کے مطابق مجھے ایگ فلپ ٹھنسا دیا تھا'' میں نے بے فکری سے ان کو جواب دیا'' کل صبح پرچہ ہے اب میں کل تک بالکل نہیں پڑھوں گی۔''

''ابا جان'' شام کو میں نے ان کی آرام کرسی کے قریب حسب معمول قالین پر آلتی پالتی مار کر بیٹھتے ہوئے ذرا حلق صاف کر کے تمہید باندھی ۔۔۔۔۔'' ابا جان قصہ دراصل یہ ہے کہ کل آخری پرچہ ہے اور اس کے بعد سے امتحانات ختم تو ابا میاں حسب سالہائے سابق ۔۔۔''

''اس قدر مفصل اور مرصع دیباچے کے بجائے قصہ مختصر کرکے بتلائیے کہ آپ کو اپنی اگلی پارٹی کے لئے کیا کیا اہتمامات درکار ہیں۔۔۔'' ابا میاں نے ہنستے ہوئے بات کاٹ دی۔

''ابا جان ایک نہایت زوردار قسم کی پارٹی۔۔۔'' میں نے ذرا انکسار اور تکلف سے کام لیتے ہوئے کہا

''زوردار قسم کی پارٹیاں تو آپ اکثر دیتی رہتی ہیں'' ابا جان نے اسی طرح ہنستے ہوئے کہا ''مطلب کی بات پر آئیے''

''ابا جان یہ خاکسار متمنی ہے کہ اپنی ساری دوستوں کو ذرا گوپال پور تک لے جائیے'' میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

ابا میاں کھلکھلا کر ہنس پڑے پارٹی کر لیجئے گوپال پور جانے کے لئے وہاں کے انتظامات کی خاطر میر چھمن کو اطلاع کرنی ضروری ہے اور وہ اس اتوار تک رائے بریلی سے نہ لوٹیں گے اگلے اتوار کو لے جائیے گا سب کو۔

ہم بہت دیر تک دنیا جہان کی باتیں کرتے رہے آتشدان پر گھڑی اپنی متوازی یکسانیت سے ٹک ٹک کر رہی تھی۔

''اچھا جناب عالی'' ابا جان نے دفعتہً کیلنڈر کی طرف دیکھ کر کہا ''آج اپریل کی دس تاریخ ہے اگر آپ کل سے بھی اپنی ڈیوٹی پر آجائیں تو آپ کے ساتھ رعایت کرکے آپ کو ان دس دنوں کی تنخواہ نہ کاٹی جائے گی۔''

''لیکن صاحب جب تک تنخواہ کا فیصلہ نہیں ہو جاتا میں آپ کا آفر قبول نہیں کر سکتی'' میں نے نہایت سنجیدگی سے ان کو جواب دیا اس کے علاوہ مہنگائی کا الاونس بھی شاید آپ نہیں دیں گے۔

ابا جان پھر کھلکھلا کر ہنس پڑے جب سے انہوں نے مجھے ڈرائیونگ لائسنس دلانے کا اعادہ کیا تھا میری شرط یہ تھی کہ جتنی بار میں ان کو ڈرائیو کر کے چاہے موٹر خانے سے برساتی تک ہی لاؤں انہیں اس سے کم از کم دوگنی تنخواہ مجھے دینی پڑے گی جتنی وہ اپنے شوفر کو دیتے تھے۔

باہر رات کا سناٹا اور تاریکی عمیق تر ہوتی جا رہی تھی امی کے کمرے کی روشنی بھی بجھ چکی تھی ٹوپی ایک آدھ بار اخلاقاً بھونک کر اپنی پلنگڑی پر جا کر سو چکا تھا میں اور ابا میاں اسی طرح باتوں میں مصروف رہے۔

''افوہ بہت رات آ گئی ابا جان'' میں نے گھڑی دیکھ کر کہا ''ایک بج رہا ہے غضب خدا کا مجھے صبح سویرے جگنا ہے''

''میں اپنے خیال میں ڈر سے بہت جلد گھر واپس آ گیا تھا لیکن اس وقت دس بجے تھے'' ابا جان نے بشاشت سے کہا ''اچھا جا کر سو و شب بخیر''

''شب بخیر ابا جان'' میں نے کہا

''ان کے کمرے سے نکلتے وقت میں نے حسب معمول ان کے سلیپر سلہری کے نیچے ٹھیک جگہ پر رکھے۔ ڈریسنگ گاؤن کرسی کی پشت پر ڈالا کھڑکیوں کے پردے برابر کئے صبح کی چاء کے لئے تپائی مہری کے نزدیک سرکائی ان کے غسل خانے میں جا کر ان کے مصنوعی دانتوں کو پیالے میں صاف پانی بھر کر واش بیسن پر رکھا اور غسل خانے کے دروازے کا پردہ گرا کے آہستہ آہستہ قدم رکھتی گیلری عبور کر کے اپنے کمرے میں آ گئی۔''

اللہ میاں میں نے اکتا کر سوچا ''کل پرچے میں فاؤلر کمیشن پر کوئی سوال نہ آ جائے ورنہ پٹرا ہو جائے گا یہ کمبخت ممتحن ایک سے ایک بے تکے سوال پوچھ رہے

ہیں صبح کو کالج جانے کے لئے ایک سفید ساری باہر نکال کر رکھنے کے بعد میں سو گئی۔''

دفعتاً وقت کو ایک جھٹکا لگ اور وہ جھٹکا سرنگ کی طرح پھیلتا چلا گیا۔

☆☆☆☆☆

لمحہ اور اس کے بعد لمحہ اور اس کے بعد لمحہ وقت کے باہر، گھنٹیاں پیچھے کی طرف بجتی جا رہی ہیں باغ میں پانی کی موٹر جس طرح گھوں گھوں کر رہی ہے گھاس میں کہرہ جس طرح جذب ہو رہا ہے باہر روشنی ہے اور تاریکی ہے اور موت ہے اور نم زمین کے اوپر سے ہوائیں تیزی سے چلاتی ہوئی گذر رہی ہیں اب کیا ہو گا، اب کیا ہو گا، ابھی کیا ہوا تھا، میری پیاری سینٹ این ابھی یہ ہوا تھا کہ وہ انسان، جو گیلری کے دوسری طرف، اس گرم، محفوظ، آرام دہ کمرے میں مسہری پر سو رہا تھا، وہ اسی طرح لیٹے لیٹے اچانک ختم ہو گیا۔ غسل خانے کی طرف جاتے ہوئے وہ دفعتاً فرش پر گرا اور تم سب جب اس کو اٹھا کر مسہری پر لٹانے لگے تو وہ ختم ہو چکا تھا یعنی وہ اس جگہ، حیات کے اس دائرے سے یکلخت بالکل بے تعلق ہو گیا وہ انسان، جو تمہارا باپ تھا جس نے ابھی تین گھنٹے پہلے گھڑی دیکھی تھی، تم سے باتیں کی تھیں تم کو شب بخیر کہا تھا۔

اب تم کس لئے یوں بچوں کی طرح کمروں کے کرنوں میں چھپ چھپ کر، چلا چلا کر روتی پھر رہی ہو

ایک طوفان زدہ چاند یوکلپٹس کے جھنڈ کے پیچھے جا چکا ہے اور آہستہ آہستہ صبح ہو رہی ہے اب ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہر بات کہی جا چکی ہے ہر رنج سہا جا چکا ہے ہم زندہ ہیں اور باتیں کر رہے ہیں ہم مٹی کی نیلی، کہر آلود گھاس کی طرح زندہ ہیں۔

میں زندہ ہوں۔ ماضی سے یکلخت میں آگے نکل آئی ہوں یہ رات، کل کی

رات، جو دفعتہً ماضی میں شامل ہو گئی۔

ہوائیں اور کرسنتھم اور ہولی ہوکس کے پھول خاموشی ریت کی طرح نیچے گر رہی ہے اور باغ کے یہ پرانے مانوس پھول، کہرے میں بلیوں کی زبانوں کی طرح نم اور خنک ہیں۔

چنانچہ ابا میاں، یہاں سے ہم الگ ہوتے ہیں آج کی اس کہر آلود صبح سے، میرے اور آپ کے وجود کی کیفیت علیحدہ علیحدہ کر دی گئی اور میں کسی اور جلا وطن، کسی اور سفر کی تیاری کے لئے آپ کے ہولڈال پر چڑھی بیٹھی ہوں اور ایسا کبھی نہ ہو گا کہ زندگی میں ہم گھر واپس آجائیں۔

صبح ہو گئی باغ کے پچھواڑے، شہتوت کے جھنڈ میں سے گزرتے ہوئے بوڑھے اینگلوانڈین نے حسب معمول بیگ پائپ بجانا شروع کر دیا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ ہمیشہ اسکاٹ لینڈ کی بلوبیلز اور ''اولڈ لانگ زائن'' بجاتا ادھر سے گذرتا ہے لیکن ابا جان کے کمرے کی یہ کھڑکی اب نہیں کھلے گی یہ کھڑکی جس کے پردے میں نے رات کو برابر کئے تھے ابا جان مر گئے۔

الماریوں میں ابا جان کے کپڑے رکھے ہیں گرم ملبوسات، ٹائیاں، ڈریس سوٹ، سب میں وقت، جاڑوں، اور نیم کے پتوں کی مہک ہے وہ ڈریس سوٹ اوپر پڑا ہوا ہے جو رات کو ابا میاں نے پہنا تھا واش بیسن پر ان کے مصنوعی دانت سکون سے اپنے پیالے میں موجود ہیں غسل خانے کے سفید فرش پر ایکوا ویلو چند بوندیں پڑی ہیں سنگھار میز پر برش میں ابا جان کے چند سلور گرے بال الجھے ہوئے ہیں سگار کی آدھ جلی راکھ کتابوں پر پڑی ہے۔ کمبل، لحاف، مسہری، قالین، تکئے، پردے، تولئے، سلیپر، ہر چیز میں زندگی کی گرمی موجود ہے کتابوں کی

الماریوں کے پیچھے ایک چھپکلی آہستہ آہستہ چل رہی ہے برساتی کی سمت کھلنے والے دریچے کے باہر صبح کا اخبار رکھ دیا گیا ہے خطوں کے بکس میں صبح کی ڈاک لا کر رکھی جا رہی ہے جس میں حسب معمول ابا جان کے نام کے بے شمار لفافے ہیں۔

ہر طرف بے شمار انسان نظر آ رہے ہیں گھاس پر، چبوترے پر، برآمدوں اور کمروں میں سنجیدہ شکلیں بنائے، نیچی آواز میں باتیں کرتے، وہ سب ادھر ادھر چل پھر رہے ہیں اور بے حد تندہی سے کسی خاص مرحلے کو انجام تک پہنچانے کے انتظامات میں مصروف ہیں ڈرائینگ روم میں وہ مونچھوں والے وکیل صاحب بیٹھے ہیں بنکوں کے کاغذات ان کے چاروں طرف بکھرے ہوئے ہیں ایک برآمدے کی سیڑھیوں پر دو شاعر نما انسان جلدی جلدی کچھ لکھنے میں منہمک ہیں اور بار بار رومال سے ناک کو چھوتے جاتے ہیں راج ونشر کے احاطے میں ایک خیمہ لگا دیا گیا ہے سڑک پر موٹروں کی قطاریں حد نظر تک چلی گئی ہیں ارون کی آنکھوں کے پپوٹے سرخ ہو رہے ہیں میرا آنٹی سفید ساری کا آنچل سر پر ڈالے سیڑھیوں پر خاموش بیٹھی ہے انکل راج ونش چھڑی کی نوک سے باغ کی زمین کریدنے میں مشغول ہیں۔

مستقل گہما گہمی ہے

اسٹیلا اسٹیلا ۔۔۔۔ ابا جان قطعی اس بات کو پسند نہیں کرتے ہیں کہ گھر میں مسلسل شور مچتا رہے ۔۔۔ اتنے سارے لوگ پارٹیاں ہو رہی ہیں مستقل چاء پی جا رہی ہے وہ سب لان پر کیوں جمع ہیں ان سے کہو چلے جائیں ایکو ایک

سو جاؤ ۔۔۔ سونے کی کوشش کرو اسٹیلا رسان سے کہہ رہی ہے

اور اگر ابا جان کو معلوم ہو گیا کہ ان کے کمرے کے فرش پر ان سب لوگوں نے مستقل سگریٹ کی راکھ جھاڑی ہے اور دیا سلائیاں قالین پر بکھیری ہیں ابا جان نے یہ سب دیکھا تو مجھ پر پڑے گی ڈانٹ تمہارا کیا بگڑے گا۔۔۔۔۔ میں سہم کر کہہ رہی ہوں۔

سو جاؤ، سو جاؤ،

میں نے آنکھیں بند کر لی ہیں، حالانکہ ابا جان ہرگز پسند نہیں کرتے کہ ان کے لئے Fusses کئے جائیں ان کے لئے اتنا بڑا اسفید روشالہ آیا۔۔۔۔۔ سفید دو شالہ خاموشی سے لیٹ کر سونے کی کوشش کر دبی دبی۔۔۔۔۔ یہ سومیشوری موسی کی آواز ہے اتنا بڑا اسفید دوشالہ جوان کے اوپر ڈالا گیا۔۔۔۔۔ میں دہراتی ہوں

گھڑی مسلسل ٹک ٹک کر رہی ہے وقت لرز رہا ہے۔

میں ادھر ادھر گھوم رہی ہوں گھر میں نسبتاً خاموشی طاری ہو چکی ہے چبوترے پر ابا جان کی دھاری دار کینوس کی آرام کرسی رکھی ہے سالہا سال تک دھوپ میں رکھی رہنے کی وجہ سے اس کا رنگ اڑ گیا ہے اس کینوس کو میں نے ابھی چھوا ہے چچا میاں خاموشی سے برآمدے میں ٹہل رہے ہیں چھوٹے چچا میاں ان کے ساتھ ٹہلتے ٹہلتے آ کر اس آرام کرسی پر چپ چاپ بیٹھ جاتے ہیں اور کبھی کبھی اللہ اکبر۔۔۔۔۔ اللہ اکبر اٹھتے ہیں ان دونوں کو دیکھ کر میں ان کے تیسرے ساتھی کو بھی دیکھنا چاہتی ہوں اور میری نظر گیلری کے دروازے کی طرف اٹھتی ہے جس میں سے باہر آ کر ابا میاں اس چبوترے پر بیٹھ جاتے تھے۔

لیکن وہ دروازہ بند ہے ابا جان کا کمرہ مقفل کر دیا گیا ہے۔

یہ کھانے کا کمرہ ہے کھانے کی میز پر ابا جان کا بریکفاسٹ کا سامان اسی طرح لگا ہوا ہے اور گو میں نے کل سے کھانا نہیں کھایا ہے ابا جان نے کہیں اس فکر میں نوکر نہیں دوڑائے کہیں ٹیلی فون نہیں کیے۔

برساتی میں اولڈ رموبیل سکون سے کھڑی ہے

بی بی! آج 10 اپریل ہے کل سے آپ ڈیوٹی پر آجائیے۔

بی بی! آج آپ کہاں جارہی ہیں کیا پہنا ہے آکر دکھلائیے

افوہ! جناب آج آپ نے جلیبیوں والے بالے پہنے ہیں کسی فینسی ڈریس کی تیاری ہے؟

آج رات کو آپ کا ڈرامہ کے بجے ہے میں اس کو سننے کی خاطر کہیں باہر نہ جاؤں گا

بی بی! آپ کو اقبال کو سمجھنے کا سخت دعوے ہے آیئے ذرا ''اسرار خودی'' کے یہ اشعار تو پڑھیے

ابا جان ہم کالج ڈے کے موقعے پر ''کوالٹی اسٹریٹ'' اسٹیج کررہے ہیں

ابا میاں اپنا خوبصورت گرے سوٹ پہنے کار سے اتر کر نکلسن ہال کی سیڑھیاں چڑھتے ہیں کالج کے پورچ میں داخل ہو کر مسز داس سے باتیں کررہے ہیں کوریڈور میں سے گذرتے دوسرے مہمانوں اور فیکلٹی کے ساتھ ڈرامے کے اوڈی ٹوریم کی طرف آرہے ہیں ان کے ہاتھ میں پروگرام ہے جسے بار بار دیکھ کر ان حصوں کو دوبارہ پڑھتے ہیں جہاں میرا نام ہے۔

ابا جان ریڈیو کے پاس گرم ڈریسنگ گاؤن اور کمبل میں لپٹے میں کوئی مباحثہ یا ڈرامہ سن رہے ہیں آپ کی بحث کے نکتے شروع سے آخر تک غلط تھے جب میں

ریڈیو اسٹیشن سے واپس آتی ہوں تو وہ خفگی سے کہتے ہیں آپ طالب علم حضرات دوسروں کے مسائل کا حل سوچتے ہیں اور خود ایک مسئلہ بنتے جا رہے ہیں۔

کرسمس یا گرما کی تعطیلات میں تینوں بھائی تینوں میں سے کسی ایک کے گھر پر جمع ہیں سارے گھر کو بچوں کی تفریحات اور اودھم کے لئے چھوڑ کر باغ میں سن شیڈ کے نیچے انہی بچوں کے مستقبل کے لئے اسکیمیں بنائی جا رہی ہیں زمینداری کی خاندانی مقدمہ بازیوں کا تذکرہ ہو رہا ہے شعر و شاعری پر بحث ہوتی ہے "ہم سب آپ حضرات کو اپنی فینسی ڈریس پارٹی میں مدعو کرنا چاہتے ہیں" بیجد سنجیدگی سے ہم لوگ جا کر ان سے کہتے ہیں آپ حضرات مع اپنی بیگمات کے تشریف لائیے اور اگر اونٹ یا بہلی پر بیٹھ کر آئیے تو زیادہ مناسب ہے۔۔۔۔ چچا میاں عرب شیخ بنے ہیں ابا میاں سے نرسری کی نظمیں سنوائی جا رہی ہیں۔

سو جاؤ تھوڑی دیر کے لئے سو لو۔۔۔۔ سو میشوری موسی جھک کر پھر رسان سے کہتی ہیں

ابا جان کا کمرہ بند کر دیا گیا ہے الماریاں مقفل کی جا رہی ہیں ضروری کاغذات مختلف دروازوں میں سے نکال کر مونچھوں والے وکیل صاحب کو دیئے جا رہے ہیں یا ترتیب سے علیحدہ رکھے جا رہے ہیں۔

یہ تکب خانہ ہے جس میں دنیا کی پانچ زبانوں کے ادب کی بہترین کتابیں جمع کی گئی ہیں یہ کتابیں عمر بھر کی تلاش، تحقیق، جستجو اور شوق کا ماحصل ہیں، ترکی، عربی، فرنچ اور فارسی کی ان پرانی اور نئی کتابوں کو پڑھنے اور سمجھنے والا اب کوئی نہیں ہے یہ اسی طرح ان الماریوں میں رکھی گئی ہیں یا کسی قومی لائبریری کو تحفہ دے دی جائیں گی اس موجودہ دنیا میں کتابوں کے اس انبار کی کوئی جگہ نہیں ہے۔

اس دراز میں ابا میاں کی تصنیفات کے نامکمل مسودے پڑے ہیں یہ ''طارق'' ہے جس کا ترجمہ ابا جان مجھ سے لکھوا رہے تھے یہ ابن موسیٰ ہے جس کا ایک باب انہوں نے پچھلے ہفتے مکمل کیا تھا کس طرح وہ ترکی پڑھتے پڑھتے اسی وقت روانی سے اس کا ترجمہ اردو میں لکھواتے جاتے تھے ٹہلتے ٹہلتے وہ قالین پر کہیں ٹھٹھک جاتے اور سگار کی راکھ جھٹک کر ایک لمحے کے لئے غور سے فرش کو دیکھتے ہوئے کچھ سوچتے اور پھر بولنا شروع کر دیتے اتنی دیر میں بور ہو کر ادھر ادھر دیکھتی رہتی یا بھاگ جانے کی ترکیبیں سوچتی ''ابا جان اب باقی کل۔۔۔۔۔ابا جان ابھی مجھے ذرا میرا کے ہاں جانا ہے۔''

''بہت اچھا کل اگلا ایکٹ لکھیے گا'' وہ خوشی سے کہتے

ان منتشر کاغذوں پر ابا جان کے گاہے گاہے پنسل سے لکھے ہوئے اشعار ہیں جن میں سے بہت سے مٹ چکے ہیں میں فرش پر بیٹھ کر بے خیالی سے ان کے کاغذوں کو دیکھ رہی ہوں

یہ غالباً کسی آل انڈیا مشاعرے کی صدارت کے موقع کی نظم ہے۔

کیوں مجھ کو کیا ہے صدر مجلس
کیوں مجھ کو عطا ہوئی یہ جاگیر

جب دیکھئے تخت پہ ہوں بیٹھا
منبر پہ ہو جیسے واعظ پیر

صد شکرز سعی نوجواناں

یک قصر ادب شدست تعمیر

بزم ادب جدید کی اب
افکار جدید سے ہے تنویر

اس بزم میں ایک ادیب کہنہ
کیوں لائے ہیں آپ ہر تشہیر

رسم اس کہ مالکان تحریر
آزاد کنند بندہ پیر

چندہ اور اشعار ہیں جو ایک دوست کے حیدر آباد دکن جانے پر کچھ عرصہ قبل لکھے ہیں۔

اللہ نے کیا ہے تمہیں صاحب نفوذ
اور شاہ نے کیا ہے رعایا کا پاسباں

کوشش یہ ہو کہ خلق خدار کار ہے خیال
اور یہ نہ ہو، تمہاری جبیں شہکا آستاں

وہ فاتح قلوب دلوں کا وہ حکمراں
پرچم ظفر کا کھول کے ہوتا ہے پھر رواں

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
2002-2006

ہندوستاں کے بعد ہے فتح دکن کا عزم
نصرت تمھیں نصیب ہو احمد سعید خاں

اور یہ ''کعبے کے سامنے'' ہے

آوارہ گرد آج ترے در پہ ہے کھڑا
اللہ کیا کشش ہے ترے آستانے میں

تشکیک و شبہ دشمن ایمان ہی رہے
سنتا ہوں دل کا چین ہے تیرے خزانے میں

وقت کے ساتھ جو کچھ ان پر گذرا، ان کی پاکیزہ سرشت، شرافت نفس اور کڑھی ہوئی شخصیت نے حیات کے جن رنجوں، جن کیفیتوں کا تجربہ کیا اور سہا ان کی مختلف طریقے سے آئینہ دار یہ منتشر نظمیں ہیں جو انہوں نے کبھی کبھی لکھ کر بے پروائی سے ڈال دیں۔

یہ نظم چند سال قبل انہوں نے اپنی عزیز ترین بھتیجی کی شادی پر لکھی ہے جس بھتیجی کے ذہن، اور قابلیت کے ذکر پر وہ دلی مسرت اور فخر کے بے پایاں احساس کے ساتھ کھل اٹھتے ہیں۔۔۔۔

چناں بر زمیں زہرہ آمد ز چرخ
خمید و چمید و دمید و رمید
چو رسیلرم ازوے حالت چہ گفت
چرا من نہ رقصم بطرز جدید

زبس منتظر بودم ایں روز را
ز الطاف حق آخر آمد پدید

یقیناً ابا جان ان دنوں بے حد خوش ہیں اس چہیتی بھتیجی کے لئے انہوں نے یہ بھی لکھا ہے ۔۔۔۔ ان اشعار سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ایک بزرگ نے اپنے بچوں کو مخاطب کیا ہے بلکہ لگتا ہے کہ ایک دوست نے دوسرے دوست کے لئے دلی خوشی اور ذہنی رفاقت کے احساس کے ساتھ یہ سب لکھا ہے۔

آج نقیب گلعذار، کہہ یہ رہا ہے بار بار
اس پہ کروں گا نالشیں، شیخ حرم ہو ہوشیار

توبہ شکن ہے مے فروش، چار طرف ہے ناؤ نوش
شرع مبیں کا کس کو ہوش، کیوں نہ ہوں میں بھی میگسار

گرچہ رہا میں غم بدوش، آہ نہ کی رہا خموش
کعبہ دل سیاہ پوش، جان حزین سوگوار

آج مگر وہ آ گیا، خانہ دل بسا گیا
روح پہ میری چھا گیا، آج میں ہوں بختیار

مجھ کو خوشی ایک اور ہے، لانا تو ایک جام مے
تخت کیاں و تاج کے، ایسی خوشی پہ سب نثار

بنت نصیر نکتہ داں، صاحب علم بیکراں
مایہ ناز دختراں، علم و حیا کی تاجدار

ملک وفا کا تخت و تاج، اس کو ملا بہ ایں قرار
اس کا نصیب کامگار، اس کا زمانہ سازگار

کیونکہ ابا میاں اپنے بچوں کے دوست اور رفیق ہیں ان کے ذہنوں اور ان کے احساسات کو سمجھتے ہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ دنیا ان بچوں کو اس طرح نہ سمجھ سکے گی۔

میز کی نچلی درازوں میں وہ پرانے البم پڑے ہیں جن کی تصویروں کا رنگ مدھم ہو چکا ہے ابا جان جو ایم اے او کالج کے ذہین ترین اور سب سے زیادہ ویل ڈریسڈ طالب علم سمجھے جاتے ہیں یکی بارک کے سامنے، یونین کے پریذیڈنٹ کی حیثیت سے آزملڈ اور موریسن کے ساتھ بیٹھے ہیں پہلی جنگ عظیم سے قبل کے یورپ کے مختلف دارالسلطنتوں کے سفارت خانوں کی سیڑھیوں پر، اٹنگے سوٹ پہنے، بے حد سنجیدہ شکلوں والے انسانوں کے ساتھ کھڑے مسکرا رہے ہیں وی آنا اور بوڈاپسٹ کے باغوں میں کرسیوں پر بیٹھے ہیں اور پیچھے فوارے چل رہے ہیں آس پاس، عجیب وغریب پرانے فیشن کے کپڑوں میں ملبوس آدمیوں اور خواتین کے گروہ ہیں یہ استانبول ہے یہ اناطولیہ ہے، یہ 1907 اور 1908 کا زمانہ ہے قسطنطنیہ میں یہ ابا جان کی چھوٹی سی گمنام شاگرہے اس میں ترکی کے نئے نوجوان ادیبوں، نوجوان دیوانوں کا مجمع رہتا ہے یہ شاندار خوبصورت سفید رنگت والا

عجیب وغریب ہندوستانی نوجوان جو اتنے دور دراز کے **ملک** سے یہاں آیا ہوا ہے اپنی جان کا خطرہ مول لے کر اپنی شاطو میں ان سر پھرے انقلابیوں کو مہمان رکھتا ہے جن کی گرفتاری اور جلاوطنی کے لئے حکومت عثمانیہ وارنٹ جاری کر چکی ہے اس انوکھے نوجوان نے ترکی زبان کا ایک تخلص یلدرم اختیار کر رکھا ہے اور اس نام سے وہ اپنے **ملک** کے رسالوں کے لئے عجیب وغریب کہانیاں اور خواتین کی آزادی کے لئے شعلہ ریز مضامین یہاں سے لکھ لکھ کر بھیجتا رہتا ہے اپنے دیوان پر بیٹھے بیٹھے اور قہوے کے فنجان ختم کرتے ہوئے یہ ان آئندہ زمانوں کے خواب دیکھتا ہے جب اس کے **ملک** میں بھی اسی طرح انقلاب کو خوش آمدید کہنے والے پیدا ہوں گے جب وہاں کی خواتین کو بھی عزت نفس کا احساس پیدا ہوگا روس کا انقلاب ابھی بہت دور ہے ایران ابھی تک قرون وسطی میں کھویا ہوا ہے قزوین کی زرین تاج کو ایرانی یاد رکھنا نہیں چاہتے ہندوستان میں اکبر الہ آبادی لوگوں کو ہنسا کر رلانے میں مصروف ہیں اور قسطنطنیہ کی اس گمنام شاطو میں یہ لوگ عجیب وغریب اصلاحات نافذ کرنے کی اسکیمیں بنانے میں محو ہیں ینگ ٹرگ پارٹی کا پہلا جلسہ اس شاطو میں منعقد ہو رہا ہے ان سب کا میزبان، یہ انوکھا ہندوستانی بچوں کی طرح اکسائیٹڈ اور خوش ہے سلطان کے جاسوس مکان کے چاروں طرف گھوم رہے ہیں ترکی تخلص والا یہ ہندوستانی اپنی شدید امید آفرینی، شدید خود اعتمادی کے ساتھ، کسی شہرت، کسی صلے کی مطلقاً تمنا نہ کرتے ہوئے چپکے چپکے ترکی کے انقلاب کے لئے کام کر رہا ہے۔۔۔۔۔ترکی سے یہ کیسا والہانہ عشق ہے، کیسی روحانی، قلبی اور ذہنی کشش ہے۔ یہ عشق، یہ کشش آخر تک باقی ہے اور اسی شدت سے زندہ ہے۔۔۔۔۔ یہ نامق کمال جسے کی جلدیں ہیں یہ جمہوریت اور ادیا نش

کے فائل ہیں یہ جنرل فخری پاشا کے خطوں کے لفافے ہیں۔۔۔۔۔ابا جان علی گڑھ کے اسٹریچی ہال کے ڈائس پر نہایت رواں، شگفتہ اور شستہ ترکی میں خالدہ ادیب خانم کا خیر مقدم کر رہے ہیں ان کی ابتدائی تحریروں کو سراہ رہے ہیں خالدہ ادیب خانم اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کا شکریہ ادا کر رہی ہیں لیکن تقریر کے دوران میں وہ یہ بھی کہتی ہیں کہ وہ اپنے پچھلے ادبی اسٹائل سے اب تائب ہو چکی ہیں اور اسے محض ایام جہالت کی یادگار تصور کرتی ہیں ابا جان خاموش رہتے ہیں ۔۔۔۔۔''

ہالدہ ہانم کو کیا پتہ کہ ان کی ایام جہالت کی باتوں نے کیا شگوفے کھلائے پھر غلط بحث سے کیا حاصل سوال یہ نہیں ہے کہ ہالدہ ادیب کو کیا پسند ہے اصل یہ ہے کہ میں کیا پسند کرتا ہوں' وہ بعد میں کہتے ہیں یہ 1935ء ہے دنیا یکسر بدل چکی ہے اس کے باوجود 1908ء کے اس انقلابی کے دل و دماغ کی اقدار نے زندگی کے گھٹیا پن سے معاہدہ کرنا نہیں سیکھا ہے۔

ابا جان کو انت سمے تک انسانیت کی آخری اچھائی پر اعتماد رہا ہے یہ ان کی آخری نظم ہے جو انہوں نے چند ماہ قبل لکھی ہے جس میں انہوں نے ایک غمزدہ دوست کو مخاطب کیا ہے:

نہ مرنے کی کرنا کبھی آرزو
شکستہ نہ کر اپنا جام و سبو

غرض زاہدی یہ نصیحت سنو
جیو، گرچہ جینے میں غم ہی سہو

مگر کر رہا ہے جو یہ وعظ و پند
نہیں خود نصیحت پہ وہ کار بند

وہ دنیا سے نومیدو بیزار ہے
غم و رنج کا اس پہ انبار ہے

وہ قلب حزین و دل درد مند
وہ سوز دردن و فغان بلند

شب و روز صبح و مساتلخ کام
چہ خوش دادہ ام زندگی را نظام

ابا جان نے آج تک اپنے کسی رنج یا مایوسی کا اظہار نہیں کیا ہے۔ اپنی جسمانی اور روحانی ہر تکلیف کو نہایت خاموشی اور بہادری کی شان کے ساتھ برداشت کیا ہے۔ لیکن ان اشعار کو، انہوں نے ختم ہونے سے چند روز پہلے، اپنے ایک دوست کو بتانا چاہا ہے کہ وہ زندگی سے خوش نہیں رہے۔ کتنے کم لوگوں واس بات کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ دنیا میں ایسے اعلیٰ نفس انسانوں کے لئے بالکل جگہ نہیں لیکن ابا جان کی خود اعتمادی شروع سے آخر تک قائم ہے۔ وہ اسی طرح بشاشت سے گنگناتے رہتے ہیں گولف کھیلنے جاتے ہیں دوسروں کی چھوٹی چھوٹی مسرتوں میں شریک رہتے ہیں ہر وقت ان کو اس کا خیال رہتا ہے کہ ان کی وجہ سے کسی اور کو معمولی سا رنج بھی نہ پہنچے۔ ان کو سمجھنے والے بہت کم ملے ہیں۔ لیکن وہ کسی سے اس کی

شکایت کرتے نہیں پائے گئے زندگی سے ان کو جو توقعات رہی ہوں گی اور انسانوں کی طرف سے ان کو جو مایوسیاں ہوئیں ان کی فہرست بنا کر انہوں نے کبھی کسی کو نہیں سنائی۔

میں فرش پر بے دھیانی سے بیٹھی ان کاغذات کو الٹ پلٹ رہی ہوں ان کاغذوں، ان الفاظ میں اب کیا رکھا ہے۔ میں سوچنے کی کوشش کرتی ہوں ابا جان شروع سے آخر تک وجود کی ایک سطح پر زندہ ہے۔ اسی شدت سے انہوں نے زندگی کے بے پایاں حسن، بے پایاں اداسی، بے پایاں ابدی مسرت کا اندازہ لگایا وہ آخر وقت تک، پرسوں رات تک، 1908ء کے نوجوان رہے۔ انہوں نے ہمیشہ اپنے زمانے سے پچیس سال آگے سوچا اور آخر وقت تک اپنے آپ کو دنیا کے اس ہجوم میں بالکل تنہا پایا۔

میں کاغذات کی ورق گردانی کر رہی ہوں یہ ابا جان کا خطبہ صدارت ہے جو انہوں نے ہندوستانی اکیڈیمی کے سالانہ اجلاس کے موقع پر 36ء میں الہ آباد میں پڑھا اس طویل خطبہ صدارت کو ابا میاں نے امیر کے اس شعر پر ختم کیا ہے:

امیر جمع ہیں احباب درد دل کہہ دے
پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے

میں فرش پر سے اٹھتی ہوں میں نے کاغذات سمیٹ دیئے ہیں۔ یہ کمرہ بند کر دیا جائے گا۔ ان بیکار چیزوں سے اس جذباتی لگاؤ کا کوئی حاصل نہیں باہر، نیلی گھاس میں چھپی ہوئی مٹی اور نم اور خنک ہے اور آوارہ ہوائیں ادھر ادھر منڈلاتی پھر رہی ہیں۔

سو جاؤ، بھول جاؤ۔۔۔ سو جاؤ۔۔۔ اسٹیلا عباسی مخملیں سلیپر پہنے، نیلے

ہاؤس کوٹ میں ملفوف، ہاتھ میں شمعدان لئے دبے دبے پاؤں رکھتی آہستہ آہستہ اپنے کمرے کی طرف جا رہی ہے۔

علی نے برساتی کی سیڑھیوں پر بیٹھے بیٹھے پینتالیسواں سگرٹ جلایا ہے اور پوری طرح آنکھیں کھول کر سامنے باغ کی تاریکی کو غور سے پہچاننے کی کوشش میں مصروف ہے۔

دودھ والے کی گاڑی حسب معمول ندی کے راستے پر سے شور مچاتی کہرے میں سے نکل کر باورچی خانے کے پھاٹک کی طرف آتی ہے۔ سڑک پر جامنوں کے نیچے بیل گاڑیاں کھڑی ہیں جن پر فالتو سامان اور فرنیچر لاد کر گوپال پور کی طرف روانہ کیا جا رہا ہے یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں تصویریں، کتابوں سے بھرے ہوئے ٹب، پرانے جھاڑ فانوس جو ایک جگہ سے دوسری جگہ ہٹائی جاتی ہیں تو ان کے ساتھ ایک بیکار سا ترحم چپکا رہ جاتا ہے شاگرد پیشے کے پچھواڑے زمین نم ہے اور فضا میں کھاد اور بھوسے کی مہک ہے۔ میں نے جنگلے کی ٹھنڈی لکڑی پر سر رکھ دیا ہے مجھے یہ جگہ، یہ جنگلہ ہمیشہ سے پسند ہے لہٰذا میں کچھ دیر یہیں ٹھہروں گی میں خود کو بتاتی ہوں۔

گھر سرو کے درختوں میں چھپا ہوا، ہمیشہ کی طرح خاموش، باوقار اور پرسکون اپنی جگہ پر موجود ہے ہولی ہوکس اور سوئیٹ پیز کھل رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆

فصل سوم

28

برآمدے میں لیلئے سہ پہر کی چاۓ کے انتظام میں منہمک تھی۔ سامنے گنگا کی لہروں پر سنہری سی دھند بکھرتی جا رہی تھی کیا اس کو اس بات کا رنج ہے کہ اس کی زندگی میں کبھی کرتی غیر معمولی بات نہیں ہوئی۔ میرا نے برآمدے کی سیڑھیوں پر آتے ہوئے سوچا کہ اس کی زندگی انتہائی غیر ڈرامائی گذری ہے کہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جسے یاد کر کے وہ اداس ہو سکے۔ کوئی فرانس سے لکھے ہوئے خطوط، کوئی پرانی یادگاریں، اس کی وجہ سے کسی شوہر نے اپنی بیوی کو نہیں چھوڑا کوئی ایک گھر بھی برباد نہیں ہوا، اس نے کبھی کلب میں کسی سے اس وقت رین ڈے دو نہیں کیا جبکہ اس کے والد برج کے کمرے میں مصروف تھے۔۔۔۔ اور اپنی ان ویک اینڈ کی پارٹیوں میں کیسی شدید دلچسپی کا اظہار کرتی ہے کتنی طمانیت سے پیالیوں میں چا رانڈیل رہی ہے یہ برآمدہ اس وقت ایک مکمل تصویر ہے ایک مکمل لمحہ جبکہ وہ سب روش پر سے گذرتے چاۓ کے لئے ادھر آ رہے ہیں۔۔۔۔ ایک دائرہ محض ایک دائرہ

شیلا، ہری، راحیل اور میری پیاری بہن میرا نلنی۔۔۔ ارون نے ٹینس کورٹ کی بنچ پر سے جمائی لے کر اٹھتے ہوئے دیکھا ابھی یہ سب ان زرد پھولوں کے پیچھے برآمدے میں بیٹھ کر چاۓ پئیں گے پھر برج کھیلیں گے۔

''ارون'' میرا کی آواز آئی

''آتا ہوں بھائی''۔۔۔ ارون نے جواب دیا کسی طرح ان سب چیزوں کو ایک جھٹکے سے ختم نہیں کیا جاسکتا؟ اس سارے چکر کو وہ غصے سے چیونٹے جو ٹینس

کورٹ کی سطح پر ایک قطار میں چل رہے تھے۔ان کو اپنے بوٹوں سے رگڑنے میں مصروف ہو گیا۔

''کرنل راجونش۔۔۔''برآمدے میں سے ہری نے پکارا

''کرنل راجونش۔۔۔''روش پر سے اس کے نزدیک آ کر گویا مذاق اڑاتے ہوئے میرانلنی نے دہرایا۔

''یہ ٹھیک ہے''اس کے ذہن نے جھنجھلا کر کہا''میں کرنل راجونش ہوں میں بھی ان سب میں اس منظر میں شامل ہوں''۔۔اس نے غصے سے ایک اور چیونٹے پر پیر رکھا۔

''لیلا''اس نے کچھ اپنے آپ سے کچھ میرا سے کہا

''فوہ۔۔۔ون ٹریک مائنڈ''۔۔۔۔میرانلنی نے سر ہلا کر غصے سے کسی پروفیسر کی طرح جواب دیا۔۔۔''تم کو شرم آنی چاہئے ارون کمار راجونش''

ارون نے چار پانچ چیونٹے اور رگڑ ڈالے

''کیوں مار رہے ہو ان کو''۔۔۔میرا خفگی سے چلائی

''لیلا کچھ سوچ کیوں نہیں سکتی''۔۔۔۔ارون نے اسی خفگی سے چلا کر جواب دیا

''تم ہر جاندار کو اپنے ذہن اور اپنے محسوسات کی سطح پر پہنچا کر مار ڈالنا چاہتے ہو میں انسان''۔۔۔میرا نے غصے سے اسے دیکھ کر کہا

ارون نے بنچ پر سے کھڑے ہوتے ہوئے چیونٹوں کی اوپر چڑھتی قطار کو بوٹ کی لوک سے پھر نیچے گرا دیا۔۔۔

''مت مارو چیونٹے''۔۔۔۔میرانلنی نے شدید رنج، غصے اور نفرت بھری

آواز میں کہا

''مجھے پتہ نہیں تھا میری پیاری، گڑیا ایسی بہن کہ تم جین بھی ہو''۔۔۔۔۔

ارون نے طنزیہ آواز میں اداسی سے کہا

وہ دونوں روش پر سے گذرتے ہوئے برآمدے کی سمت چلے گئے

خدا کرے لیلاٰ بلگرامی میں سوچنے کی صلاحیت کبھی پیدا نہ ہو۔۔۔۔وہ ہمیشہ اس برآمدے کے منظر سے اسی طرح وابستہ رہے۔۔ سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے میرا نے دل میں کہا اور جھنجھلا کر اپنے بھائی کو دیکھا۔

''سنو۔۔۔۔لیلاٰ''۔۔۔۔ارون نے گنگا کی لہروں میں ایک پاؤں رکھتے ہوئے کہا۔۔۔۔''یہ سب بکواس ہے یہ جو کچھ ہو رہا ہے، یہ سب یہ پارٹیاں جو تم ہر ہفتے دیتی ہو جس میں لکھنؤ سے یہ تمہارے عزیز دوست یہاں آتے ہیں تمہاری ساریاں اور تمہارے برآمدے کے زرد پھول مجھے ان سب چیزوں سے سخت تکلیف پہنچ رہی ہے یہ سب مور بڈٹی ہے''۔۔۔۔۔اس نے ہمیشہ کی طرح ایک اور طویل لفظ استعمال کیا ''موربڈٹی۔۔۔۔یعنی کہ۔۔۔یعنی کہ''۔۔۔۔اس نے لفظ کا مطلب سمجھانا چاہا۔۔۔۔''جہنم میں جائیں یہ سارے الفاظ۔۔۔۔میں خود نہایت اعلیٰ قسم کی بکواس ہوں۔۔۔۔۔لیکن سنو''۔۔۔۔۔اس نے یکلخت نہایت سنجیدگی سے، رک رک کر کہنا شروع کیا۔۔۔۔''اتنی مدتیں گذر گئیں جب فیض آباد روڈ کی باڑ پر سے اچکتے ہوئے مجھے پہلی بار تم نظر آئی تھیں اس دن کے بعد سے میں نے کتنی بار سوچا ہے کہ ایسا کبھی نہ ہو سکے گا کہ میں اور تم اکٹھے زندگی بتا سکیں تم آتشدان کی آگ کے سامنے، میرے قریب بیٹھی ہو، جبکہ باہر برف گرتی ہو۔'' وہ دفعتہً رک گیا۔

''کرنل راجونش۔۔'' لیلےٰ نے آہستہ سے کہا ''یہاں سے چلے جایئے اور سرلا سے شادی کر لیجئے''

''سرلا۔۔۔۔۔۔یہ ہر موقعے پر بات بے بات کوئی نہ کوئی لڑکی میرے سامنے کیوں پیش کر دی جاتی ہے'' ارون نے بچوں کی طرح چڑ کر پیر پٹکتے ہوئے کہا ''اسی لئے تم اپنے یہاں دنیا بھر کی بور لڑکیوں کو بلا بلا کر پارٹیاں دیتی رہتی ہو۔۔۔۔فوہ۔۔۔۔۔بہت اچھا۔۔۔بیگم صاحبہ'' اس نے اخلاق سے ذرا جھک کر کہا ''اگر آپ رات کو کلب آ رہی ہوں تو مجھے میس میں فون کر دیجئے گا غالباً ہری نے کچھ لوگوں کو مدعو کیا ہے'' اور سیڑھیاں اتر کر لمبے لمبے قدم رکھتا ساحل پر آ گیا۔

گنگا کے اس کنارے کملاری ٹریٹ ہے۔ اس کے آس پاس دور دور تک گھاس کے میدان پھیلے ہیں اور جھاڑیاں چھاؤنی کے فوجی افسروں کے بنگلے دوسرے کنارے پر سے دھند میں جگمگاتے نظر آتے ہیں۔ ان کے برآمدوں پر سرخ اور زرد پھولوں کا سایہ ہے اور آگے ٹینس کورٹ ہیں۔ رولر پڑے ہیں پھاٹک عموماً آدھے کھلے رہتے ہیں۔ مال روڈ جو رات کو خاموش ہو جاتی ہے اس پر سے موٹریں گذر کر کلب کی طرف آتی ہیں جو اسی ساحل پر گھنے درختوں میں چھپا ہوا ہے یہ کلب خورد کے نہانے سے یہاں موجود ہے۔

رجب علی بیگ سرور کو جلاوطن عبور دریائے شور کی سزا میں گنگا کے پار بھیجا گیا تھا۔ یا جب امراؤ جان ادا یہاں آئی تھیں۔ اس وقت سلطنت برطانیہ کے فرزند، ایمپائر کی مخصوص آؤٹ پوسٹ پر، اسی کلب کے چبوتروں پر بیٹھ کر اسکاچ سے شغل کرتے تھے۔ وہی انگریز، ذرا مختلف لباس میں، کیونکہ پون صدی گزر چکی ہے اس وقت بھی کلب کے کمروں اور چبوتروں پر جمع اسکاچ سے شغل کر رہے ہیں اور پائیر

پڑھتے ہیں اس پون صدی میں ایمپائر کی ان مختلف آؤٹ پوسٹس کے ماحول میں جتنی تبدیلیاں ہوئیں ان کی وجہ سے وہ کچھ زیادہ خوش نہیں دھندلی آنکھوں سے وہ اپنی وفادار رعایا کو دیکھتیں جو سدھے ہوئے اعلیٰ نسل کے ایسیشن اور فوکس ٹیریر کتوں کی طرح نہایت خوشدلی اور بشاشت سے گھاس کے قطعوں اور کمروں میں ادھر ادھر چل پھر رہی ہے وفاداری کے مدارج میں اتنی ترقی ان دھندلی آنکھوں اور سرخ مونچھوں والے انگریزوں کو بیک وقت محظوظ بھی کرتی ہے اور افسردہ بھی لکھنو کے محمد باغ اور چھتر منزل کی طرح یہ کلب بھی شدید ترین برطانوی اور حاکمانہ قدامت پرستی کی روایات میں ڈوبا ہوا ہے لیکن اب ان اکے دکے ہندوستانی ممبروں کی موجودگی کو برداشت کرنے کی عادت سی ہوگئی ہے جو فوج اور سول سروس کے افراد ہیں یا شہر کی ملوں کے مالک ہیں یہ شہر ایشیا کے عظیم ترین صنعتی مرکزوں میں شمار کیا جاتا ہے ڈھائی لاکھ مزدور مرد اور عورتیں اس کے کارخانوں میں کام کرتے ہیں سارے صوبے کے کسان، جب بے دخل کر دیئے جاتے ہیں یا مہاجن ان کی زندگی اجیرن کر دیتا ہے یا زندگی میں کسی ایڈونچر اور رنگینی کے خواہاں ہوتے ہیں تو اس شہر کا رخ کرتے ہیں اور دور سے کملاری ٹریٹ کے طلسمات کا نظارہ کرتے ہیں جو شہر کے عظیم ترین میگنیٹ سر پدماپت سنگھانیا نے اپنی بیوی کی خاطر بنائی ہے اس کے بعد وہ باقی ڈھائی لاکھ کے ہجوم میں داخل ہو جاتے ہیں اور اپنی ہری زمینوں کو واپس جانا انہیں کبھی نصیب نہیں ہوتا۔

ویسے زندگی میں بڑی گہما گہمی ہے کملاری ٹریٹ کے علاوہ یہاں جے پی سری واستوا کا مکان بھی خاصے کی چیز ہے۔ پھر پولو گراؤنڈ ہے چھاؤنی کے شاندار میس ہیں سرخ مونچھوں والا انگریز جو ایک صدی پہلے، جان کمپنی یا ملکہ معظمہ کے

احکامات بجالانے کے سلسلے میں لکھنو سے گنگا پار آتا تھا اور اس چبوترے پر بیٹھ کر اسکاچ پیتا تھا۔ اس وقت نم آلود آنکھوں سے ان مناظر کو دیکھ رہا ہے شدید نوسٹیلجیا کے ساتھ وہ ان زمانوں کو یاد کرتا ہے جب گھاس پر سفید سائے اور سفید ٹوپیاں پہنے اس کی ہم قوم خواتین اپنے گیلنٹ مداحوں کی تعریفیں قبول کرتی تھیں۔

ریاض جو جانے کس طرح ہر جگہ اپنے آپ کو موجود پاتا تھا، چبوترے کی کرسی پر سے اٹھا کل صبح وہ ایک سرکاری کانفرنس میں شرکت کے لئے دلی سے یہاں آیا تھا آج رات کو وہ یہاں سے لکھنو جا رہا ہے وہ تیسری بار لکھنو جا رہا ہے وہاں بہت سی چیزیں جو اسے اپنی طرف کھینچتی ہیں وہی چیزیں اسے ری پیل بھی کرتی ہیں۔

لیکن اسے بہر حال زندہ رہنا ہے اسے لکھنو میں ایک اور سرکاری میٹنگ میں بھی بہر حال شمولیت کرنی ہے۔

وقت گذارنے کی خاطر وہ اخباروں کی میز کی جانب گیا

''آپ۔۔۔۔۔ آپ ریاض الدین احمد ہیں۔۔۔۔۔؟'' ایک لڑکی نے جو دوسری طرف کھڑی تھی یکلخت گھبرا کہ پوچھا

''جی ہاں۔۔۔۔؟!'' اس نے متعجب آواز میں جواب دیا

''میرا مطلب ہے۔۔۔۔۔۔ معاف کیجئے گا۔۔۔۔۔ بہت دنوں سے یہاں کوئی سے لے بریٹی نہیں آیا۔ وہ زیادہ تر دریا کے پرے رہتے ہیں اور پولو کھیلتے ہیں اور ایک دوسرے کو ایڈ مائر کرتے ہیں صرف شام کو یہاں آ کر چپس ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو اور زیادہ ایڈ مائر کرتے ہیں۔۔۔۔۔ آپ۔۔۔۔ آپ کیا بیگم بلگرامی سے ملنے آئے ہیں۔۔۔۔؟'' لڑکی نے کہا

''جی نہیں۔۔۔۔۔۔ وہ کون ہیں؟''

’’میں نے، میں نے دراصل راحیل بلگرامی سے آپ کا ذکر سنا ہے۔ راحیل میری رفیق کار ہے۔ ہمارا سینٹ جان ایمبولینس کا میس یہاں سے قریب پر ہے میں اس وقت ٹھنڈی ہوا کی خاطر ادھر نکل آئی ہوں راحیل آپ کا ذکر کرتی تھی کہ آپ بہت مشہور اور قابل آدمی ہیں گویا آپ بھی سے لے بریٹی ہیں ایک طرح کے۔۔۔‘‘ اس لڑکی نے ذرا ہنس کر کہا

’’اس وقت وہ سب مشہور اور قابل لوگ کہاں گئے ہوئے ہیں جن کا آپ نے ذکر کیا۔۔۔؟‘‘ ریاض نے میز کے کنارے پر بیٹھتے ہوئے بھنویں اٹھا کر دریافت کیا

’’ہاہا‘‘۔۔۔۔۔لڑکی پھر ہنسی۔۔۔۔۔۔’’وہ سب غالباً پولو کے لئے گئے ہیں! آپ ان کا انتظار کیجئے گا۔۔۔؟‘‘

ریاض نے ایک اخبار اٹھایا لڑکی نے بے دھیانی سے کھڑکی کے پاس چلی گئی ریاض نے دیکھا کہ وہ ایک معمولی سی، عام سی لڑکی تھی جس نے ہلکے بادامی رنگ کی ساری پہن رکھی تھی اور بالوں کو ایک انبار میں جمع کر کے دو کانٹوں کے ذریعے لپیٹا ہوا تھا۔ اس لڑکی کے غیر اہم بے ضرر اور پر سکون سے وجود کے احساس سے اسے راحت سی محسوس ہوئی۔ اس نے اس کا نام دریافت کرنے کی ضرورت نہ سمجھی اور نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھتا رہا۔

’’وہ کرنل بلگرامی ہیں جو ابھی گھوڑے پر سے اترے‘‘ لڑکی نے کھڑکی کے باہر نظر ڈال کر کہا’’ ان کی بیگم اس وقت یہاں کی سب سے زیادہ ہر دلعزیز میزبان ہیں آپ کو ان ہی سے ملنا ہے نا۔۔۔۔۔؟‘‘

’’میں یہاں کچھ دیر خاموشی سے بیٹھ سکتا ہوں۔۔۔۔۔۔؟‘‘ ریاض نے کہا

لڑکی جھجک کر چپ ہوگئی

''بیگم بلگرامی ۔۔۔'' ریاض نے مسکرا کر کچھ دیر بعد بات کی'' کیا وہ بھی بہت سے لے برٹیڈ ہیں ۔۔۔۔؟''

''جی ہاں ۔۔۔ ایک طرح سے ۔۔۔۔۔ ان کی ساریاں ۔۔ آپ کو ان کی ساریاں دیکھنی چاہئیں ۔۔۔۔'' اس نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی اور پھر وہ لاؤنج کے پردوں میں غائب ہوگئی اس کے بعد ریاض نے اس لڑکی کو پھر کبھی نہ دیکھا وہ معمولی سی لڑکی جس کا اسے نام بھی معلوم نہ تھا۔

ارون ساحل کی طرف سے اتار دکھائی دیا۔ کلب کے برآمدے میں پہنچ کر اس نے ریاض کو ایک نگاہ غلط انداز سے دیکھا اور ایک کرسی پر منہ لٹکا کر بیٹھ گیا۔ یہ ارون اب تک اس وقت سے دس اور پندرہ سال پہلے کا، دہرہ دون اور پورٹ بلیر کا ارون تھا۔ کائنات کی گونج جو چاروں اور پھیلی ہے اس میں وہ بالآخر ڈوب جائے گا ۔۔۔ وہ مقید ہے وہ محسوسات کے اس تیز بھنور میں اتنے برسوں سے اکیلا ڈول رہا ہے لیلے کو اپنی اور کھینچ کر وہ اس بھنور سے نکلنا چاہتا تھا لیکن لیلے اسے اوپر کھینچنے کی بجائے اس کے ساتھ اس گرداب میں زور سے آن گری ہے اور اس سے الگ الگ لہروں پر تیر رہی ہے اس نے نظریں اٹھا کر دریچے کے باہر گنگا کی موجوں پر نظر ڈالی۔

''کرنل راجونش ۔۔؟'' ریاض نے اخباروں کی میز پر سے پرسکون آواز میں سوال کیا ۔۔۔

''جی ہاں ۔۔۔'' ارون نے بید کی کرسی پر سے اٹھ کر ریاض سے ہاتھ ملایا اور پھر بیٹھ کر ہرے قالین پر ٹانگیں پھیلا کے اپنے جوتوں کو دیکھنے لگا

''یہ کچھ ہوا نا۔۔۔۔'' دو خواتین دریچے کے نیچے سے آہستہ آہستہ تبادلہ خیالات کرتی گذریں۔۔۔۔۔''سوسائٹی میں کچھ تو جان پیدا ہوئی اس جمود میں کچھ ہلچل مچی۔۔۔زینب عباسی سے پرسوں لکھنو میں ملی تھی ان سے پتہ چلا حالانکہ۔۔۔''

''سنا ہے کرنل بلگرامی نے ایریا کمانڈر سے کہا ہے کہ کرنل راجونش کا تبادلہ یہاں سے کہیں بہت دور کا کر دیا جائے''۔۔۔دوسری خاتون نے سرگوشی کا وہی وہم انداز قائم رکھتے ہوئے کہا۔

''اگر کرنل راجونش کہیں بنگور و بنگلور چلے گئے تو لکھنو کانپور تو بالکل سونا ہو جائے گا'' پہلی خاتون بولیں دونوں سائے گھاس پر غائب ہو گئے۔

ارون ہاتھوں پر ٹھوڑی رکھے دریاؤں کی موجوں کو دیکھتا رہا میرے دماغ میں آگ بھر گئی ہے پھر اس نے نہایت وثوق کے ساتھ خود سے کہا میں دراصل ڈرپوک ہوں کمینہ، بزدل، قصہ مختصر یہ کہ چوتا۔۔۔۔کرنل بلگرامی کو چاہئے کہ مجھے ماریں۔۔۔

''آپ آج کل، یہاں کیا کر رہے ہیں کرنل صاحب''۔۔۔۔ریاض نے اخبار بند کرنے کے بعد غیر معمولی اخلاق سے پوچھا

''جی؟۔۔۔۔۔کچھ نہیں۔۔۔فوج میں ملازم ہوں'' ارون نے مختصراً جواب دیا فواد اور ایلمر کا یہی ایک دوست ہے جس سے ملنے کی تمنا مجھے آج تک نہ ہوئی (ارون نے دل میں بے تعلقی سے کہا ان کی اس مشہور و معروف اکڑفوں سے میں تو متاثر ہو نہیں سکتا کم از کم۔۔۔)''میری بہن کہاں ہے؟''۔۔۔۔اس نے لیڈیز روم کی سمت سے آتی ہوں ایک انگریز عورت سے دفعتہً سوال کیا۔

''آپ کی بہن۔۔۔۔؟'' انگریز عورت نے ٹھٹھک کر تعجب سے پوچھا

''ہاں۔۔دنیا میں صرف ایک میرا تلنی ہے اور وہ میری بہن ہے وہ کہاں ہے اس وقت۔۔۔۔۔؟''

''یہ تو آپ کو معلوم ہونا چاہئے کرنل صاحب''۔۔۔۔۔۔انگریز عورت نے ذرا طنزاً جواب دیا وہ ایک عرصے سے ایلمر والفرڈ مکسیٹن سے شادی کرنے کی فکر میں تھی اور ایلمر اس کا نوٹس لینے کے بجائے اس کالی آنکھوں والی سانولی ہندو لڑکی کے لئے نظمیں لکھ لکھ کر وقت برباد کر رہا تھا۔

''مس راجونش۔۔۔۔؟'' کسی اور نے قریب آ کر مودبانہ لہجے میں اس سے کہا'' وہ تو ابھی ہری صاحب کی پارٹی کے ساتھ پولو کے میدان سے نہیں لوٹیں''

اچھا وہ چپ ہو گیا

یہ سب کے سب اپنی اپنی بہنوں کے Fixation میں شدت سے مبتلا ہیں فواد۔۔۔علی اور یہ ارون۔۔۔۔۔ریاض نے دل میں طے کیا۔

''حضور گاڑی کا وقت ہو گیا ہے'' اس کے چپڑاسی نے اندر آ کر اسے اطلاع دی اور ارون کو خدا حافظ کہنے کے بعد (جس کا ارون نے جواب نہیں دیا کیونکہ وہ آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا) باہر آ گے اور کار میں بیٹھ کر اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گیا جہاں اسے ایک بار پھر ان ہی لوگوں کے درمیان لکھنو پہنچنا تھا۔

ایک بڑے کمرے میں ہرمی کی پارٹی کے مہمان ابھی جمع ہونے شروع نہیں ہوئے تھے۔لیکن لیلیٰ آ گئی تھی کرنل بلگرامی اپنے رجمنٹ کے چند دوسرے ساتھیوں کے ساتھ جنگ کے مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے پچھلے برآمدے کی سمت

جا چکے تھے وہ ٹہلتی ہوئی اس کمرے میں آئی جہاں ارون بیٹھا تھا اسے معلوم تھا اسے یہاں ارون نظر آئے گا اسے ارون بے حد پسند تھا اس کو ایک چکر سا آیا اور پھر وہ سنبھل کر اخبار کی میز کے سہارے بیٹھ گئی۔

وہ چپ رہا

لیلےٰ منتظر رہی کہ وہ کچھ کہے لیکن اسے پتہ تھا کہ وہ اس سے خفا ہے اس سہ پہر اس نے ارون کیس اتھ بے حد بداخلاقی کا ثبوت دیا تھا۔

''تم نے وہ اسپیچ تیار کر لی۔۔۔؟'' ارون نے یک لخت سر اٹھا کر اس سے سوال کیا۔۔۔

''کون سی اسپیچ۔۔۔۔؟'' لیلےٰ نے حیرت سے پوچھا

''وہی، جواب تم دینے والی ہو۔۔۔۔۔۔یہ کہ تم کو بڑا افسوس ہے کہ تم کو آج میرے ساتھ بہت کج اخلاقی کا رویہ اختیار کرنا پڑا۔۔۔۔پھر کچھ اپنے فرائض کا ذکر کرو شوہر سے وفاداری، بیوی کی محبت، گھر، بچے، معاشرے کے قوانین وغیرہ۔۔۔میں یہ سوچ کر بہت محظوظ ہو رہا ہوں کہ اب تم مجھ سے کیا کہنے والی ہو گی اگر تم نے میری بہنوں کی طرح ان کے ازابلا تھوبرن کے اوڈٹوریم میں نویل کاورڈ کے کھیل اسٹیج کرنے میں عمر بتائی ہوتی تو تم کو یہ تقریر کرنے میں اور بھی آسانی رہتی۔۔۔'' ارون نے غرا کر کہا

بالکل ساکت ہو کر لیلےٰ اسے دیکھتی رہی وہ کس قدر دلکش تھا

''میں جانتا ہوں کہ تم کو یہ طمانیت ہے کہ صرف میں نہیں ہوں ابھی تمہاری زندگی میں اور بہت سے آئیں گے اور یہ کہ زندگی بھی کیا بڑھیا قسم کا مزے دار ڈرامہ ہے لیلےٰ بیگم مجھے یقین ہے کہ اگر تم نے ہائی اسکول سے آگے پڑھا ہوتا اور

اگر افسانہ نگاری شروع کر دیتیں تو ''زندگی'' کو کیپیٹل ایل سے لکھتیں اور بد نصیب گل و بلبل کا ذکر کیا کرتیں۔۔۔''

''ارون۔۔۔۔۔تم۔۔۔۔کس قدر۔۔۔۔'' لیلےٰ نے سانس روک کر کہا

''کس قدر کے کمینے ہو۔۔۔۔۔'' ارون نے بے حد خوشی سے اس کا جملہ پورا کر دیا ''کمینہ۔۔۔۔یہ ایک ایسا لفظ ہے جو ہم سب مختلف معنوں میں بالکل پورا اتر تا ہے پھر لوگ کہتے ہیں کہ اردو زبان میں وسعت نہیں۔۔۔۔فوہ۔۔۔۔ چلو۔۔۔'' وہ ہرے قالین پر ٹانگیں پھیلا کر کھڑا ہو گیا۔۔۔''چلو شروع کرو اپنی تقریر۔۔۔''

''ارون''۔۔۔۔۔لیلےٰ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے یہ کتنا عجیب انسان ہے۔۔۔''ارون آخر تم کیا چاہتے ہو۔۔۔''اس نے آہستہ سے کہا

''کچھ نہیں'' ارون نے رنجیدہ آواز میں ٹھہر کر کہا۔۔۔''میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ زندگی تمہیں کب تک معصوم رہنے دیتی ہے۔۔۔۔یہ تجربہ بھی کر دیکھو''

لیلےٰ پھیلی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی

وہ ہرے قالین پر دو تین دفعہ بے مقصد ادھر ادھر ٹہلا اور پھر کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا

''سنو لیلےٰ۔۔۔۔''ٹھہری ہوئی آواز میں اس نے آہستہ آہستہ کہا۔۔۔۔۔'' انسان جو دوسرے انسان کو اپنی طرف کھینچتا ہے محض ٹائپ کی غیر شعوری یگانگت کی وجہ سے ہزاروں لڑکیوں سے میں اب تک مل چکا ہوں خود میرے اپنے گروپ میں ایک سے ایک دلکش لڑکیاں ہیں جن کو میں نہایت باعزت طریقے سے اپنی بالکل سگی روحانی بہنیں اور ذہنی رفیق اور قابل اعتماد دوست وغیرہ وغیرہ

سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اب تک کسی نے مجھے اس طرح اپنی اور نہیں بلایا۔ تم اتنی زیادہ کوئی ہیڈی لیمار بھی نہیں ہو۔۔۔۔ نہ مجھے فرانسیسی ناولوں والے شوہروں کا رقیب بننے کا فخر حاصل کرنے کی تمنا ہے۔۔۔۔ فڈل اسٹکس۔۔۔ میں کوئی مابعد الطبیعاتی فلسفہ نہیں بیان کر رہا۔ اس طرح متحیر نگاہوں سے مجھے کیوں دیکھتی ہو بھئی۔۔۔۔ میں تم کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ۔۔۔ کہ تم کو وقت کے ساتھ خود ہی معلوم ہو گا کہ گھر، اور حفاظت، اور جذباتی سکون کی اس تخیلی فردوس سے، جس میں تم خوش رہنے پر خود کو مجبور کرتی ہو اور کرتی رہو گی اس سے دراصل کوئی بھی خوش نہیں، کوئی بھی خوش نہیں میں نے تم سے یہ کب کہا ہے لیلیٰ بیگم کہ تم میرے ساتھ بھاگ چلو۔۔۔ اس قسم کی رومینٹک خرافات کی میری تو عمر ہے نہیں کم از کم۔۔۔۔ لیکن للہ تم اپنی یہ ہائی اسکول کے نصاب والی اخلاقیات کا درس تو ترک کرو۔۔۔ کبھی سوچو زندہ رہنے کی سطح صرف یہی نہیں۔۔۔ اتھاہ جذبات ہیں خطرناک، پر سکون، راحت بخش، تکلیف دہ۔۔۔ روح کی پکار ہے جو زندگی میں صرف ایک بار کسی دوسری مخصوص ہستی کو اپنی طرف بلانا چاہتی ہے رات کے وہ لمحات ہیں جب معلوم ہوتا ہے جیسے چاروں اور محض گہرا، بے کنار سمندر ہے اور اس میں تم بالکل ایک چٹان پر موجود ہو۔ اور کوئی اس چٹان کے قریب سے گذر کر تمہاری آواز نہیں سننا چاہتا۔۔۔۔ لمحات، جب معلوم ہوتا ہے کہ سارے میں تیز دھارے بہتے جا رہے ہیں اور دماغ ان بھنوروں کے ساتھ گھوم رہا ہے۔ گھوم رہا ہے۔۔۔"

"کیا مجھے پتہ نہیں۔۔۔" اس نے رک کر جیسے اپنے آپ سے آہستہ سے کہا۔۔۔ "کہ فواد ابھی اسی طرح ایک جزیرے پر بیٹھا ہے میرا اس کی طرف ہاتھ بڑھاتی ہے اور وہ اس اندھیرے اور وسعت میں بچوں کی طرح خوفزدہ ہو کر

اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیتا ہے۔۔۔''

''لیکن جتنا بزدل فواد ہے اس سے زیادہ ڈرپوک میں خود ہوں۔۔۔۔ سمجھیں تم لیلیٰ بیگم۔۔۔؟ میرا، میری بہن کس قدر بہادر ہے کتنی نڈر۔۔۔۔ لیلیٰ، کاش تم میرا کی جگہ ہوتیں، یا میرا تمہاری جگہ ہوتی۔۔۔'' وہ ٹھہر گیا۔۔۔۔لیکن یہ ایک اور۔۔۔۔۔Fixation ہے جس کا سمجھنا تمہارے بس کی بات نہیں۔۔۔۔اس نے پیشانی پر ہاتھ رکھا۔۔کاش تم میں ذہن ہوتا کاش تم سوچ سکتیں لیلیٰ بیگم!۔۔۔وہ دریچے میں سے ہٹ آیا۔

وہ اسے محویت سے دیکھتی رہی۔

''میں بزدل ہوں۔۔۔۔واقعہ یہ ہے کہ میں بے حد بزدل ہوں۔۔۔۔ میں کیا کر رہا ہوں میں کیا کروں گا۔۔۔۔'' اس نے دفعتہً گرج کر کہا۔۔۔۔'' میں اس جلاوطنی میں کہاں سے کہاں چلا جاؤں گا کس طرف نکل جاؤں گا۔۔۔۔ میرا کیا بنے گا لیلیٰ بلگرامی۔۔۔؟'' اس نے بچوں کی طرح جھک کر لیلیٰ سے سوال کیا۔

''یہ بڑے بڑے مشہور لوگ بعض مرتبہ کیسی عجیب باتیں کرتے ہیں ابھی لاؤنج کے دریچے میں کھڑے کرنل راجونش مسز بلگرامی کو چلا چلا کر بتلا رہے تھے کہ وہ بے حد بزدل ہیں۔۔۔۔! حالانکہ اٹلی کے محاذ پر انہیں جارج کراس ملا تھا۔۔۔!!'' برآمدے میں سے گذرتے ہوئے کسی نے اپنے ساتھی سے سرگوشی میں کہا۔

☆☆☆☆☆

ایلمر اس خط کو الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا جو اس کے والد نے انگلستان سے بھیجا تھا ''میرے پیارے بیٹے اپنے اور میرے ان دوستوں کو ان کے اس صدمے میں میری طرف سے دلی رنج کا اظہار کر دینا۔ میں انہیں الگ خود خط لکھ رہا ہوں میرے گاؤٹ کی تکلیف اب پہلے سے بہتر ہے۔''

موت ۔۔۔ موت واقعہ اس نے انگلیاں پھیلا کر میز کی سطح پر رکھیں انگلیاں ساکت ہو جاتی ہیں۔

اس نے باہر نظر ڈالی غروب آفتاب، بوڑھے ریٹائرڈ انگریز اپنے باغیچوں میں کدالوں پر جھکے ہوئے ہیں اور ان کی بیویاں بید کی کرسیوں پر بیٹھی ٹنگ کرتی ہیں سڑکوں باغوں اور کلیوں میں سب مستقل ایک دوسرے سے جھوٹ بول رہے ہیں باتھ چیر زپو بوڑھے گاؤٹ کے مریض رنگین کمبل ٹانگوں پر ڈالے پرانا عہد نامہ پڑھتے پڑھتے آسمان کو دیکھ لیتے ہیں نرسیں اور راہبات ان کے چاروں طرف خاموشی سے ادھر ادھر پھر رہی ہیں ہر چیز عجیب ہے۔

۔۔۔۔۔ دروازے پر دستک ہوئی میں دروازہ کھولتا ہوں باہر میرا کھڑی ہے۔ اس نے برساتی اوڑھ رکھی ہے اور اس کی چھوٹی سے ناک پر سے پانی کی بوندیں ٹپک رہی ہیں میرا ۔۔۔ میں کہتا ہوں مجھے یقین نہیں آتا ۔۔۔ میرا ۔۔

''واقعہ یہ ہے'' ۔۔۔۔۔ میرا نے بے حد سنجیدگی سے کہا'' کہ بے وقت کی بارش نے مجھے راہ میں آن لیا ہے ورنہ مجھے غالباً تمہارے ہاں آنا نہ چاہئے تھا لیکن اس کے باوجود، اپنے والدین کے دیرینہ تعلقات کو مدنظر رکھتے ہوئے، میں تم سے

متوقع ہوں کہ تم فی الفور مجھے کو پلاؤ گے۔۔۔آج صبح ہم لوگ، راحیل، میں اور ارون، ویک اینڈ منا کر کانپور سے واپس آئے ہیں۔''

''ایں ہے''سیٹی پر بیٹھتے ہیں اس نے پوچھا

''میرا۔۔۔میرا خیال تھا کہ تم مستقل مجھے اسنب کرتی ہو۔۔۔۔'' میں کہتا ہوں

''کیوں؟ میرے پچاس فیصدی دوست انگریز ہیں۔۔۔۔۔۔مک ڈونلڈ ز، گرگ سنز، اہیو گوز۔۔۔۔۔۔'' اس نے انگلیوں پر انگریز جوڑوں کے نام گننے شروع کئے پھر اس نے تمسخر سے کتابوں کے شیلف کو دیکھا سینٹ آگسٹین کے اعتراف۔۔۔۔

''وہ تمہارا نظموں کا مجموعہ کہاں ہے جو تم میرے نام معنون کر رہے تھے۔۔۔۔۔سنا ہے اوڈن نے بالکل تم کو لفٹ نہیں دیا تم کتنا ہی اس کے لئے سر پرستی کا رویہ قائم رکھو۔۔۔۔۔''اس نے کہا

''تم کو یہ سب خبریں کون دیتا ہے'' ۔۔۔۔۔۔میں بگڑ کر پوچھتا ہوں

''دراصل میں ذرا کافی لٹریری قسم کی آدمی ہوں۔۔۔۔۔''میرا نے انکسار سے کہا اور اسی طرح اطمینان سے سیٹی پر بیٹھی ٹانگیں ہلاتی رہی۔

''میرا۔۔۔کیا تم۔۔۔۔میں۔۔۔۔'' پھول گلدان کے پانی میں گر رہے ہیں۔۔۔۔۔پیانو کی سطح پر ایک سبز مکھی آن بیٹھی ہے۔

لمحے نے اپنے توازن کو قائم کر لیا ہے۔

''میاں کاٹو۔۔۔۔ایسی دیوان پنے کی کتابیں پڑھا کرتے ہو بولا گئے ہو۔۔۔۔؟''اس نے اسی طرح پاؤں ہلانا جاری رکھا۔

''اگر تم سب ہمیشہ مجھ سے اس قدر با محاورہ، فصیح و بلیغ اردو نہ بولا کرو تو کیا مضائقہ ہے۔۔۔۔''میں اداسی سے کہتا ہوں۔۔۔۔

وہ زور سے ہنسی

غالباً تم فواد سے شادی کر لوگی۔۔۔۔۔ میں منہ لٹکا کر سوچتا ہوں اور آنکھیں بند کر کے تصور کرتا ہوں کہ میرا کے انتہائی فرشتہ صفت حلیم الطبع والد اپنی چھڑی لے کر فواد کے پیچھے پیچھے دوڑ رہے ہیں یا میرا کو ڈانٹنے کے بعد میز پر اس قدر زور کا مکہ مار رہے ہیں کہ ساری پیالیاں ٹوٹ گئی ہیں یا فواد کو قتل کرنے کے لئے اس کے پیچھے بھاگ رہے ہیں (اس وقت وہ فواد کے والد کے ساتھ جوائینٹ سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ پر تبادلہ خیالات میں مصروف ہوں گے)

تین پچھلے سولہ سترہ سال سے تم لوگوں کے اس گروپ کو جانتا ہوں لیکن میں افسوس سے سر ہلا کر کہنا شروع کرتا ہوں

''لیکن ہم لوگ تمہارے پلے نہیں پڑے''میرا نے خوشی سے بات کاٹی

(میں لمبے لمبے قدم رکھتا پیانو کے پاس جا کھڑا ہوا ہوں گویا پیانو ایک ایسی چیز ہے جس کو میں نے اب تک نوٹس ہی نہیں کیا تھا)

''اب تم واگز بجاؤ''میرا نے تجویز کیا

مجھے اس لڑکی کی شکل سے نفرت ہے

''اچھا ایلمر اب خدا حافظ۔۔۔۔۔ میں یہاں سے سیدھی گنیش گنج جا رہی ہوں جہاں میری ننہال ہے اور جہاں مجھے کسی قسم کی پوجا کی تقریب میں شرکت کرنی ہے دراصل میں ایک نہایت مذہبی اور خدا پرست آدمی ہوں۔۔۔۔''اس نے چہرے پر انتہائی منسکر المزاجی اور تقدیس طاری کرتے ہوئے کہا پھر اس نے

برساتی اٹھائی اور باہر چلی گئی۔۔۔۔۔

''خدا کاشکر کہ بارش تھم گئی۔۔۔'' اس نے باہر سے آواز دی ''خدا حافظ''

خدا حافظ۔۔۔میرا کی آواز سنائی دی جبکہ وہ اپنی اوپل میں ایلمر کی کوٹھی سے نکل رہی تھی۔۔۔سکندر باغ کی سڑکیں بھیگی ہوئی ہیں اور میں حسب معمول تنہا ہوں۔۔۔مجھے ان بارشوں سے نفرت ہے اس ہوا سے بھی یہ ایلمر یکسیٹن کی کوٹھی ہے میرا راج ونش کی کار، جو اس پھاٹک میں سے نکلی تھی اس دھندلکے میں اوجھل ہوگئی ہے مجھے دنیا سے نفرت ہے یہ سب بے حد مختلف چیزیں ہیں۔۔۔۔۔

(مجھے امید ہے کہ میں اپنا مطلب سمجھ گیا ہوں گا) ریاض بھی مدتوں سے نہیں آیا نادرہ مستقل امریکہ میں رہتی ہے میں، کرنل فواد نسیم احمد، اپنا ذاتی معاملہ خود ہوں۔۔۔ میں کانپور جاتا ہوں۔۔۔۔وہاں لیلٰے ہے بلگرامیز کے وہاں میں دن بھر اسکواس کھیلا کروں گا (لیکن فی الحال میں کنکر کے کنوئیں جاتا ہوں جہاں علی ہے علی وہاں محرم منا رہا ہے وہاں میں کسی تاریک دالان میں بیٹھ کر میرا انیس کا مطالعہ کروں گا جبکہ میرے اور میرا کے چاروں کھونٹ طوفان زدہ سمندر ہیں۔

سکندر باغ کی اس خاموش سڑک پر سے دو موٹریں آگے پیچھے شہر کی طرف نکل گئی ہیں۔اب یہ دریا آتا ہے۔ ہر طرف جھاڑیاں اگی ہیں۔اور یہ فیض آباد روڈ ہے یہ سڑک مجھے بے حد مانوس معلوم ہوتی ہے حالانکہ میں آج تک اس طرف نہیں آیا۔ یہ جگہ پرسکون اور آرام دہ نظر آتی ہے۔۔۔راحیل بھی ان ہی جگہوں کی ہے۔اس سڑک پر دورویہ املی اور املتاس لگے ہیں نمبر اکیس، نمبر بائیس، نمبر تئیس

نمبر بائیس فیض آباد روڈ

یہ تو کوئی فواد میاں کے ساتھی جان پڑے ہیں۔۔۔۔۔نمبر اکیس کے

باغ کی دیوار پر سے ایک مالی نے نمبر بائیس کے مالی سے کہا ''ایلس ان ونڈر لینڈ'' کے مالیوں کی طرح وہ پھر گلاب کے پودوں پر جھک گئے ۔۔۔۔۔

''مس راجونش ہیں؟'' ریاض نے کار سے اتر کے نمبر بائیس کے مالی سے سوال کیا ''جی نہیں سرکار شہر گئی ہیں'' مالی نے کہا

''کیا ہوا۔۔۔۔کون ہے۔۔۔؟'' انکل راجونش نے سر اٹھا کر قریب کے ایک مالی سے دریافت کیا وہ دور ایک فالسے کے نیچے آرام کرسی پر ڈریسنگ گاؤن میں ملفوف مطالعے میں منہمک تھے۔

''کچھ نہیں سرکار بیٹا کو پوچھت ہیں کوئی جنے'' دوسرے مالی نے اطلاع دی

''چار ہزار جانے کتنے سو سال۔۔۔۔'' (مہندر چاچا نے عینک نیچی کر کے دوبارہ پڑھنا شروع کر دیا حیات انسانی ان کے لئے بہت بے معنی سی بات رہ گئی تھی وقتاً فوقتاً وہ برابر کے، نمبر اکیس کے باغ پر ایک نظر ڈال لینے اور خاموشی سے پھر پڑھنا شروع کر دیتے محنت گویا ایک خیال ہے جس کا دفعتہً اظہار ہو جاتا ہے

''یہ گھر کس کا ہے'' پھاٹک پر ریاض نے نمبر اکیس کے مالی سے دریافت کیا

''سرکار علی میاں کا'' گلاب کے پودوں پر سے سر اٹھا کر اس نے جواب دیا مگر سب لوگ یہاں سے بھی شہر گئے ہوئے ہیں بٹیا لوگ بھی چپ تعزیہ کر کے واپس آ جائیں گی۔

''شہر کہاں ہے۔۔۔۔؟'' ریاض نے پوچھا چپ تعزیہ کیا شے ہوتی ہے اس نے دل میں سوچا۔

''حجور گوپال پور کی حویلی موجم منجل۔۔۔۔۔کنکر کا کنواں۔۔۔'' مالی نے مستعدی سے پتہ بتلایا۔۔۔

''گوپال پور'' ریاض نے ذہن میں دہرایا

''حجور چاہیں تو میں آپ کو وہاں تک پہنچا دوں'' مالی نے کہا

''راحیل بیگم بھی وہیں ہوں گی۔۔۔۔۔؟'' ریاض نے پوچھا

''سرکار راحیل بٹیا تو ''ہاؤس'' میں رہتی ہیں پتہ نہیں آج کل شاید ہماری بٹیا لوگ کی دوسراتھ کی خاطر وہاں چلی گئی ہوں راحیل بٹیا سے ہماری ٹیشن کی کوئی عزیز داری تھوڑا ہی ہے حجور کنکر کے کنوئیں پر صرف ہمارے سرکار کا کنبہ رہتا ہے کچھ گوپال پور میں کچھ وہاں مالی نے تفصیلات بتائیں۔''

چلو۔۔۔ریاض نے کہا۔۔۔شاید فواد اور راحیل وہاں مل جائیں اس نے سوچا موٹر دریا کا آئیون برج پار کر کے نخاس کے راستے پر آئی میڈیکل کالج اور حسین آبا کی برجیاں غروب آفتاب کی روشنی میں جھلملا رہی تھیں چوڑی سڑکیں اور تاریک گلیاں تھیں فٹ پاتھ پر پھول والے موتیا کے ہار فروخت کر رہے تھے نیم روشن دوکانوں کے آگے انسان حقے لئے بیٹھے تھے زردوزی کی دکانیں، خوش مزاج نستعلیق تنبولنی بارش کی مہک، ایک چوراہے پر اس نے موٹر روکی۔۔۔ شریفے لیجئے کا قبلہ۔۔۔ایک کم عمر لڑکا پھلوں کا جھوا لئے قریب آیا۔۔۔کیا عمدہ شریفے لایا ہوں ذری ایک نظر دیکھ لیجئے حضور کی محبت میں گھلے جاتے ہیں

''سرکار یہی کنکر کا کنواں ہے'' مالی نے کہا

سڑک کی بائیں جانب سے ایک چوڑی اور صاف ستھری گلی شروع ہوتی تھی جس کا ناہموار اینٹوں کا فرش تھا۔ اس کے دونوں طرف پرانے مکانات کی ڈیوڑھیوں کی سیڑھیاں تھیں کنارے کنارے کہارنیں اور مہریاں کھاٹ بچھائے آپس میں تبادلہ خیالات میں مصروف تھیں بچے کنکوے اڑا رہے تھے ایک لڑکا

لاؤنی گاتا ہوا گذرا گلی کے سرے پر ایک بڑا پھاٹک تھا۔

پھاٹک کی ڈیوڑھی میں ایک چو پہلہ کھڑا تھا بچوں کی طرح اس نے چو پہلے کے سرخ چھلکے کو چھوا اندر صحن میں ابھی ابھی چھڑکاؤ کیا گیا تھا نہر کی منڈیر پر دو تین کہا اکڑوں بیٹھے بیڑیاں سلگا رہے تھے پھاٹک کے اوپر کی منزل کی ایک کھڑکی میں سے دو مہریوں نے سر نکال کر اسے دیکھا۔۔۔ ''اے ہرمزی خانم۔۔۔ بیٹھک میں اطلاع کروا دیجئے کوئی جنے ملنے آئے ہیں۔۔۔'' ایک لہری کی آواز سنائی دی نہر کے سرے پر مونڈھے نکال کر رکھے جا رہے تھے۔

''اندر تشریف لے آئیے سرکار'' میر جھمن نے سامنے آ کر کہا

چبوترے کے آگے برآمدہ تھا جس کے دوہرے منقش دروازوں میں رنگ برنگے شیشے جڑے تھے پھر ایک لمبا کمرہ تھا اس میں بہت پرانے فیشن کا ایسا فرنیچر رکھا تھا جو ریاض نے محض نیلام کی دکانوں میں ٹھنسا دیکھا تھا بارہ سنگھے کے سینگوں کے پایوں والی میزیں اور کرسیاں تھیں دوہرے آمنے سامنے ایک دوسرے کی طرف خم کئے ہوئے کوچ تھے جن کی پشت پر یونانی عورتیں بانسریاں بجا رہی تھیں اور انگور کی بیلیں تھیں گھومنے والی میزیں اور الماریں تھیں جن پر پچھلے پچاس برس کی قانونی کتابوں کی جلدیں والٹر اسکاٹ اور ڈکنز اور ڈیلو ماز کے ناول اور اودھ پنچ کے فائل بے ترتیبی سے ٹھنسے ہوئے تھے دیواروں پر ان گنت تصویریں تھیں ان سب چیزوں پر اس نے نظر ڈالی۔

فوادا سے دالان کے ایک تاریک کونے میں مصحفی اور ناسخ کے دیوانوں میں محو ملا۔ لون اور تین راتیں وہ ان بارہ سنگھے کے عینکوں والی میز کرسیوں کی معیت میں وہاں رہا۔

''سال بھر خرافات میں گذارنے کے بعد محرم کے زمانے میں یہاں آکر ہم لوگ ذرا سیلف ڈسپلن کی مشق کرتے ہیں لڑکیاں قناتوں کے پیچھے چلی جاتی ہیں اور میں مجلسیں پڑھتا ہوں دراصل ہم لوگ ذرا بے حد مذہبی اور خدا پرست آدمی ہیں''علی نے منہ لٹکا کر انتہائی کسر نفسی سے اس کو بتلایا۔

زندگی کا نظام ٹھیک رکھنے کے لئے اسکواش اور میر انیس سے بہتر کوئی چیز نہیں فواد نے بیحد سپریئر انداز میں اسے مطلع کیا۔

''جہنم میں جاؤ تم''۔۔۔ریاض نے ہنس کر کہا

''مجلسیں تو آپ کے پلے نہ پڑتی ہوں گی''اسٹیلا نے کہا

ان لوگوں کو اپنے منفرد اور مخصوص ہونے کا کس قدر مضحکہ خیز حد تک شدید احساس ہے۔۔۔اس نے ذرا نفرت کے ساتھ سوچا''آپ کا یہ مکان مجھے بہت پسند آیا میری ہمیشہ سے تمنا تھی کہ آپ کے شہر کی اصلی تہذیب اور طرز معاشرت کو قریب سے دیکھوں۔۔۔''اس نے اخلاقاً اسٹیلا سے کہا

''جی ہاں خالص۔۔۔۔ اولڈ ورلڈ ایٹ موسیفر۔۔''فواد نے اپنی آوازیں حسب معمول اپنی رائے کا اظہار کیا

''یہ مکان۔۔۔۔۔؟شکر یہ یہ مکان بھی کئی سال ہے رہن رکھا ہوا ہے۔یہ کھن کھن جی ہیں نا؟ حسین آباد کے گھنٹہ گھر کے قریب جن کی اسٹیٹ ہے ان کے پاس۔۔۔''اسٹیلا نے بشاشت سے اس کو مطلع کیا۔

چنانچہ اس بات میں بھی ان کو تفوق حاصل ہے کہ ان کا یہ آبائی مکان روایات کے مطابق رہن رکھا ہوا ہے۔

راحیل گل عباس کی کیاریوں کے کنارے کنارے چلتی ہوئی آئی اور بے

دھیانی سے نہر کی دوسری جانب دیکھنے لگی۔ وہ حسب معمول بہت پرسکون، بہت مطمئن نظر آ رہی تھی کل مجھے ''ہاؤس'' واپس جانا ہے اس نے اسٹیلا سے کہا

''پرسوں تک اور رک جاؤ رضا بھائی کی دعوت کے بعد چلی جانا ہم لوگ بھی جائیں گے کافی محرم منا لیا'' اسٹیلا نے جواب دیا وہ باتیں کرتی زنانے مکان کی طرف چلی گئیں

اس وقت تمہاری دنیا گویا مکمل ہے ریاض نے راحیل کو سفید کھڑے پائنچوں کا پائجامہ اور پیازی رنگ کا ململ کا چنا ہوا دوپٹہ اوڑھے نرم روی سے روش پر چلتے دیکھ کر دل میں کہا۔

''سب جنے لوٹ آؤ ن بٹین لوگ اندر گئیں'' ہرمزی خانم نے آواز لگائی ملازمین اپنے اپنے کاموں پر واپس آ گئے کچھ دیر پہلے، جب لڑکیاں نہر کے کنارے ٹہلنے کے لئے مردانے مکان میں آئی تھیں تو بے حد اہتمام سے پردہ کروایا گیا تھا۔

کس قدر مضحکہ خیز اس نے دل میں دہرایا

وہ دالان میں واپس آیا

''ہنس کا تازہ پرچہ'' علی نے اخلاقاً چند رسالے اس کی جانب بڑھا دیئے۔ وہ اس وقت میر جھمن کے ساتھ خاندانی امور پر گفتگو کرنے میں محو تھا'' اس میں میرا کی نئی نظم بھی ہے'' اس نے ریاض سے کہا

''اچھا۔۔۔واقعی۔۔۔'' ریاض نے بیدلی سے پرچے کے اوراق الٹے پلٹے آپ کو ہندی نہیں آتی۔۔۔؟ اچھا میں سناتا ہوں'' علی نے مستعدی سے پڑھنا شروع کیا۔''

میں نے اک چاند دیکھا
کالندی کے اجل تٹ پر

متھرا نگری کے پنگھٹ پر
آتما زنیہ کی ہر گت پر

میں نے ایک سمان دیکھا
میں نے ایک چاند دیکھا

اس نے ٹھہر کے ریاض پر نظر ڈالی آپ سن رہے ہیں؟ اس نے تشویش سے پوچھا گویا میرا کی نظم کی کامیابی اس کی اپنی ذمہ داری تھی۔

پھاگن کے بھیگے بروا دیکھے
لجاتی پریم لتائیں دیکھیں

جب پرم بگنی اس گھٹ میں لہکی
تب میں نے وہ مان دیکھا

میں نے ایک چاند دیکھا

میرا کہتی تھی کہ اس نے یہ نظم راحیل کے لئے لکھی ہے یہ بات میرے پلے نہیں پڑی علی نے رسالہ میز پر رکھ دیا۔

لیکھکا: کماری میرا ظفی راجونش ۔۔۔۔ رسالے کے ورقوں کو پلٹتے ہوئے اس

نے تصور کیا۔ میں میر انلنی ہوں ۔۔۔۔ اب کی بار جب آپ لکھنو تشریف لائے تو غریب خانے پر ضرور آیئے گا۔۔۔۔ اخلاق، تہذیب، آداب گفتگو، کلچر، یہ سب لوگ مل کر اگر ان کا بس چلے تو اپنی کلچر کے مارے باقی کی ساری دنیا کا دم گھونٹ دیں۔ کلچر کی یہ دیوداسی اپنے کسی اور کلچرڈ کاستھ عزیز کے یہاں اسی طرح کے ایک اور محلے میں اسی قسم کے ایک اور ان گنت ڈیوڑھیوں اور دالانوں اور کھڑکیوں والے دو منزلہ مکان میں گئی ہوئی ہے جو اسی طرح وسط شہر کے کسی حصے میں موجود ہوگا۔ اسی طرح اس میں بھی مہریاں اور ناوئیں لہکتی پھرتی ہوں گی یہی فرنیچر ہوگا یہی کتابیں، یہی رکھ رکھاؤ، زبان، محاورے، فرق محض اتنا ہوگا کہ اس منقش در و دیوار والے امام باڑے کی بجائے دالان کے ایک سرے پر رادھیکا مہا رانی اور بجرنگ بلی مہاراج کی مورتیاں استھاپت ہوں گی۔ دیواروں پر سیندور سے نقش و نگار بنے ہوں گے۔ تلسی کے پودے ہوں گے ان لوگوں نے آپس میں غیر شعوری طور پر معاہدہ اور سمجھوتہ کر کے صدیوں سے اپنے گرد یہ حصار بنا رکھا ہے یہ لوگ صحت ٹھیک رکھنے کے لئے، تفنن طبع کے طور پر کبھی کبھار پیپل کی شاخ کے سلسلے میں آپس میں فوجداری بھی کر لیتے تھے اپنے آبائی مکانات ایک دوسرے کے پاس رہن رکھواتے تھے اور اس روپے سے باراتیں چڑھتی تھیں اور بیٹیاں وداع ہوتی تھیں اردو میں نفیس ترین شاعری کرنے کے ساتھ ساتھ اردو کی مخالفت میں شدھ ہندی کی ترویج کے لئے کانفرنسیں منعقد ہوتی تھیں اور اس وقت، میرا نلنی کے آبائی مکان میں، امام کی یاد میں حسیناں گائی جا رہی ہوں گی۔

اس نے آنکھیں بند کر لیں ایلمر والفرڈ مکسیٹن اس نے دل میں کہا۔۔۔۔ ذرا تم میری جگہ بیٹھ کر یہ سب دیکھو تم جو کیمبرج میں مجھ سے لمبی چوڑی بحثیں کیا

کرتے تھے لیکن تم خود ان کی اس دنیا کے ایک لازمی جزو ہو تم محترم اور ہولی پر ان کے سر پھٹول کا انتظام کرتے ہو اور جاڑوں میں ان کے ساتھ شکار پر جاتے ہو اور بہار میں لا مارٹینز کے تالاب کے کنارے بیٹھ کر میرا بل کے لئے نظمیں لکھتے ہو۔۔۔ کیا تم سب کے سب مل کر مجھے اپنے محاصرے میں لینا چاہتے ہو۔۔؟

اس نے غصے سے سر جھٹکا اور آنکھیں کھولیں

سیر چھمن مودبانہ انداز میں آہستہ سے کھنکارتے ہوئے کرسیوں کے پاس آئے ان کے ہاتھ میں کنجیوں کا گچھا تھا اور وہ کرکری خانے کی طرف جاتے جاتے، اپنے اجنبی مہمان کو آرام کرسی پر نیم دراز دیکھ کر ٹھٹک گئے۔۔۔ اور نہایت مشکبو تمباکو کی گڑ گڑی مہمان کے نزدیک لا کر رکھ دی۔

''سرکار کو کسی بات کی تکلیف تو نہیں؟'' انہوں نے غیر شخصی انداز میں بات کی

''ارے نہیں بھئی'' ریاض نے جواب دیا'' آپ بہت مصروف نظر آ رہے ہیں؟''

''جی ہاں سرکار'' میر چھمن نے انکساری سے کہا'' یہاں تو یہی کچھ نہ کچھ سلسلہ رہتا ہے چہلم کا ہنگامہ تھا اب نویں تاریخ نکل گئی اس لئے کل ولارے میاں نے دعوت کی ہے اب دعوتوں کا سلسلہ رہے گا۔۔۔ گوپال پور کی طرف سے حضور لڑائی کے فنڈ میں ہر مہینے دو سو روپے دیا جاتا ہے اس کے علاوہ علاقے سے بے شمار رنگروٹ فوج میں یہ بھیجے گئے ہیں کورٹ میں جانے سے پہلے اصل شان تھی اب وہ زمانے کہاں رہے میر چھمن نے ایک ٹھنڈا سانس (بھرا) تو حضور کمشنر صاحب کل یہاں آ کر شکریہ ادا کریں گے ملنا تو ان کو آ کر علی میاں سے چاہئے لیکن علی میاں سے حکومت اب تک ناراض ہے اس لئے رضا میاں نے کمشنر صاحب کو

مدعو کیا ہے، بہت لمبا چوڑا کارخانہ ہے سرکار"

روز روز کوئی نہ کوئی تقریب رہتی ہے

آپ نے علی میاں کے سارے خاندان کو ابھی دیکھا ہی نہیں سرکار خود ہمارے علی میاں کے حضور پانچ الگ الگ مکان ہیں سب اسی طرح سامان سے بھرے ہوئے ہیں اور ہر چیز اور جگہ سے کوئی نہ کوئی روایات وابستہ ہیں منصوری، وہرہ، گوپال پور کی پرانی سرائے کنکر کے کنوئیں کی یہ معظم منزل، اور سول لائینز میں اپنے اکیس نمبر بہت پھیلا ہوا جنگی سلسلہ ہے حضور والا۔۔۔میر چھمن نے ایک ذرا کی ذرا دم لینے کو رکے ان کی دھندلی، چندھیائی ہوئی آنکھوں میں ایک عجیب قسم کی افسردگی جھلملا رہی تھی "اور بڑی جنگی خرچ ہے سرکار اگر آمدنی ڈیڑھ ہزار تو خرچ ڈھائی ہزار جی ہاں" انہوں نے فخر سے کہا" اپنے ان ہی ہاتھوں سے ایک ایک دن میں ہزاروں روپے اٹھائے ہیں میں مختار کار ہوں یہاں کا حضور والا" انہوں نے انکساری سے اطلاعاً بتایا۔۔۔"بس اب آن کر علی میاں نے اپنی خود سری سے رنگ میں بھنگ ملا دیا حضور آج تلک کسی کی مجال پڑی تھی جو اس گھرانے کے کہاروں سے اکڑ کر بات تو کرے کوتوال شہر تھر تھر کانپتا تھا اور کلکٹر صاحب آگے پیچھے پھرتے تھے اور اب حضور علی میاں دو سال کی جیل کاٹ کر لوٹے ہیں۔۔۔۔۔" ان کی آواز تقریباً بھرا گئی اور مشہدی رومال سے جو ان کے کاندھے پر پڑا تھا انہوں نے اپنی آنکھیں پونچھیں۔

نہر کے کنارے چراغ روشن کئے جا رہے تھے ایک کہارن کڑے بجاتی قریب سے نکل گئی میر چھمن کنجیوں کا گچھا ہلاتے آہستہ آہستہ کرکری خانے کی طرف جانے لگے نہر کے کنارے اسٹیلا کا کتا زور سے بھونکا بس سرکار ثمر کے ساتھ ہی

حشر ہوا ان کانگرسیوں کا۔۔۔۔میر چھمن نے جاتے جاتے کہا۔

آرام کرسی پر سے اٹھ کر وہ بڑے کمرے میں آ گیا جہاں بارہ سنگھے کے سینگوں کا فرنیچر تھا ملکہ معظمہ اس نے دوبارہ غور سے دیکھا برطانیہ کی وکٹوریہ کی تصویر جو آتشدان کے اوپر لگی ہوئی تھی پرانی روغنی تصویر جس پر ملکہ معظمہ کے اپنے دستخط تھے جب بڑے ابا ڈائمنڈ جوبلی کے لئے ولایت گئے تھے تو ملکہ نے اپنے ہاتھ سے دستخط کر کے یہ تصویر ان کو دی تھی کسی نے اس کو بتایا تھا۔

اکیلے کمرے میں ادھر ادھر ٹہلتے ٹہلتے وہ دوسری تصویروں کو دیکھتا رہا۔

تم یقیناً بہت محظوظ ہوئے اور تمہارا جی اوبھ گیا ہے ہمارا بھی جی اوبھ گیا ہے حالانکہ شجروں سے صریحاً ثابت ہوتا ہے کہ میرے اس مشہور و معروف خاندان کے مشہور و معروف پرکھ اصفہان اور مشہد کے رہنے والے تھے اور عراق سے دستار فضیلت بندھوا کے شاہجہان صفوی و قاچار کے دربار میں فتاویٰ پر دستخط کرنے تھے پھر انہیں شاہ جہاں نے بلوا بھیجا جو رام گنگا کے کنارے انہیں یہ جاگیریں عطا کیں (دیکھو تاریخ ہند عہد شاہ جہانی صفحہ 692) اور اب جبکہ وہ یہاں رہے انہوں نے اپنی پوتر نسل کی برتری کو قائم رکھا اور عراق جا کر اسی طرح اجتہاد کی پگڑیاں بندھواتے رہے پھر مغلیہ سلطنت کا زوال ہوا اور نواب شجاع الدولہ کا زمانہ آیا اور وہ حسب معمول اودھ اور روہیل کھنڈ کے سبزہ زاروں میں گھوڑے دوڑاتے رہے۔ ان میں سے چند نے درجہ ولایت حاصل کیا اور پیر و مرشد کہلائے، چند نے شمشیر زنی اور نیزہ بازی اور شہسوادی میں نام پیدا کیا بیشتر صاحب دیوان ہوئے پھر انیسویں صدی آئی اور انگریز آیا ان میں سے چند تو جنرل رابرٹ کی توپوں کے سامنے آ کر امر ہوئے چند کو ڈپٹی کلکٹر بنا دیا گیا باقی ماندہ سارے کے سارے

قانون اور ایم اے او کالج بھیج دیئے گئے، جہاں انہوں نے میکالے ٹینی سن اور والٹر پیٹر کا انتہائی عقیدت اور ذوق وشوق کے ساتھ مطالعہ کیا ان میں سے ایک کو ولایت میں ملکہ وکٹوریہ نے اپنی تصویر نفس نفیس عنایت کی اور ابا میاں یورپ گئے اور قسطنطنیہ میں انہوں نے نوجوان ترکوں کی رفاقت کی

تمہارا تمسخر، تمہاری حقارت، تمہارا ترحم

ہم اس تمسخر کے عادی ہو چکے ہیں علی نے ہم سے نفرت کی ایلمر رمکسیٹن ہمارے وجود سے برا فروختہ ہوا اور اب تم کچھ پریشان نظر آتے ہو تمہاری جھنجھلاہٹ کی وجہ کیا ہے

(وہ تصویروں کے سامنے ٹہلتا رہا)

اور یہ میرے پرنانا ابا کے وہ بھائی ہیں جو تلوار ہاتھ میں اٹھا کر قسمت آزمائی کرنے پنجاب چلے گئے تھے)

(کیوں؟۔۔۔۔۔۔لڑائی ہوگئی تھی؟ اس نے نسبتاً دلچسپی سے پوچھا)

ہاں۔۔۔۔کسی بات پر وہ اپنے بھائیوں سے روٹھ گئے تھے اور انتہائی رومینٹک اور ڈرامائی انداز سے انہوں نے تلوار کے منقش قبضے پر ہاتھ رکھ کر کہا نہ ملک خدا تنگ نیست پنجاب ان دنوں ایل ڈریڈو تھا کس قدر رومینٹک روحیں تھیں پنجاب میں سرکار انگلیشہ نے ان کو بھی ڈپٹی کمشنر بنا دیا تھا گورداسپور میں اب تک ان کے مزار پر عرس ہوتا ہے

(بیحد دلچسپ اس نے ذرا مشفقانہ انداز میں کہا)

کیا مطلب آپ کا؟۔۔۔۔۔۔ مجھے کوئی داستان گو مقرر کیا ہے؟۔۔۔۔۔میں نے یکلخت بگڑ کر کہا

(مہتابی پر اجلی چاندنی کا فرش تھا دالان میں جھاڑ و اور ہانڈیاں روشن کی گئی تھیں معزز مہمان پیچوان گڑگڑاتے ہوئے آرزو اور صفی کا تذکرہ کرتے رہے۔ایک صلعب نے تو بنگال کے قحط تک کا ذکر کیا پھر سبزی منڈی کی ماہ منیر نے پون گھنٹہ تک اڈانہ کا ترانہ الا پارات گئے، دعوت کے اختتام پر جب ریاض مہمان خانے کی طرف سونے کی غرض سے جا رہے تھے تو ان کو میر چھمن نظر آئے جو رضا میاں کی ڈیوڑھی سے ہاتھوں میں کچھ سنبھالے ہوئے نکلے اور خمیدہ کمر اور تیز تیز قدموں کے ساتھ ایک طرف کو روانہ ہو گئے۔

ان کے ہاتھ میں نیلم کے دانوں کی ایک مالا اور فرشی پائجامے کا مسالہ تھا جو وہ نخاس لئے جا رہے تھے)

اے عالیہ باجی! اب جا کے جلدی سو جایئے کل صبح سویرے ہی نمبر ٹو نٹی ون چل دیں گے پھر دھوپ تیز ہو جاتی ہے اور اتوار کو ابر جبر لڈ کی شادی کا ایٹ ہوم کر رہے ہیں۔۔۔ راحیل کو بتلا دیجئے گا کہیں وہ سیدھی یہاں سے ہوسٹل نہ پہنچ جائے۔۔۔۔ آنگن کی دیوار کے پرے سے اسٹیلا کی آواز سنائی دی لڑکیاں آپس میں مستقل باتیں کر رہی تھیں کہارنوں کا شور کچھ کم ہو چلا تھا۔

خدا حافظ راحیل بیگم۔۔۔۔ شاید میں تمہاری دنیا کو اور تمہیں اس طرح زیادہ دیر تک زندہ نہ دیکھوں گا۔۔۔۔ وہ کھڑکی میں آ کر باہر دیکھنے لگا نہر کے کنارے اندھا دھند دیوٹ جل رہا تھا اس نہر کی منڈیریں کتنی پتلی ہیں راحیل اور یہ سب لڑکیاں دن بھر اس پر سے ہرنیوں کی طرح قلانچیں لگاتی ادھر ادھر آتی جاتی رہتی ہیں اگر اس نے پرانے گتوں سے بنی ہوئی اس شکستہ منڈیر کی جالی پر ایک پاؤں بھی رکھا تو یہ یقیناً ٹوٹ جائے گی اس نے کچھ استعجاب اور کچھ طمانیت سے سوچا۔

30

دفعتہً علی کی آنکھ کھلی اور وہ اٹھ بیٹھا باہر بے حد گرمی ہے اور چاند املی کے اوپر آ چکا ہے میرا دل دھڑک رہا ہے ہم سب کنارے پر کھڑے ہیں ہم سب دوسرا قدم آگے بڑھا چکے ہیں چاروں اور پانی ہے اور کنارے کی پرانی منڈیر پانی میں گرتی جارہی ہے، گرتی جارہی ہے (اسے محسوس ہوا وہ خوب پانی میں ڈبکیاں لگا رہا ہے حالانکہ ڈون اسکول کا وہ سوئمنگ چیمپئن رہ چکا تھا خواب ہی میں اسے بے حد غصہ آیا) پانی اب ہر طرف پھیل گیا ہے اور برابر اس کی جانب بڑھ رہا ہے اس کو ڈر لگا اور اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔۔۔۔۔۔۔لاحول ولا۔۔۔۔۔کس قدر گرمی ہے اس نے آنکھ کھول کر طے کیا ہم سب یہاں مقید ہیں نہر کی شکستہ منڈیر پر جو دیوٹ جل رہا تھا نیند کے دھندلکے میں سے اسے وہ ٹمٹماتا سا دکھائی دیا ابھی میں نے ریاض کو دیکھا جو مہتابی پر سائے کی طرح ٹہل رہے تھے اور پھر اندر چلے گئے یہاں پر یہ کس قدر اجنبی معلوم ہو رہے ہیں۔۔۔یہ ضرور واپس اپنے گھر جا کر ہمارے اوپر قہقہہ لگا کر ہنسا کریں گے کہ واللہ کیا لوگ ملے تھے وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔۔۔پرلے برآمدے میں رضا بھائی اور دلارے چچا اور وہ سب سو رہے ہیں اندر میرے بزرگوں کی روغنی تصویریں آویزاں ہیں آنگن میں میرے سارے پیارے بہن بھائی سوتے ہیں اور کل کے منتظر ہیں جب وہ بخیر وخوبی محرم منا کر سول لائنز واپس جائیں گے۔۔۔لیکن میں دنیا سے اپنا وعدہ بھول چکا ہوں وہ آہستہ سے نیچے آیا اسٹیلا چبوترے کے نیچے مولسری کے نزدیک محوِ خواب تھی اور غالباً نیند میں دیکھ رہی تھی کہ کس طرح اس نے رنگ میں گنی تھاپڑ کو ہرایا قریب ہی

دوسری بہنوں کے پلنگ تھے جو مختلف ہل اسٹیشنوں پر مختلف انگریزی درسگاہوں میں پڑھتی تھیں اپنے اپنے والدین کے ساتھ یورپ کے چکر لگا آئی تھیں اور محرم کی تعطیلات کے خاتمے کی منتظر تھیں کل صبح سے پھر زندگی شروع ہو گی۔

مدھم چاندنی سارے میں پھیلی ہوئی تھی وہ نہر کے سرے پر آ گیا مجھے آخر کدھر جانا ہے کیا میں ریاض الدین احمد کو اس فصیل، اس حویلی، ان گلیوں سے آگے اس کی دنیا میں پہنچا کر لوٹ آؤں گا یا اس کو یہاں چھوڑ کر خود آگے چلا جاؤں گا اس مکان کی حفاظت میرے سپرد تھی اس نے آزردگی سے چاروں اور دیکھا۔ ان تاریک ڈیوڑھیوں، اداس چھتوں کے آگے کھیت ہیں۔ دریائی راستے، جنگل، گوپال پور اور اس کے بعد اور بہت سے گوپال پور ہیں چاروں اور گوپال پور پھیلے ہوئے ہیں چاروں کھونٹ معظم منزلیں ایستادہ ہیں اور ندی کے کنارے سول لائینز کی بے تعلق سڑکیں ہیں ان سب نے مل کر ساری زندگی کا احاطہ کر لیا ہے مدتوں میں نے اس چکر میں ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارے ہیں اور پھر وہیں موجود ہوں خداوندا تو نے یہ دماغ دیتے وقت مجھے اتنی ہی شکتی کیوں نہیں عطا کی اپنے آپ مباحثے کر کے خود کو اپنا یقین دلانے کا یہ سلسلہ کب ختم ہو گا۔ اس وقت، آدھی رات کو جگ کے، میں سدھارتھ کی طرح کیا ان لوگوں سے نفرت کر رہا ہوں جو میرے آس پاس سو رہے ہیں آہستہ آہستہ قدم رکھتا ہوں تا کہ چاپ سے کسی کی آنکھ نہ کھلے وہ پھاٹک پر آیا جس کے اندر، چو پہلوں کے قریب اولڈز موبیل کھڑی تھی اس نے دروازہ کھولا کار کنکر کے کنوئیں کی چوڑی گلی میں نکل آئی میں گوپال پور جا رہا ہوں اس نے مالی خاں کی سرائے کو جانے والی سیدھی سڑک پر آ کر خود کو بتایا گوپال پور میں میرا داخلہ قانوناً ممنوع ہے لیکن میں وہاں جا رہا ہوں وہاں کچھ

دیر میں رام گنگا کے کنارے، گھاٹ کے ٹھنڈے پتھروں پر بیٹھوں گا اور کیشو کے مندر کی گھنٹیوں کی آواز سنوں گا۔

''بھیا موٹر یا لے کے رات کو گاؤں کی اور نکل گئے'' صبح نماز کے وقت ہرمزی خانم نے ہڑبڑا کر سب کو اطلاع دی بیگمات وضو کے لئے نہر کے کنارے جمع ہو رہی تھیں چنبیلی کے نزدیک تختوں کے چوکے پر ناشتے کا اہتمام کیا جا رہا تھا مردانے میں پیچوانوں کی گڑگڑاہٹ شروع ہو گئی تھی

اسٹیلا پھولی ہوئی سانس کے ساتھ مہمان خانے کی طرف بھاگی ہوئی آئی ریاض، پائنیر کی سرخیوں پر نظر دوڑا رہے تھے۔

12 تاریخ کو دلی میں ان کے محکمے کی جو کانفرنس منعقد ہو رہی تھی، اس کے لئے ان کو پھر جلد از جلد روانہ ہونا تھا۔ ہلو۔۔۔۔انہوں نے اخبار پر سے سر اٹھا کر اسٹیلا کو دیکھا

''علی شاید گوپال پور چلا گیا ہے آپ سول لائنز واپس جا کر فوا دیا ارون کو لیتے ہوئے گوپال پور چلے جائیے گا؟ جس قدر بھی جلد ہو سکے اسے واپس لے آئیے۔۔۔'' اسٹیلا نے پریشان آواز میں اس سے کہا۔۔۔

☆☆☆☆☆

''سرکار! کیا اس ہے سے آپ کی آنکھ کھل گئی'' میر چھمن نے مودبانہ لہجے میں رضا میاں کی مسہری کے قریب آ کر ان سے کہا دالان میں دھوپ پھیل چکی تھی آسمان پر اکا دکا چیلیں اور چند کنکوے بے ترتیبی سے اڑ رہے تھے زندگی کا ایک اور بے رونق بے رنگ دن شروع ہوا نواب رضا قاسم نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر پژ مردگی کے ساتھ سوچا

''کیا بات ہوئی؟'' انہوں نے پیچوان کی نے اپنی طرف کرتے ہوئے تکیے کے سہارے بیٹھ کر پوچھا

''کچھ نہیں حضور علی میاں کا ایک اور فضیحتا''

''کیا ہوا؟''

''بس راتوں رات جانے کیا خفقان اٹھا کہ موٹر لے کر کہیں نکل گئے تب سے ڈھنڈیا مچی ہے ہم جانتے ہیں گوپال پور ہی گئے ہیں اگر کلکٹر صاحب کو معلوم ہو گیا تو اور غضب ہو گا''

''اور عالیہ بیٹا کیا کرتی ہیں'' رضا قاسم نے پوچھا

''پہلے تو سب جنے چھکو پھکو رو رہی تھیں صبح سے پھر باہر جا کے اسٹیلا بیٹا نے جو مہمان پنجاب کے آئے ہیں، ان سے انگریزی میں کچھ گٹ پٹ کی پھر مہمان صاحب نے موٹر نکالی اسی وقت فواد میاں آ گئے اور پھر سب لوگ ان کے ساتھ چلے گئے۔''

''ہوں۔۔۔'' رضا میاں نے ایک لمبی سانس لے کر نے رکھ دی'' کھن کھن

جی والوں نے کتنے دام لگائے۔۔۔۔نیلم کے اور دونوں پائینچوں کے۔۔۔۔؟''
انہوں نے ذرا سر گوشی کے لہجے میں دریافت کیا۔

''وہ تو سب ٹھیک ہو گیا حضور کھن کھن جی اپنے ہی آدمی ہیں بس اب بی ماہ منیر صاحب کے پیسے ادا کرنے باقی ہیں فروری کے مہینے میں جوان کا گانا ہوا تھا اس کے لئے بھی وہ کہتی تھیں کہ رضا میاں پر سے لونڈی صدقے جائے ان سے تقاضا کون کرسکتا ہے۔''

''کیا ناگوار باتیں چھیڑ دیں آپ نے میر چھمن آپ جانتے ہیں کہ ہمارا حساب کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے ہم سے کہہ کر کیا کیجئے گا میں عالیہ بیٹا کے متعلق پوچھتا تھا اب کے سے یہ لوگ شہر سے جا رہی ہیں پھر اگلے سال ہی معظم منزل آئیں گی اس وقت تک معظم منزل رہتی بھی ہے یا نہیں یہ اللہ کو معلوم ہو گا ہم گوپال پور لوٹ جائیں گے آپ جانتے ہیں ہمیں ان لوگوں سے ان کی کوٹھیوں پر جا کر ملنے سے بڑی کوفت ہوتی ہے ڈرائینگ روم میں بیٹھو تو پاؤں اٹھا کر صوفے پر نہ رکھو۔لان پر جاؤ تو بجائے کنکوے کے پیچ لڑانے کے ٹینس کھیلو۔ مجھے ان سب کی اس خرافات سے نفرت ہے یہ لوگ یہاں آئی ہوئی تھیں اسی لئے خیال تھا ان کا اب کے سے قطعی عندیہ معلوم ہو جائے۔۔'' رضا میاں نے کہا

میر چھمن مونڈھے پر ٹک کر کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے غالباً جو اطلاع وہ رضا میاں کو دینے والے تھے اس کو زبان پر لانے کی ہمت اپنے میں نہ پاتے تھے سامنے شہر کے مکانوں کی چھتوں پر بے رونق دھوپ تیز ہوتی جاتی تھی۔

عالیہ باجی خاندان کی غیر شادی شدہ لڑکیوں میں سب سے بڑی تھیں ان کی خصوصیات یہ تھیں کہ سینئر کیمبرج کے امتحان میں وہ ہندوستان بھر میں سیکنڈ آئیں

اور اس کے بعد کے سارے امتحانات میں فرسٹ ان کی شکل بقول ہرمزی خانم ایسی تھی کہ سینما کی موئی لیلا چٹنس بھی ان کے آگے پانی بھرے سید رضا قاسم ان کے بھی خالہ زاد بھائی تھے عالیہ باجی کی امی، اسٹیلا کی امی یعنی زینب خالہ اور رضا بھائی کی امی یہ لوگ آپس میں سگی بہنیں تھیں اور ان کی شادیاں تین سگے چچا زاد بھائیوں سے ہوئی تھیں جن کا گوپال پور میں مساوی حصہ تھا یہ تینوں بہنیں ملہر پور ہردار کی بیٹیاں تھیں لہٰذا طے شدہ امر تھا کہ جب عالیہ باجی پیدا ہوں تو رضا بھائی کی امی ٹھیکرے میں ایک گنی ڈال دیں رضا بھائی کا عالم یہ تھا کہ جب انہوں نے ہوش سنبھالا تو خود کو گوپال پور اور ملہر پور ہردار دونوں جگہوں کا کرشن کنہیا تصور کیا ان کے علاوہ کنبے کے تقریباً سارے افراد قصبے سے باہر ملک کے مختلف شہروں میں رہتے تھے لیکن رضا بھائی اپنے مصاحبوں کے ساتھ پرانی سرائے کی گلیوں میں گلی ڈنڈا کھیلتے اور رام گنگا کے گھاٹ پر آنے والی کہارنوں اور راہیرنوں کے ساتھ راس لیلا رچاتے پروان چڑھتے، بڑی دھوم دھام اور اللہ آمین کے ساتھ ان کو پہلے لا مارٹیز، پھر کالون پھر علیگڈھ بھیجا گیا۔ کیننگ کالج کی طرف سے یہ خدشہ تھا کہ لکھنو کی ہوا ان کے لئے سونے پر سہاگے کا اثر رکھے گی علیگڈھ میں ان کے لئے ایک کوٹھی لے لی گئی کیونکہ ہوسٹل میں رہنا شان وضعداری کے خلاف تھا کوٹھی بدقسمتی سے ڈگی کے قریب گرلز کالج کے بالکل سامنے تھی لہٰذا انجام پہلے ہی سے معلوم تھا ذاتی عملے میں چھ نوکر اور دو مصاحبین تھے ایک ستار سکھاتا تھا کئی سال بعد جب وہ بخیر وخوبی انٹرمیڈیٹ میں کامیاب ہوئے تو پڑھانے کا پروگرام منقطع کیا گیا لیکن رضا بھائی شہسواری بہت عمدہ کرتے تھے نشانہ بھی بہت عمدہ تھا اور ستار تو ایسا بجاتے تھے کہ بس سنا کیجئے گوپال پور واپس لوٹ کر انہوں نے شوقیہ ایک تھیٹر

کمپنی قائم کی جس کے جنرل منیجر، پروڈیوسر، رائٹر، ڈائریکٹر اور ایکٹر وہ بہ نفس نفیس خود تھے باقی کے دوست احباب کو دوسرے مختلف کام سپرد کیے گئے لکھنو کی ماہ منیر، کانپور کی اتارا، گورکھ پور کی شمیم اور الہ آباد کی کرشنا گاہے بگاہے اس کمپنی کی گویا گیسٹ اسٹار بن کر گوپال پور جایا کرتی تھیں اور ان کے ڈراموں کو ملاحظہ کرنے کے لئے ضلع کا انگریز کلکٹر اور دوسرے حکام مدعو کیے جاتے تھے روپیہ پانی کی طرح بہتا تھا رضا بھائی کہتے تھے کہ یہ جان عالم کی سنت ہے جس پر وہ سعادت مندی سے عمل پیرا ہیں۔

عالیہ باجی کے متعلق بھی وہ بے حد سنجیدہ تھے عالیہ باجی کا یہ عالم تھا کہ رضا بھائی کے تذکرے ہی سے وہ اس قدر محظوظ ہوتی تھیں کہ ایک بار ان کو خدشہ ہوا کہ ہنستے ہنستے کہیں ان کو اپنڈی سائٹس کا دورہ نہ پڑ جائے جس کی وہ پرانی مریض تھیں پچھلے دس بارہ سال سے یعنی کالج میں پہنچنے کے بعد سے نادرہ، شگفتہ، مایا اور میراراج ونش اور اپنے دوسرے رفیقوں کے ساتھ کوئی جوشیلی بحث کرتے کرتے وہ دفعتہً گرج کر دریافت کرلیا کرتی تھیں کہ سید رضا جیسی ہستیوں کو سمجھنے، ان کو سمجھانے اور ان کے ان آبائی اور ان کو دنک امراض کا علاج کیا پارٹی لائن نہیں ہے لیکن خود آج تک انہوں نے رضا بھائی سے اچھی طرح اور اخلاق سے بات تک نہ کی تھی شادی کے لئے بھی ان کے بقول شخصے، ایک سے ایک عمدہ پیغام آتے تھے لیکن اگر کوئی سید تھا تو آئی سی ایس نہ تھا اور جو آئی سی ایس تھا وہ سید نہ تھا اور جو سید اور آئی سی ایس دونوں تھا تو وہ پنجابی تھا یا بنگالی تھا یا پشاوری تھا یو پی کا نہ تھا قصہ مختصر یہ کہ بے حد وقت طلب اور پریشان کن مسئلہ عالیہ باجی کی شادی تھی رضا بھائی کا یہ تھا کہ سید بھی تھے اور ایک کافی بڑی زمینداری کے اکلوتے مالک بھی

ماہر پور ہروار کا آدھا حصہ بھی ان کا ہی تھا۔

اب کے سے چہلم کے لئے جب سب لوگ نمبر ا کیس سے حسب معمول معظم منزل گئے تو رضا میاں بھی وہاں آئے ہوئے تھے محرم نکلتے ہی انہوں نے میر چھمن کے ذریعے کہلوایا کہ اب عالیہ باجی سے ان کی نسبت کم از کم پکی تو کر ہی دی جائے یہ کیا ستم ہے کہ برس گذرتے جا رہے ہیں اور وہ وہیں کے وہیں ہیں عالیہ باجی بھی وہیں کی وہیں ہیں انہوں نے اپنے عزیز دوست لاڈلے آغا اور مرزا نقن دونوں سے کہا کہ وہ یہ بھی دیکھ لیں گے کہ عالیہ بیگم کس افلاطون کے بچے سے شادی کرتی ہیں لامحالہ ذات باہر شادی کریں گی کیونکہ آس پاس تو ان کو کوئی اپنے لائق نظر آتا نہیں اور پھر وہ ہو گا جو آج تک خاندان میں کبھی نہ ہوا تھا یعنی سادات سے باہر شادی (گو یہ اکثر ہوتا آیا تھا کہ کنبے کے اکثر اہل دل اور اہل نظر حضرات نے کسی حسین کہارن، کسی میراسن، کسی خانہ زاد لونڈی کے لئے ایک آدھ علیحدہ مکان بنوا رکھا تھا لیکن یہ بالکل دوری بات تھی)

معظم علی اور عالیہ باجی کی والدہ کی مشترکہ جائیداد تھی باجی کے کوئی اور بہن بھائی نہ تھے اور نہ ان کے والد کا انتقال ہو چکا تھا علی معظم منزل کے دو تہائی حصے کا مالک تھا اور گو کیس ال سے اس کے سپرد یہ کام تھا کہ وہ روپیہ فراہم کر کے معظم منزل کو رہن سے چھڑائے لیکن اب تک وہ اس مہم کو سر نہ کر سکا تھا اگر معظم منزل صرف عالیہ باجی کے حصے کی ہوتی تو رضا بھائی وہ مشہور و معروف پانسہ پھینکتے جو ایسے موقعوں پر ہزاروں بار پھینکا جا چکا ہے یعنی اس کو رہن سے چھڑانے کے لئے اپنی شادی کی شرط پیش کرتے لیکن یہاں یہ سلسلہ بھی نہ تھا

لیکن ایک بات تھی جو لاڈلے آغا، مرزا نقن اور تقریباً سب کو ہی معلوم تھی کہ

رضا میاں عالیہ باجی پر سچ مچ میں جان دیتے ہیں لڑکپن سے جان دیتے آئے ہیں پہروں وہ عالیہ باجی کے تصور میں آنکھیں بند کئے بیٹھے رہتے ۔۔۔۔ کیا طبیعت داری ہے صاحب ۔۔۔۔۔ مرزا نقن کہا کرتے۔

۔۔۔۔۔ ہاں تو آپ نے بتلایا نہیں کیا جواب ملا ۔۔۔۔۔۔ ''آنکھیں کھول کر انہوں نے میر چھمن سے پھر سوال کیا''

میر چھمن اپنے مراقبے سے چونک اٹھے ۔۔۔ ''سرکار بات یہ ہے ۔۔۔'' انہوں نے گلا صاف کر کے آواز نکالی ۔۔۔ کہ رات جب میں نے بی ہرمزی خانم سے کہا کہ بڑی بٹیا نے کیا جواب دیا تو وہ مجھ پر برس پڑیں کہتی تھیں میر صاحب کاے سوچ کر آپ نے ایسی بات کہی ہمارے لئے تو جیسی عالیہ بٹیا ویسے ہی رضا میاں لیکن بھلا کوئی تک بھی ہے اور پھر انہوں نے کہا کہ صاحب عالیہ بٹیا نے تو بہت برا مانا ۔۔۔۔ بالکل قطعی انکار ہی سمجھئے ۔۔۔۔ اس کے بعد سب لوگ مہمان خانے کی طرف چلے گئے جہاں وہ پنجاب والے صاحب بہادر ٹھہرے تھے اور عالیہ بٹیا دیر تک انگریزی میں باتیں کرتی رہیں پھر انہوں نے کہا کہ وہ صبح صبح ہی واپس چلی جائیں گی معظم منزل تو وہ ایک منٹ اب نہیں ٹھہرنا چاہتیں ۔۔۔۔

میر چھمن چپکے بیٹھے رہے آنگن میں مرغیاں بے ہنگم آوازیں نکال رہی تھیں ڈیوڑھی میں کسی کہار نے نیچے سروں میں بارہ ماسا الاپنا شروع کر دیا تھا دھوپ اندر کے کمروں تک پہنچ گئی تھی۔

''اور کیا کہتی تھیں عالیہ بیگم؟'' رضا میاں نے پوچھا

''کچھ نہیں حضور بس تو بہت بگڑیں اور پھر وہ اور علی میاں دیر تک کلکھلا کر ہنستے

رہے۔‘‘

’’ہم سمجھے۔۔۔‘‘ رضا میاں نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد کہا ’’عالیہ بیگم علی سے بیاہ کریں گی ہم جانتے ہیں‘‘

’’اے نہیں سرکار۔۔۔۔ایسا نہ کہیے بالکل سگے بہن بھائیوں کی طرح سے ہیں یہ لوگ ویسے بھی عالیہ بٹیا، علی میاں سے ایک آدھ سال بڑی ہی ہوں گی۔۔۔۔ایسا خیال بھی دل میں نہ لائیے گا‘‘ میر چھمن نے جواب دیا

’’ارے بہت دیکھے ہیں سگے بہن بھائی میر صاحب آپ نے دنیا دیکھی کیا ہے‘‘ رضا میاں نے دل برداشتہ ہوکر خفگی سے کہا ’’دنیا تو آپ نے بھی سرکار گوپال پور سے لے کر کنکر کے کنوئیں تک ہی دیکھی ہے چاہے چار سال علی گڈھ کے بھی رکھ لیجئے‘‘ میر چھمن نے دل میں کہا لیکن خاموش رہے۔

’’آخر انہوں نے ہمیں سمجھا کیا ہے‘‘ رضا بھائی نے غصے میں اپنی باریک نفیس مونچھیں ہلائیں۔۔۔’’کیا ہم کو اپنے کے یہاں کا مسخرہ مقرر کر رکھا ہے اپنے حساب جو ہم پر یوں با قاعدہ ہنسا جا رہا ہے۔۔۔۔‘‘

وہ مسہری سے اٹھ کھڑے ہوئے اور دالان میں ٹہلتے رہے۔۔۔سارا قصور کس کا ہے۔۔۔۔انہوں نے سوچنا شروع کیا۔۔۔۔ہم کو وہ تعلیم تو دینے کی کوشش کی گئی جوان سب کو ملی لیکن وہ باتیں سمجھانے کی ضرورت نہ سمجھی گئی جس کی وجہ سے ہم خود اس جگہ پر ہیں اور وہ لوگ ایسے ہیں۔۔۔۔لیکن ہم پر تو سب کو فخر تھا ہم ان لوگوں کے اس کمبخت خاندان کے اس مشہور و معروف تاریخی اور تہذیبی پس منظر اور روایات کے آخری نمائندے قرار دیئے گئے تھے جو اب تک دو پلی ٹوپی پہنتے ہیں اور کنکوے اڑاتے ہیں جو راستہ ہمارے سامنے تھا وہی ہم نے اختیار کر لیا

علی صاحب میں اس راستے سے ہٹنے کی آرزو تو بڑی شدید ہے لیکن تبت نہیں ہے لیکن اگر ہم پر وہ کسانوں کا خون چوسنے کا الزام رکھتے ہیں تو خود اب تک انہوں نے کیا کیا ہے گاؤں میں جا کر تقریریں کرنے کے بجائے انہوں نے جیٹھ بیساکھ کی دھوپ میں ہل چلانے کا تجربہ کیوں نہ کیا۔۔۔۔ رضا میاں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے پھر میر چھمن کے مونڈھے کی طرف مڑے علی میاں آج کل کیا کرتے ہیں۔۔۔؟ انہوں نے پوچھا

''کچھ نہیں حضور۔۔۔۔۔۔ انورسٹی تو وہ کب کی چھوڑ چکے پھر آپ جانیے جیل چلے گئے تھے اب گورنمنٹ کی نوکری تو ان کو مل نہیں سکتی کچھ دنوں پائنیر اخبار میں کام کیا تھا اور سرکار بنکوں وغیرہ میں جو روپیہ ان کا ہے، وہ جب تک وراثت کا سٹوفکیٹ عدالت نہ دے ان کو نہیں مل سکتا'' میر چھمن نے جواب دیا۔

''ذری لاڈلے آغا کو بھیجتے جایئے گا'' انہوں نے کہا

'' بہت اچھا سرکار۔۔۔ ابھی بھیجتا ہوں۔۔۔۔ ذرا وہ آپ کا جی بہلائیں۔۔۔۔۔۔ کیوں آپ غم کھاتے ہیں بس اب جانے دیجئے''۔۔۔۔ میر چھمن نے عرض کی اور ڈیوڑھی کی سمت چلے گئے۔

''اے جناب! محبت کو تو گولی ماریئے یہاں تو ناک کا سوال ہے۔۔۔۔۔۔ ہمیں بڑا اچنبھا ہے آپ اب تلک غصہ کیسے پئے ہوئے ہیں'' لاڈلے آغا نے تخت کے کونے پر بیٹھتے ہوئے کہا ''ٹھیکرے کی مانگ کناں کہ، اور اس صفائی سے توڑدی جاوے چہ خوش چرا نہ بودی۔۔۔''

رضا بھائی دل کے برے نہ تھے اپنے سارے خاندان سے ان کو کافی انس تھا لیکن جس طرح کا ماحول انہیں ملا تھا اور جو ان کی صحبت تھی اس کی وجہ سے ان کا

دماغ صرف ایک ہی راستے پر کام کرنے کا عادی ہو چکا تھا۔ علی سے انہیں ہمیشہ سے چڑ سی تھی اس چڑ کی وجہ معلوم کرنے کی انہوں نے کبھی سعی نہ کی بہت دیر تک اپنا غم وغصہ ضبط کرتے رہنے کے بعد اب یکلخت ان کو جلال آ گیا اور انہوں نے طے کر لیا وہ ان سب کو بتلا دیں گے کہ آخر تم نے ہم کو سمجھا کیا ہے۔۔۔ اگر ہم تمہارے ساتھ بیٹھ کر انگریزی فلسفہ نہیں بگھار سکتے۔ تو کیا صریحاً توہین کا بدلہ بھی نہیں لے سکتے لیکن پھر انہیں خیال آیا کہ مصیبت یہ تھی کہ وہ کسی طرح سے بھی اس توہین کا بدلہ نہ لے سکتے تھے کیونکہ دراصل یہ کوئی لمبی چوڑی بات ہی نہ تھی نہ کوئی بہت ادق ریاستی سیاست کا معاملہ تھا نہ تلواریں چلنے کا اس زمانے میں دستور تھا لیکن بہرحال انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ سب سے پہلے تو علی کی پھر سے ایسی خبر لیں گے۔

کہ ساری لاٹ صاحبی میاں صاحبزادے کی تشریف لے جائے یہ جو وہ ہر موقع پر اٹھ کر جیل ویل چل دیتے ہیں اور دنیا الٹا ان کو ہی ہیرو سمجھتی ہے اور رضا میاں کو تمسخر سے دیکھا جاتا ہے کہ واہ کیا ایک گھرانے میں دو اتنے متضاد کردار ہیں لیکن علی کا بھی وہ اب تک کچھ نہ کر سکے تھے سوائے اس کے کہ اس کے گوپال پور کے قیام کے زمانے میں کوئی نہ کوئی فضیحتا اس کے سر پر کھڑا کر دیں تا کہ وہ جھنجھلا کر اور زیادہ بچپنے کی حرکتیں کرے اور مقدمہ بازیوں کا جھمیلہ بڑھے لیکن جب گوپال پور کورٹ آف وارڈز میں دے دیا گیا تو یہ سلسلہ بھی ختم ہوا ایلمر رمکسیٹن کو وہ علی کے خلاف بھڑکا سکتے تھے کیونکہ اکثر وہ اسے اپنے علاقے پر شکار یا تھیٹر کمپنی کے جلسوں کے لئے مدعو کرتے رہتے تھے لیکن اس انگریز بچے کا بھی عجیب ہی حساب

تھا ایک طرف تو علی کے سارے گروہ کا بے حد دم بھرتا تھا اور دوسری طرف وہ علی اور اس کی سیاسی جماعت کے خلاف روز کوئی نہ کوئی قانون بناتا اور حکم عائد کرتا تھا انگریزوں کے ہاں، رضا میاں نے سنا تھا کہ کچھ ضمیر اور اصولوں کی پابندی وغیرہ کا بہت لمبا چوڑا سلسلہ ہے اور وہ ذاتی پرخاشوں اور جھگڑوں میں کسی کے خلاف کبھی نہیں اکسائے جاسکتے اور ریلفر رمکسیٹن کا ضمیر تو اس معاملے میں بہت ہی خاصے کی چیز مشہور تھی۔

''اور اس معظم منزل کا، اس کا نام لیجئے کیا ہووے گا''۔۔۔۔۔ لاڈلے آغا نے رضا بھائی کو خیال میں مستغرق دیکھ کر بالکل ایک دوسرے زاویئے سے اس مسئلے پر روشنی ڈالنی چاہی۔۔۔۔ہم نے تو یہ سنا ہے کہ پٹنے کی طرف کے کوئی صاحب ہیں ڈیڑھ دو ہزار ماہوار تنخواہ پاتے ہیں نہروں وہروں کے انجینئر ہیں یا کیا، ان کا پیغام ہے لیکن عالیہ بیگم کر دہ بھی پسند نہیں اور ویسے بھی عالیہ بیگم نے شان میں آکر یہ نہیں سوچا ہے کہ کبھی جب بھی ان کا بیاہ ہو گا اس کے لئے جو چالیس پچاس ہزار کم از کم درکار ہے وہ کہاں سے آوے گا جبکہ یہ مکان پہلے ہی سے رہن ہے اس کے رہن اک کیا ہوا؟ کیا کھن کھن جی والوں نے ادائیگی کی معیار بڑھا دی؟

''معلوم نہیں'' رضا میاں نے جواب دیا اور خاموش رہے

''بہت خوب'' انہوں نے ایک بار کہا اور یکلخت چٹکی بجائی ''یار میرے ذرا میر صاحبؒ سے کہنا جوڑی جتوا دیں میں ذرا کھن کھن جی کے ہاں ہو کر آتا ہوں''

لاڈلے آغا ڈیوڑھی کی جانب چلے گئے

آسمان پر چیلیں اسی نحوست اور ویرانی سے اڑتی رہیں۔

32

کار نہایت آرام دہ رفتار سے گوپال پور کی سڑک پر چلتی رہی پھلیندے، کھرنی اور املتاس کے درخت، چھپر کے چوپال، کنوئیں اس قصے اس موضع، اس دنیا کا سارا منظر اس کے آس پاس پھیلا ہوا تھا گھاٹ کے پرے کیشو کا پرانا مندر تھا جس کی اینٹوں میں سے پیپل کے پودے اگ آئے تھے اس پر کیسری رنگ کا جھنڈا بیدلی سے لہرا رہا تھا گویا کہتا ہو بھائی تم سب لوگ مل کر مر کیوں نہیں جاتے پرانی سرائے کے مکانوں کے پرے سورج جگمگا رہا تھا ریاض نے گرم ترچھی کرنوں سے بچنے کے لئے آنکھوں پر ہاتھ رکھا اور کیلے کے جھنڈ کے اختتام پر پہنچ کر کار موڑ لی شام ہوتی جا رہی ہے ہمیں شام سے پہلے پہلے گھر واپس پہنچ جانا چاہئے سب بے حد پریشان ہوں گے فواد نے کہا

''تمہاری شرکت تو ظاہر ہے کہ لازمی ہے ایٹ ہوم میں م جیرلڈ کے بیسٹ مین بھی تو تھے'' علی نے پچھلی سیٹ پر بیٹھے بیٹھے پہلی دفعہ بات کی پھر منہ پھلا کر چپکا ہو رہا جس وقت ریاض اور فواد ستر میل کی رفتار سے کار چلا کر گوپال پور پہنچے ہیں۔ انہوں نے علی کو مندر کی پچھلی سیڑھیوں پر خاموش بیٹھے کوئلے سے فرش پر تصویریں بنانے میں مصروف پایا تھا۔ اب وہ اس کو ساتھ لے کر لکھنو واپس جا رہے تھے تم اولڈز موبیل لے کر چلو میں پیچھے آتا ہوں ریاض نے فواد کو پکار کر کہا

فیض آباد روڈ پر پہنچ کر ریاض نے دیکھا کہ پہلے سے ہی کافی گہما گہمی ہے''

ارے علی بھیا آ گئے'' سب ایک دوسرے کے آگے پیچھے دوڑے

''اچھا۔۔۔۔اب آپ سب لوگ تازہ دم ہو کر فوراً جا پلنگ روڈ پہنے ایٹ

ہوم کا وقت نزدیک ہے'' اسٹیلا نے برآمدے میں آ کر آواز دی

''ایٹ ہوم کس سلسلے میں؟ علی کے واپس آنے کی خوشی میں؟'' ریاض نے کار سے اترتے ہوئے سوال کیا

''ارے آپ کو پتہ نہیں مستقل اتنے دنوں سے تو اس کا تذکرہ ہو رہا ہے ابو کے اے ایس پی نے ہماری ایک دوست سے شادی کی ہے ان کے لئے عصرانہ کر رہے ہیں میرے یہاں یعنی جاپلنگ روڈ پر آپ لوگ چلئے ہم ابھی آتے ہیں'' اتنا کہہ کر اسٹیلا باڑ پھلانگ کر میرا کے وہاں چلی گئی اسے جلد از جلد اپنے گھر پہنچ کر زینب خالہ کی مدد کرنی تھی لیکن اس سے پہلے ساری لڑکیوں کو میرا کے ڈریسنگ روم میں جمع ہو کر حسب معمول، شام کے ایونٹ کے لئے لباس کے انتخاب کے متعلق طے کرنا بھی اشد ضروری تھا جس میں ہمیشہ کئی گھنٹے لگتے تھے

فواد، علی کی اولڈز موبیل پر گوپال پور سے سیدھا ''ہاؤس'' چلا گیا تھا تا کہ وہاں نہا دھو کر اور تازہ دم ہو کر اسٹیلا کے گھر پہنچے صبح منہ اندھیرے سے علی کی گم شدگی نے اتنا تہلکہ مچایا تھا اور اتنی بھاگ دوڑ کرنی پڑی تھی کہ اب سب کو ذرا دم لینے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی ارون بھی اپنے ڈریسنگ روم میں گھسا ہوا سوٹ کے انتخاب میں منہمک تھا۔

ریاض اس ساری گہما گہمی کے دوران میں جواب ایٹ ہوم کی تیاریوں کے سلسلے میں نظر آ رہی تھی برساتی کی سیڑھیوں پر ایک پاؤں رکھ کر باغ کو دیکھتا رہا نمبر اکیس، نمبر بائیس، اس نے دل میں دہرایا بہت خوب، دونوں کوٹھیاں درختوں میں چھپی اس کے سامنے برابر برابر کھڑی تھیں اس سے کچھ فاصلے پر ''ہاؤس'' تھا اسی طرح کی اسٹیلا کی کوٹھی ہو گی جہاں اس وقت عصرانے کی تیاریاں کی جا رہی تھیں

پائینچے اڑے، سامنے سے ہرمزی خانم گذریں دفعتہً اسے ایک بے حد عجیب سا احساس ہوا ان لوگوں کے ساتھ وہ تین دن ہوتیں راتیں، شہر کی ان بھول بھلیاں ایسی گلیوں اور اس عجیب وغریب ماحول والے مکان میں گذار کے آرہا ہے ابھی ابھی وہ گوپال پور سے لوٹا ہے اس نے میرا راجونش کے مچھلی کی شکل والے خدا کا مندر بھی دیکھا ہے ان ساری چیزوں میں، ان انسانوں میں، دور سے اتنے نا قابل فہم اتنے پر اسرار نظر آتے ہیں، دراصل کوئی بھی اسرار نہیں دراصل یہ سب کتنے معمولی، کتنے دکھی ہیں۔

اور روح کا چین جو پہلے بھی کبھی نہیں تھا بالکل ختم ہو چکا ہے اس کی ہتھیلیوں پر ایک بوند آن گری شاید بارش بھی شروع ہو جائے بیوقت کی برآمدے میں کسی نے رائے کا اظہار کیا۔

''تمہارا سامان جو تمہارے ساتھ معظم منزل چلا گیا تھا واپس پہنچایا جا چکا ہے تم یہاں آ کر تازہ دم ہو لو'' فواد نے فون پر اس سے کہا

''اچھا بھئی علی'' ریاض نے علی کے ڈریسنگ روم کی کھڑکی میں سے سر اندر کر کے اس کو آواز دی ''اب ہم سب لوگ شام کو تمہارے خالو میاں کے یہاں جا پلنگ روڈ پر ملیں گے۔۔۔۔چیریو۔۔۔۔۔۔''

''اللہ حافظ'' علی نے کھڑکی میں سر نکال کر جھانکا

ریاض کار کی طرف جا رہا تھا جب بھی وہ لکھنو آتا تھا فواد کی کار مستقل اس کے استعمال میں رہتی تھی فواد اتنے دنوں تک سائیکل یا موٹر بائیک پر گھومتا تھا ان دونوں دوستوں میں کتنی محبت ہے علی نے خیال کیا ان سب پر ان سارے لوگوں پر، یہاں تک کہ اس غیر ملکی شخص ریاض الدین احمد تک کے لئے رحم محبت اور مکمل صلح

کا جذبہ اس کے دل میں پیدا ہوا۔۔۔۔خداوند۔۔۔۔خداوند۔۔۔میری مدد کر۔۔۔۔علی نے تھک کر کھڑکی کی چوکھٹ میں سر رکھ دیا میں ختم ہو جاؤں گا۔۔۔اس نے طے کیا۔

کھڑکی میں سر رکھے وہ خاموشی سے روتا رہا۔

☆☆☆☆☆

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

33

زینب خالہ کی زندگی مختلف قسم کے سوشل ہنگامے آرگنائز کرنے میں گذری تھی سوئمنگ کے مقابلے شادی کے ڈنر، برج اور شکار پارٹیاں۔۔۔ تین درجن پیالوں میں نکال کر باقی کشتیاں پھر فریجڈیر میں رکھ دو۔۔۔انہوں نے پنیٹری میں سے جاتے جاتے رعنا کو ہدایت کی اور پھر ایلمر کی طرف متوجہ ہوئیں جو پان کھانے کے لیے اندر آیا تھا ہاں ہاں ایڈمنڈ بالکل گدھا ہے اگر اس نے تمہاری نظم پر غلط تنقید کی مجھے تو یہ نئے شاعر کبھی بھی نہیں بھائے خصوصاً یہ تمہارا ایا ڈمنڈ کوٹنر کیا بکواس نظم لکھی تھی س نے وہ۔۔۔ انہوں نے جلدی سے ایلمر کو یقین دلایا اور پھر میزوں پر پھیلے ہوئے سامان کی طرف مڑیں۔۔۔ایک چھٹانک رائی جلدی نکالو سینڈوچز کے لئے۔۔۔کوٹنر مجھے یقین ہے کہ بالکل ناسمجھ ہے۔۔۔۔۔

''لیکن آنتی میں جیرلڈ کے متعلق پوچھ رہا ہوں'' ایلمر نے جھنجھلا کر پھر کہا

''جیرلڈ کے متعلق؟۔۔۔۔۔۔۔کیا۔۔۔؟'' ٹماٹر کاٹتے کاٹتے رک کر انہوں نے ایلمر کو استسارانہ نگاہوں سے دیکھا

''کیا واقعی شادی ہوگئی؟'' ایلمر نے یقینی انداز میں پوچھا

''اور انہیں تو کیا میں خواہی نخواہی اتنی بڑی دعوت کی دردسری اٹھا رہی ہوں۔۔۔۔ایں؟۔۔۔پان میں تم نے چونا پھر بہت لگایا ہوگا۔۔۔۔نشو ذری پیاز کاٹو کبابوں کے لئے۔۔۔۔چار سیر شکر۔۔۔۔۔'' وہ پھر انتظامات کی طرف متوجہ ہوگئیں

''ایلمر باہر آؤ ہم کرسیوں پر مسخرے پن کے ناموں کی پرچیاں چپکا رہے ہیں

آ کر کام کرو۔۔۔" لان پر سے ارون کی آواز آئی

"یہاں کیا ہو رہا ہے؟" پھولوں کے نزدیک آ کر اس غیر شخصی انداز سے دریافت کیا میرا نے جو انہماک سے گلدان سنوارنے میں محو تھی پھولوں پر سے سر اٹھا کر اسے دیکھا "جیرلڈ کی شادی کی دعوت ظاہر ہے"

ایلمر رمکسیٹن کا رنگ دفعتہً سفید پڑ گیا پھر اس کی کنپٹیاں گرم ہوئیں دوسرے لمحے اس نے خود کو سنبھالا اور وہ اخلاقاً ہنسا مبارک ہو مبارک ہو اس نے کہا

"تم کو خود مبارک ہو کیا تم گواہوں میں شامل نہیں تھے؟" میرا نے اس غیر شخصی انداز میں سوال کیا

"شادی کہاں ہوئی" اس نے زخم خوردہ بل کھائی ہوئی آواز میں پوچھا گو یہ میرا تھی میرا بل جو اس کے قریب کھڑی تھی لیکن آخر کار وہ ہندوستانی تھی یہ ہندوستانیوں کا گھر تھا۔

"یہیں پر اسٹیلا کے ابو کے ڈرائینگ روم میں وہ مسلمان ہوا پھر قبلہ الحن صاحب نے اس کا نکاح پڑھایا اسٹیلا کے ابو اس کے بوس تھے اور دوست انہوں نے اس سے کہا میاں کیا خرافات ہے یا شادی کر لو پھر اس سلسلے کو ختم کرو چنانچہ اس نے شادی کر لی" میرا پھر پھولوں میں مصروف ہو گئی۔

ایلمر ڈھیلے ڈھالے قدم رکھتا ایک چنار کے نزدیک جا کر کھڑا ہو گیا اور بے خیالی کے ساتھ ناخنوں سے تنے پر لکیریں کھینچتا رہا رفیعہ جیرلڈ اس نے تنے پر لکھا اور اس نام کو پڑھا ایک نا قابل فہم برافروختگی سی اس کی کنپٹیاں پھر جلیں میرا، میرا بل رمکسیٹن۔ تنے پر اس نے لکھا۔۔۔ اور اس کا رنگ پھر سفید پڑ گیا۔۔۔ کمبخت۔۔۔ کمبخت۔۔۔ اس نے دل میں غصے سے دہرایا

لڑکے اور لڑکیاں مختلف کاموں میں انتہائی مصروف لان پر اس کے پاس سے ادھر ادھر آ جا رہے تھے چنار کے قریب اسے تنہا اور چپ چاپ کھڑا دیکھ کر اسٹیلا اس کے قریب آ کر رکی۔

''ہیلمر میاں'' اس نے خوشدلی سے کہا ''اس قدر پژمردہ کیوں نظر آ رہے ہو جاؤ ذرا لاؤڈ اسپیکر کے لئے ریکارڈ علیحدہ کر لو گویہ دوسری بات ہے کہ آج سلطنت برطانیہ کا ایک اور اہم ستون متزلزل ہوا اور گرا ایمپائر کی Integrity وغیرہ اور میرا خیال ہے کہ چونکہ آئی پی سیکرٹری آف اسٹیٹ کی ملازمت ہے لہٰذا جیرلڈ کو غالباً نو آبادیات کی وزارت یا انڈیا آفس سے اجازت لینی چاہئے تھی لیکن اس کے بجائے اس نے ابو کے کہنے پر عمل کیا۔''

''میاں یہی زمانہ آن لگا ہے۔۔۔۔اسی لئے تو کہا گیا تھا کہ بھائی نیٹو سوسائٹی سے الگ رہو اور اسی نکتے کو مدنظر رکھ کے تم سب کو فارسٹر کا ناول پڑھنے کی ہدایت کی گئی تھی تا کہ عبرت پکڑو مگر کیا کیا جاوے'' جعفر نے نزدیک آتے ہوئے منہ لٹکا کر کہا اور پھر برف کی بالٹی اٹھا کر آگے چلا گیا

''میاں دل نہ میلا کرو پارٹی کے بعد یہاں سے کلب چلیں گے'' ۔۔۔۔ ارون نے پاس آ کر صلح کا ہاتھ بڑھایا ہیلمر کے قریب ان سب کا مجمع دیکھ کر میں اس طرف آئی ہیلمر نے اپنی جھلملاتی ہوئی نیلی آنکھیں اٹھا کر اداسی سے مجھے دیکھا گویا یہ سب کیا خرافات ہے ''ہلو سینٹ این'' اس نے آہستہ سے کہا

''ہلو خاں صاحب۔۔۔آپ جانو میں نے ہمیشہ تم لوگوں سے کہا تھا کہ یہ ضرورت سے زیادہ ہندوستان پرستی یہی رنگ لاوے گی ایک دن'' میں نے گلا صاف کر کے سنجیدگی سے کہا وہ کوشش کر کے مسکرایا ارون وغیرہ دوسری طرف جا

چکے تھے ایلمر رمکینٹن میں نے جھک کر اس کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا ''کیا تم واقعی خفا ہو کیونکہ تمہاری قوم، طبقے اور رتبے کے ایک فرد نے وہ کیا، جو آج تک تم لوگ، حقارت، نفرت اور خوف کی وجہ سے سوچ بھی نہ سکتے تھے تم میں اپنے ہم قوموں سے زیادہ سمجھ اور احساس کی گہرائی ہے لیکن بالآخر تم بھی اس وقت اسی شدید جھنجھلاہٹ اور غم و غصے میں مبتلا ہو گئے جو آج تمہارے سارے ہم قوموں پر اس معمولی سے واقعے کی وجہ سے طاری ہے غالباً تم اس کے غیر شعوری طور پر جیرلڈ پر رشک کر رہے ہو کہ اس نے اتنی اخلاقی جرأت دکھائی اور رنجیدہ ہو کہ تمہارے نسلی وقار کو شدید ٹھیس پہنچی۔۔۔۔بیچارے ایلمر بھائی''میں نے ٹرے اٹھائی اور پھر مہمانوں کی طرف چلی گئی۔۔۔۔

وہ ایک پاؤں کا بوجھ دوسرے پر تبدیل کر کے وہیں کھڑا رہا۔۔۔۔ رفیعہ قریب سے گزری

''ہلو مسز جیرلڈ''اس نے اخلاقاً جھک کر بے حد شیریں لہجے میں کہا اور اس کے ہونٹوں کا ایک کونہ، کچھ تمسخر، کچھ محبت، اور کچھ رشک کے ساتھ نیچے کو جھک گیا، ایسے موقعوں پر وہ بے حد خوبصورت معلوم ہوتا تھا مجھے کیا ہو گیا ہے مجھے کیا ہو گیا ہے۔۔۔۔اس نے دل میں دہرایا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان کے سرے پر آ گیا بہت سے مہمان کسی مسخرے سے کھیل غالباً جنرل پوسٹ آفس میں مشغول تھے جس میں کھیلنے والے خود کو مختلف شہر تصور کر کے ایک دوسرے کی کرسیوں پر قبضہ جمانے کے لئے دوڑتے تھے اور بے حد اودھم مچتا تھا صوفوں کے مختلف دائروں میں اسے صوبے کی سوسائٹی کے سارے اہم افراد نظر آ رہے تھے سید وزیر حسن کا خاندان، راجونش بہنیں، میرا، مایا اور اندرا، جے پی سریواستو کی لڑکیاں شیلا، مالتی،

سرلا، شکنتلا نہرو اور کاٹجو گھرانے راجہ مہاراج سنگھ کا خاندان جسٹس محمد رضا کا کنبہ حسب معمول بہت سے انگریز اور ان کی بیویاں اور لڑکیاں بھی تھیں مثلاً شہر کا آئی جی اور ڈی سی صوبے کی حکومت کے مختلف محکموں کے سیکرٹری اور چیف کورٹ کے جج اور وہ خود یعنی آنریبل ہیلمر والفرڈ مکسیٹن لیکن جیرلڈ جو اس مخصوص اعلیٰ ترین برطانوی حاکموں کے گروہ کا ایک اہم رکن تھا اب دفعتہً اس گروہ سے علیحدہ ہو کر ان ہندوستانیوں میں گویا رشتے دار کی حیثیت سے شامل ہو گیا تھا۔۔۔

فوہ۔۔۔۔کتنی شدید حماقت کس قدر نا قابل معافی جرم

وہ اسی طرح دل میں پیچ و تاب کھاتا رہا

اس وقت اسے دوبارہ بے حد شدت کے ساتھ احساس ہوا کہ وہ دراصل ان سانولے ہندوستانیوں کی زندگی سے، خود ان سے کس قدر الگ ہے اس کی اور ان سب کی شخصیت کی کیفیتوں میں کتنا نا قابل عبور بعد ہے اور میرا انلنی راجونش کے باوجود ایمپائر قائم رہے گی وہ خود زندہ رہے گا۔

میرا دوسرے سرے پر کھیل کی تنظیم میں مصروف تھی اور غل مچا رہی تھی اس کے بالوں میں موگرے کے پھول تھے اور اس نے نارنجی رنگ کی ساری پہن رکھی تھی کیشو کے مندر کی کسی دیوداسی کی طرح اس کی پیشانی پر حسب معمول کم کم تھی اور آنکھوں میں کاجل کی بے حد لمبی لکیر اپنی شدید معصومیت اور گریس کے ساتھ وہ گھاس پر بچھے ہوئے قالین پر ادھر ادھر چل پھر رہی تھی۔

''ہیلمر چلو فوراً دائرے میں شامل ہو۔۔۔۔۔تم کوالالمپور ہو۔۔۔جنرل پوسٹ آفس''تالی بجا کر اس نے اناؤنس کیا۔

لندن برج از فالنگ ڈاؤن۔۔۔فالنگ ڈاؤن۔۔۔۔کسی نے لاؤڈ سپیکر

پر فارم یارڈ مفنی لگادی۔۔۔لندن برج از فالنگ ڈاؤن۔

علی لان کے ایک گوشے میں تنہا بیٹھا رہا سارے مہمان رخصت ہو چکے تھے باغ میں رات کا سناٹا چھا رہا تھا درختوں میں اکا دکا کاغذی قندیلیں دھیرے دھیرے جھول رہی تھیں میرا کو اس نے ملول نگاہوں سے دیکھا جو میزوں پر سے نیلکپن اور دوسری چیزیں تندہی سے سمیٹتی پھر رہی تھی اس کا دل دھڑکتا رہا میں اپنے آپ کو اس شدت سے کمزور اور غیر محفوظ کیوں محسوس کر رہا ہوں۔۔۔ خداوند۔۔۔۔۔۔اس نے صوفے کی پشت پر سر لٹکا کر رات کے آسمان کو دیکھا جہاں ہر سمت تاریکی اور خلا تھا عالم لاہور بہت خوب اس غیر شخصی خدا کے تصور کے مقابلے میں اس کو کچھوے کی شکل والے کیشو کا خیال زیادہ بھلا اور طمانیت بخش معلوم ہوا۔۔۔۔خدا۔۔۔۔مختلف متضاد خدا۔۔۔مختلف متضاد قوموں اور نسلوں کا تصور۔۔۔۔میرے لئے تو سینٹ آگسٹین کے اعتراف بھی فائدہ مند ثابت نہیں ہوئے جو ایلمر نے اس قدر وثوق کے ساتھ پڑھنے کو دیئے تھے کیا زندگی ہے ماشاء اللہ سے اس نے چاروں اور دیکھا۔۔۔کو خوبصورتی سے ہم سب اپنے آپ کو قتل کر رہے ہیں میں ختم ہو چکا ہوں ختم ہو رہا ہوں، اس نے پھر آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے کیا میں اسی طرح ضدی بچوں کی مانند چپکے چپکے روتے روتے اپنی عمر بتا دوں گا اس نے آنسوؤں کو پینے کی کوشش کی اور ان آنسوؤں کے دھندلکے میں سے اسے پھر میرا نظر آئی فواد بہت دور پھولوں کے نزدیک کھڑا کسی سے باتیں کر رہا تھا۔

پچھلے دس سال سے میرا فواد کو پسند کرتی ہے اور اس لئے اس نے برہم پتر اور گوداوری کے ناچوں میں۔۔۔۔اپنے آپ کو کھو دینا چاہا ہے فواد نسیم احمد علی نے

دل میں اسے مخاطب کیا خیالات کی افیم کھا کھا کر اپنے آپ کو ڈورماؤس کی طرح سلا کر یقیناً تم کو کچھ بہت زیادہ فائدہ نہ ہوا خیالات کی افیم نے بھی کھائی لیکن اب مجھ میں پرانشچت کی ہمت نہیں۔

گھاس کے دوسرے سرے پر میرا نے اپنے جوڑے میں سے موگرے کے گجرے نکال کر پھینک دیئے اور ایک گلدان میں سے دو تیز سرخ گلاب بالوں میں اڑس کر ہنستی ہوئی دوسری طرف چلی گئی۔۔۔۔دفعتہً علی کا سر چکرایا اس کے سامنے یہ میرا اٹلنی گھوم رہی ہے، جس نے بالوں میں گلاب کے پھول سجائے ہیں اور سرخ زرتار لہنگا پہنا ہے جس کی مانگ میں سیندور اور افشاں چنی ہے جو نظر ئی کر دھنی اور پیروں میں شکنتلا پازیب پہنے آہستہ آہستہ منڈپ کی طرف جارہی ہے اور چاروں طرف شعلے مہک رہے ہیں اور شادی کے مہمان اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھے سر اٹھا کر آدھی رات کے آسمان پر ان دو ستاروں کو دیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں، جن کی اور ہندوستان کے سارے پہاڑوں جنگلوں اور مقدس دریاؤں کی گواہی میں پنڈت میرا کا بیاہ کسی اجنبی سے کر رہے ہیں جو میرا کا ہم قوم اور ہم مذہب ہے اور بڑی وردی سے، تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھے اور پگڑی باندھے اسے بیاہنے آیا ہے اور برآمدے میں لڑکیاں گا رہی ہیں۔۔۔۔لائے مہاراجہ ہمیں چھل کر کے۔۔۔۔

جاڑوں کی سہ پہروں میں کتنی بار، گھر کے سیب کے درخت کے نیچے بیٹھ کر میرا سے اس نے ہمیشہ کتنی دنیا جہان کی باتیں کیں اس کو اپنے دکھ سکھ کے قصے سنائے جنہیں میرا نے اس پیار، اس صبر اور تحمل سے سنا جس طرح صرف ایک بہن ہی سن سکتی ہے۔

لان پر سے ایلمر کی آواز آئی وہ غالباً کسی اور انگریز سے کچھ باتیں کر رہا تھا علی نے آنکھیں بند کر لیں گرمی ۔۔۔۔ ہوا میں خنکی نہیں ہے اسے خنکی چاہئے۔ راج محل کے باغ کی ٹھنڈک، آشیانے کے اور چرڈ کا سکون ''پیچھے مسوری کے پہاڑوں پر برف گرتی ہو میرا سیب کے درخت کے نیچے بیٹھی اس سے باتیں کر رہی ہے اب چاروں اور برف پھیل گئی اور میرا پہاڑ کے ایک برف پوش گرجا کے دروازے میں سے ایک سفید فام شخص کے ساتھ باہر نکل رہی ہے اس نے سفید ساری اور ویل پہن رکھی ہے اور اس کے ہاتھ میں نارنگی کے شگوفے ہیں۔''

گھاس پر وہ سفید فام انسان ایک دوسرے سے نیچے، مہذب، باوقار لہجے میں باتیں کر رہے ہیں

''کس قدر حماقت ۔۔۔۔۔ کس قدر شدید توہین، لیکن ایمپائر زندہ رہے گی ۔۔۔۔ ضرور زندہ رہے گی ۔۔۔'' یہ ایلمر کی آواز تھی۔

علی دفعتہً آگ بگولا ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اتنی دیر سے، اتنے عرصے سے جتنا غصہ اور جھنجلاہٹ اس کے سارے اعصاب پر چھائی ہوئی تھی، وہ سمٹ کر اس کے دماغ میں آ گئی لمبے لمبے قدم رکھتا وہ ایلمر مکسیٹن کے نزدیک آیا اور چند لمحوں تک اسے خاموشی سے دیکھتا رہا ۔۔۔۔

صوفوں کے دائرے کے پہلو میں فالسے کے نیچے شام کی پارٹی کے لئے جو عارضی بار بنائی گئی تھی ایلمر اس کا سہارا لے کر کھڑا رہا علی کو وہ حسب معمول بے حد محبت سے دیکھ رہا تھا بار کی میز پر فواد آ کر چپکا بیٹھ گیا تھا راحیل اور ارون گھاس پر دوزانو جھکے برف کی بالٹیوں کو خالی باتلوں سے پر کرنے میں مشغول تھے اسٹیلا اور میرا نیپکن تہہ کرتے کرتے رک کر علی کو اور ایلمر کو دیکھنے لگیں فضا میں یک بیک جو

کھنچاؤ پیدا ہو گیا تھا، جو ساری شام ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر غیر شعوری طور پر محسوس کر رہا تھا وہ بڑھ گیا۔

یک لخت علی نے فوراً آگے بڑھ کر ایلمر کی ناک پر ایک گھونسہ رسید کیا۔

ایلمر کی آنکھیں کے آگے ستارے ناچے وہ اس غیر متوقع گھونسے کی تاب نہ لا کر ایک بار چکرایا اور پھر سنبھل کر صوفے پر بیٹھ گیا۔۔۔۔اور اسکول کے کسی لڑاکا بچے کی طرح جس کو اچانک شکست کا سامنا کرنا پڑا ہو اس نے علی کو آنکھیں پھیلا کر حیرت سے دیکھا۔

''علی'' ارون نے پیچھے سے آ کر رسان سے علی کے شانوں پر ہاتھ رکھا۔۔۔ شاید ہم سب نے آج شام ضرورت سے زیادہ وہسکی پی لی ہے اور اس کے علاوٗ شاید تم کو سائیکو نالسس کی بھی ضرورت ہے۔۔۔گو میں خود سائیکو انالسس کے قابل ہوں'' اس نے ذرا آہستہ سے بے حد انکسار سے اضافہ کیا'' دراصل تمہاری سائیکولوجی برباد، تباہ ہو گئی ہے بالکل

علی نے ارون کی بات کا قطعی نوٹس نہیں لیا اور پھر شعلہ بار آنکھوں سے ایلمر سے مخاطب ہوا'' ساتھ ساتھ تم میرا سے عشق بھی لڑانے لگے ہو۔۔'' وہ دہاڑا۔۔۔۔اسی وقت نکل جاؤ یہاں سے۔۔۔۔۔نکلو میرے گھر سے

''لیکن یہ تمہارا گھر نہیں ہے۔۔۔۔علی'' ایلمر نے ناک کو چھوتے ہوئے رسان سے کہا

'' کیا مطلب ہے تمہارا؟'' علی پھر گرجا۔۔۔۔یہ میرا گھر ہے میرے ماموں کا گھر ہے چلو۔۔۔۔۔۔باہر جاؤ اسی وقت

''تمہارا کوئی گھر نہیں ہے علی بہادر۔۔'' ایلمر نے ٹھہری ہوئی آواز میں جواب

دیا۔۔۔''یہ سارے گھر میرے ہیں یہ ساری زمین میری ہے شاید تم بھول گئے ہو کہ یہ سارا ملک میرا ہے اور میرے باپ کا ہے تمہارا تو کچھ بھی نہیں ہے علی بہادر''

علی نے اور قریب آ کر ایک اور گھونسہ ایلمر کی ناک پر لگایا

ایلمر صوفے کے ہتھے کا سہارا لے کر آہستہ سے اٹھا ''پیارے علی بہادر تم کو یقیناً رنج ہو گا کہ تم نے مجھے نکالا۔۔۔تم میرے دوست ہو۔۔۔۔خدا کی قسم تم میرے اتنے چہیتے دوست ہو'' اس نے بڑی معصومیت اور ملال سے کہا، اور اپنے سفید دستانے اٹھانے کے لئے میز کی طرف بڑھا ''تم سب دراصل میری روح میں گھس گئے ہو۔۔۔میں تم کو اپنے سسٹم میں سے نہیں نکال سکتا۔۔۔میں راہو ہوں اس نے بالآخر طے کیا اور چلنے کے لئے تیار ہو گیا۔''

''ٹھہر جاؤ ایلمر۔۔۔۔۔'' صوفے کی پشت پر بیٹھے بیٹھے میرا نے بشاشت سے کہا ''اب میں تم سے واگر سنوں گی تم میرے لئے واگز بجاؤ برائیڈل مارچ''

''برائیڈل مارچ'' ایلمر نے اداسی سے دہرایا

''ہاں ہم سب تم سے واگز نہیں گے ایلمر رملکسٹین۔۔۔۔۔۔'' اسٹیلا نے اتفاق ظاہر کیا وہ سب صوفوں کے گرد جمع اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہے رات کی ہوا نے درختوں میں سیٹیاں بجانی شروع کر دیں۔

ایلمر ڈھیلے ڈھالے قدم رکھتا پیانو کے قریب گیا جو شام کی پارٹی کے لئے ایک درخت کے نیچے وہاں رکھا گیا تھا بیدلی سے اس نے پردوں کو چھوا۔

میرا صوفے کی پشت پر جھکی اسے دیکھتی رہی۔۔۔میری دنیا تم کو سکھ نہیں ملیں گے ایلمر رملکسٹین۔۔۔۔تمہاری وہ انگوٹھی کہاں گئی ایلمر۔۔۔۔وہ مسخرے پن کے طغرے والی۔۔۔میرا نے سیاہ و سفید پردوں پر رکھی ہوئی اس کی انگلیوں کو دیکھ

کر آہستہ سے سوال کیا۔۔۔

''جہنم میں۔۔۔۔۔۔'' وہ دفعتہً غرایا۔۔۔۔ پھر اس نے رک کر انگوٹھی اتاری'' میں بصد ادب و احترام سے تمہاری خدمت میں پیش کرتا ہوں کماری میرا غلنی اب تم اسے جا کر اپنی رام گنگا میں یا گومتی میں پھینک آؤ۔۔۔ اس کا وہ طغرہ میرے کسی کام کا نہیں رہا''

میرا خاموشی سے اسے دیکھتی رہی

''تم سب پر خدا کی لعنت ہو۔۔'' ایلمر نے اسے دیکھ کر آہستہ آہستہ کہنا شروع کیا۔۔۔ اتنی مدت تک میں تمہارے ساتھ نہایت اعلیٰ وارفع پیانے پر بی ہیو کرنے کی کوشش میں مصروف ہو تم اندر لوک کی دیو بالا نہیں لیکن آج میں تم کو بصد حسرت و یاس خدا حافظ کہتا ہوں خدا مجھ پر رحم کرے۔

''دراصل ہم سب پر وہسکی کا بہت زیادہ اثر ہو گیا ہے چلو یہاں سے کلب چلیں'' ارون نے ایلمر سے بے حد شگفتگی سے کہا

''ہلو ارون راجونش۔۔۔'' ایلمر نے پیانو کا اسٹول پیچھے سرکاتے ہوئے ارون کو اجنبی نگاہوں سے دیکھا'' تمہاری چھیتی، تمہاری آئیڈیل اور تمہاری خیالات کے سورگ کی مالتی لیلئے بلگرامی کہاں ہے؟''

ارون کا رنگ دفعتہً زرد پڑ گیا جیسے اسے بے حد تکلف پہنچی ہو

ہم سب بالکل کنارے پر کھڑے ہیں اور چاروں اور کی منڈیریں ٹوٹ ٹوٹ کر پانی میں گر رہی ہیں۔۔۔۔۔ اسٹیلا نے دفعتہً آنکھیں مل کر گھبرائی ہوئی آواز میں اپنے آپ سے کہا۔

''چپ رہو ایلمر رمکسیٹن'' ارون نے کہا

''پچھلے ڈھائی سال سے جب سے لیلے بلگرامی کی شادی ہوئی ہے اور تم نے اسے دیکھا ہے تم اس سے شدید قسم کے ذہنی اور جذباتی عشق میں مصروف ہو۔۔۔۔تمہاری شخصیت کی Integrity کا کیا انجام ہوا؟'' ایلمر نے اسی آواز میں پوچھا

''اس طرح کی باتیں کیوں کر رہے ہو تم لوگ۔۔۔۔۔؟'' اسٹیلا نے یکلخت بے حد پریشان ہو کر کہا''تم نے اپنا توازن کہاں کھو دیا۔۔۔۔۔؟''

''اگر تم خاموش رہو تو کتنا بہتر ہو کزن اسٹیلا''۔۔۔۔اچانک راحیل نے جھنجھلا کر پہلی بار بات کی۔۔۔تم کو کاہے کی فکر ہے تم اپنے باپ کے گھر میں، اپنے خاندان کی حفاظت میں زندہ ہو پس منظر میں تمہاری اونچی تعلیم ہے معظم منزل ہے تمہارے باپ کا عہدہ ہے اوپر سے تم لیڈی اسٹیلا رمکسیٹن کی گوڈ چائیلڈ ہو کیا تم نے کبھی نجم الدولہ ہاؤس میں رہتے ہوئے کسی دھندلے تصور تک پہنچنے کی کوشش کی؟ کیا تم نے کبھی اس فاصلے کو ماپنے کی سعی کی جو اتنے قرب کے باوجود مذہب اور فرقے نے نمبر اکیس اور نمبر بائیس یا نمبر بائیس اور نجم الدولہ ہاؤس کے درمیان قائم کر رکھا ہے اور جس فاصلے کے ایک سرے پر میرا کو اپنی عمر بتانی ہے۔۔۔؟ توازن۔۔۔۔!! توازن کے بنا تو تم ایک لمحہ بھی نہیں جی سکتیں پچھلے اڑتالیس گھنٹوں تک تم سب کے عزیز دوست ریاض الدین احمد تمہارے ساتھ تمہاری معظم منزل میں مہمان رہے تم لوگوں سے جو نا قابل بیان چڑ ان کو ہے اور جس حقارت سے وہ تم سب کو دیکھتے ہیں تم اپنے تہذیبی رکھ رکھاؤ اور توازن کی وجہ سے اس کا اندازہ کبھی خود کو نہ ہونے دو گی کیونکہ اسی خاطر توازن اور اخلاق سے وہ تم سے ملتے ہیں لیکن چیزوں کے اس آخری وژن تک پہنچتے پہنچتے درمیان کی

نیلاہٹ ختم ہو جاتی ہے۔۔۔۔میرے اور اس وژن کے درمیان جو چیزیں ہیں، ان کو تم نے کبھی نہیں دیکھا۔۔۔۔۔راحیل نے دل میں کہا

سب چپ چاپ بیٹھے رہے باغ کے تاریک درخت ہوا میں سرسرا رہے تھے" ریاض آج یہاں پارٹی میں نہیں آئے۔۔۔۔۔؟" راحیل نے با آواز بلند سوال کیا "نہیں۔۔۔" فواد نے جواب دیا "گوپال پور سے لوٹ کر سہ پہر کو وہ فیض آباد روڈ سے "ہاؤس" تبدیل کرنے کے لئے چلے گئے تھے اس کے بعد یہاں آنے کے بجائے وہ دلکشا کلب گئے اور وہاں یہ ساری شام انہوں نے بار پر بیٹھ کر گذاری اب پتہ نہیں وہ کہاں ہیں۔۔۔۔لیکن تم کو ریاض کی اتنی تلاش، اتنی فکر کیوں ہے راحیل بیگم۔۔۔۔؟ فواد نے چونک کر اسے مخاطب کیا" ہم سب کو صرف اپنی اپنی فکر ہونی چاہیے مجھ سے تم ریاض کے متعلق کیوں پوچھتی ہو۔۔۔۔ میں اپنے بھائی کا کیپر نہیں ہوں۔میرا بھائی میرا کیپر نہیں ہے۔۔۔۔علی آؤ ہم اور تم مل کر ذرا رولیں۔۔۔۔اتنا کہہ کر فواد علی شانوں پر ہاتھ رکھ کر رونے میں مصروف ہو گیا۔

"بہت دنوں بعد یہ لوگ اتنے ٹپسی ہوئے ہیں" عالیہ باجی نے برآمدے میں سے گذرتے ہوئے لان کی طرف دیکھ کر کسی سے کہا اور پنٹیری کی سمت چلی گئیں

فواد آنسوؤں کی جھلملاہٹ سے میرا کو دیکھتا رہا۔۔۔۔۔۔" میرا رانی میں تمہارا راجکمار کنال ہوں مہاراجہ نل ہوں تمہارے گرکل کا گوالا ہوں لیکن تم تو ایلمر کی کشش سے بھی انکار نہیں کر سکتیں اپنے شخصیت کے مکمل پن کو قائم رکھنے کی اس سعی لاحاصل کو چھوڑ دو میں مہاراجکمار کنال ہوں لیکن تم میری آنکھیں نکال دو میری آنکھیں نکال دو"

فاصلے میں لٹکی ہوئی ایک جاپانی قندیل زور سے ہوا میں ہلی اور اس کی روشنی میں سب کے چہرے ایک لحظہ کو جھلملا اٹھے۔

پھاٹک کے باہر خاموش سڑک پر ایک آہٹ ہوئی۔

''اب کون آیا ہے'' اسٹیلا نے کہا

میرا ایک جمائی لے کر صوفے کے ہتھے پر سے اٹھی اور پھاٹ کی طرف دیکھنے لگی۔

اس کوٹھی کی روشن کھڑکیاں بھی گویا اسے مستقل ونک کر رہی تھیں وہ ذرا خوفزدہ سا ہو کر درختوں کے سائے میں آ گیا اور پھاٹک میں داخل ہو کر لان کی جانب بڑھا اس کوٹھی کی روشنیاں، لان کی مدھم قندیلیں، آسمان کا رنگ، ہر چیز اسے بے حد تھیٹریکل معلوم ہوئی گویا پردے کی کینوس پر بے حد صاف رنگوں سے بڑی احتیاط کے ساتھ سارا منظر پینٹ کیا گیا ہو گھاس پر کوئی آہستہ آہستہو اگر بجا رہا تھا گویا کسی اوڈی ٹوریم کی اوپر کی گیلری میں سے یہ منظر ڈائریکٹ کیے جا رہے ہوں اور ہر بار آوک لائیٹس ہر زاویئے سے اسی پر ڈالی جا رہی ہوں وہ پھر خائف ہو کر ایک درخت کے نیچے ٹھٹک گیا آج سے برسوں قبل دیکھی ہوئی ''کوالٹی اسٹریٹ'' کی یاد اس کی ذہن میں کوندی

سامنے میرا تلنی موجود تھی

''آپ نے مجھے مدعو کیا تھا۔۔۔۔'' اس نے اخلاق سے جھک کر میرا سے کہا

''میں نے آپ کو بلایا تھا۔۔۔؟'' میرا نے دہرایا

''جی ہاں۔۔۔۔۔۔!!'' ریاض نے کہا

''میں نے آپ کو بلایا تھا؟''میرا نے دماغ پر زور ڈال کر پھوسوچا۔۔۔۔۔''
ضرور تشریف لائیے یہاں اس وقت بڑی فرسٹ کلاس پارٹی ہو رہی ہے''اس نے صوفوں کے دائرے کی طرف اشارہ کر کے کہا اور اسی طرح ہتھے پر بیٹھی رہی۔

ریاض گھاس پر آ کر اس کے قریب صوفے پر بیٹھ گیا

''آپ ریاض الدین احمد ہیں۔۔۔۔؟''میرا نے جھک کر وثوق سے کہا'' ان اداس زمانوں میں ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ ہم ان انسانوں سے ملیں جن سے دوبارہ ملنے کی کبھی خواہش ہوئی ہو۔۔۔۔''پھر یکلخت اس کے قریب آ کر میرا نے اس سے کہا''میں اپنا انتظار کر رہی ہوں میں میرا اکنی راجونش ہوں جو سیاہ کلوک پہنے ایک روز سامنے کے پھاٹک سے اندر داخل ہوں گی مدتوں سے مجھے اپنے آپ سے ملنے کی آرزو رہی ہے اور ایک سیارہ دوسرے سیارے سے کتنا دور رہے میں نے آپ کو مدعو کیا ہے؟''

''ہم پھر کنارے پر آن کھڑے ہوئے ہیں خداوند۔۔۔۔''اسٹیلا نے اپنے آپ سے کہا

میں بھیگی چھتوں پر برتی چاندنی اور گیلی چمنیوں پر منڈلاتے کہرہ کو یاد کرنا چاہتی ہوں اور راج محل کے پیچھے پھیلی ہوئی برف کو دماغ کا سکون کہیں نہیں ہے میرا نے آنکھیں بند کر کے بات کی خدا کے لئے مجھ سے نہ کہو کہ اس کمبخت دنیا میں میں ہی تنہا زندہ ہوں باقی سب مر چکے ہیں میرا خرگوش تک جو اگر کبھی کبھی ریس کورس جا کر ہری کے گھوڑوں میں دلچسپی لے سکتا اور واگنر بجا سکتا تو نہایت مکمل ہستی ہوتا۔۔۔۔تم لوگ تو خرگوش بھی نہیں ہو۔۔۔۔میرا نے افسردگی سے کہا ایک مرتبہ وہ اس مشہور رقاص سے ملی تھی جس کو وہ برسوں سے ایڈ مائر کرتی آئی تھی

لیکن جب اس سے ملاقات ہوئی تو اسے پتہ چلا کہ وہ کتنی غلط انگریزی بولتا تھا اور کتنا لالچی تھا اور اس کی بڑی بہن اندرا کی منگنی ہوئی تھی اور تب سے وہ ہر نوجوان سے نہایت خود اعتمادی اور مادرانہ شفقت کے ساتھ ملتی تھی اور دنیا میں سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر خوش تھے اس نے آنکھیں آدھی کھول کر رنج سے دیا گرا کو دیکھا کیا اس انسان کی کوئی فطرت نہیں ہے کوئی مزاج نہیں ہے، کوئی طبیعت نہیں ہے؟ کیا وہ بھی محض ایک اور رفارمولا ہے۔۔۔۔۔۔کم از کم تم راحیل کو لے کر کہیں بھاگ ہی جاؤ۔۔۔۔۔ راحیل دوسرے صوفے پر خاموش بیٹھی قندیل کو دیکھ رہی تھی راحیل تو مستقل سبکو معاف کرتی رہتی ہے اس کی زندگی ایک مسلسل ثواب، مسلسل ذہنی اور روحانی کیفیت ہے تم بھلا کیا بھاگو گی اس نے افسوس کے ساتھ سوچا۔

''آپ نے اپنے دوستوں کو شام بخیر نہیں کہا'' میرا نے علی، اسٹیلا اور جعفر کی طرف اشارہ کر کے ریاض کو مخاطب کیا'' یہ ایک بے حد مقدس خاندان ہے۔۔۔ ہولی فیملی۔۔۔'' اس نے سنجیدگی سے صلیب کا نشان بنایا۔۔۔۔۔۔

ایلمر پیانو پر سر رکھے بیٹھا رہا

علی اپنی کرسی پر سے اٹھا اور ایلمر کے پاس جا کھڑا ہوا۔۔۔۔۔۔

''ایلمر۔۔۔ میں نے ابھی تم کو مارا تھا۔۔۔۔۔'' اس نے بچوں کی طرح بے حد و شوق سے اسے اطلاع دی۔۔۔۔۔ اور بڑے پیار سے اسے دیکھتا رہا۔

''آج کلب میں تذکرہ ہو رہا تھا کہ آپ ''کلپنا'' میں حصہ لے رہی ہیں'' ریاض نے اخلاقاً گفتگو شروع کرنے کی سعی کی۔

''جی ہاں''۔۔۔۔۔۔ میرا نے آنکھ کھول کر جواب دیا شنکر دادا نے مجھ سے

کہا تھا کہ میرا رانی تم کو کلپنا میں ضرور ناچنا پڑے گا ہم مدراس جا رہے ہیں۔۔۔۔۔۔ مدراس سے کوالا لمپور کتنی دور ہے۔۔۔۔۔اور بولیو یا۔۔۔؟ اس نے استفسار کیا۔

''جی۔۔۔؟'' ریاض نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا

راحیل نیکچوں کے انبار اٹھا کر کوٹھی کی طرف چلی گئی۔

'' راحیل بیگم۔۔۔'' ریاض نے کہا'' کیا تم پدما کے تصور کا۔۔۔نعم البدل، یعنی بن سکو گی۔۔۔تم میرے دماغ کی عجیب وغریب عورت ہو۔۔۔۔ میں تم کو بھولنا نہ چاہوں گا لیکن شاید میں تم کو کل ہی بھول جاؤں۔''

''ابھی بھی مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں پھر گوپال پور میں ہوں جہاں میں آج صبح گیا تھا۔۔۔'' ریاض نے دھیمی آواز میں کہا'' وہاں میں نے آپ کے مچھلی کی شکل والے خدا کو دیکھا۔۔۔۔''

''گوپال پور۔۔۔۔؟''میرا نے چونک کر برا مانتے ہوئے پوچھا گویا آپ کو گوپال پور جانے کی کیا ضرورت تھی گوپال پور صرف ہماری چیز ہے آپ کون ہوتے ہیں

''سنئے''میرا نے جھک کر رسان سے اس سے کہا'' آپ راحیل سے شادی کر رہے ہیں۔۔۔؟''

''جی۔۔۔؟ جی۔۔۔غالباً نہیں'' ریاض نے پرسکون آواز میں جواب دیا

آپ شاید کل یا پرسوں صبح دلی، لاہور، اپنی دنیا، اپنے دیس واپس چلے جائیے گا آپ نے ہمارا یہ خودکشی کا دور دیکھا اور محظوظ ہوئے کچھ عرصے بعد آپ کسی چمکدار پرم کیے ہوئے بالوں والی لڑکی سے شادی کر لیجئے گا اور رات کو کلب سے

دیر میں گھر لوٹا کیجئے گا۔۔۔ہم سب ایک بہت پریشان کن سوال تھے ہمیں آپ بہت جلد بھول جائیں گے اور چند سالوں بعد۔۔۔۔آپ کا تذکرہ ہوا ز ہو میں مع آپ کی تصویر، کلب کے پتے اور ہوبیز کے چھپے گا اور آپ کی بیگم صاحبہ تقسیم انعامات کے جلسوں میں صدارت کے لئے بلائی جائیں گی۔۔۔۔اور میرے پاس ایک پیلا سوٹ کیس ہے جس کو لے کر شاید میں کہیں چلی جاؤں ہم کنارے پر آ کھڑے ہوئے تھے لیکن اب واپس چلے گئے۔۔۔اس نے اسٹیلا سے کہا

''خدا حافظ میرا راجونش۔۔۔خدا مجھ پر رحم کرے''ایلمر نے پیانو پر سے سر اٹھائے بغیر دہرایا۔

''بھیڑیں۔۔۔عمر بھر بھیڑوں کے ساتھ رہنا۔۔۔بھیڑیں اور خرگوش۔۔۔''میرا نے ایلمر کو دیکھ کر حقارت سے کہا''میں تم سے بھی نفرت کر سکتی ہوں ایلمر رملکسیٹن۔۔۔''وہ اٹھ کر اس کے پاس گئی۔۔۔۔''تم نے بنے بھائی کو قید کروا دیا تھا تم نے علی کو دو سال کی سزا کی تھی۔۔۔تمہارے ضمیر سے لان پر ٹہلتے ہوئے کلب میں ریس کورس پر، اکثر ملاقات ہوئی تمہاری برطانوی اصول پرستی اور تمہارے ضمیر دونوں سے،تم کتنے کمینے انسان ہو۔۔۔۔تم نے علی کو جیل بھیجا تھا۔''

''علی کو۔۔۔''ایلمر نے دفعتہً مفلوج سا ہو کر کہا''علی کو۔۔۔''اس نے اپنی جیب میں لرزاں انگلیوں سے کوئی چیز تلاش کرنے کی کوشش کی جس وقت میں یہاں آ رہا تھا چپراسی نے مجھے یہ کاغذات لا کر دیئے جو تمہارے کزن نواب رضا قاسم نے خاص طور پر جانے کس لئے مجھے بھجوائے ہیں دراصل کھن کھن جی نے دیوانی کی عدالت کے ذریعے نوٹس دیا ہے۔۔۔۔اس نے کانپتے ہوئے

ہاتھوں سے ایک لفافہ علی کے سامنے میز پر سرکا دیا۔۔۔۔ ''مسماۃ سیدہ عالیہ بیگم اور علی بہادر۔۔۔'' وہ پریشانی سے دوسری جانب دیکھنے لگا سب اپنی اپنی جگہ پر ساکت رہ گئے۔

عالیہ باجی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی گھاس پر آئیں آم کے باغات کی ضمانت پر جو چالیس ہزار روپے کی دستاویز لکھی گئی تھی اس کی ادائیگی اب تک نہیں ہوئی معظم منزل کے رہن کی رقم سود در سود ملا کر اصل سے تین گنی ہو چکی ہے لیکن اس کی میعاد ابھی باقی ہے علی کے نام یہ نوٹس دستاویز کے متعلق ہے اگر پچاس ہزار کی رقم اگلے ہفتے تک ضمانت کی نہ داخل کی گئی تو۔۔۔۔۔ اسٹیلا رک گئی۔

''تو سنٹرل جیل؟'' علی نے پرسکون آواز میں ذرا مسکرا کر دریافت کیا۔۔۔۔ اب وہ بالکل سوبر ہو چکا تھا۔۔۔ تم کو معلوم ہوگا اس ملک کے جیلخانوں سے ہم لوگوں کے بہت دیرینہ مراسم ہیں سیاسی، معاشی، مذہبی۔۔۔ قومی ستیہ گرہ سن بیالیس کا اندولن دیوانی اور فوجداری کے مقدمے تبرا ایجی ٹیشن۔۔۔۔۔ اس نے جھک کر ریاض کو بتلایا۔

''تبرا ایجی ٹیشن۔۔۔۔۔؟'' ریاض نے استعجاب سے سوال کیا

''ہاں یہ۔۔۔۔۔ ہمارے کے یہاں کی خاص سیاست تھی'' علی نے انکسار سے مطلع کیا

میرا پھیلی ہوئی آنکھوں سے سب کو دیکھتی رہی۔۔۔۔۔ جب انسان بالکل ڈوبنے لگے تب غالباً مشیت کا مذاق اڑا کر خود کو مطمئن کرنے کے لئے ہنستا ہے علی کی پلکیں اب تک بھیگی ہوئی تھیں لیکن اب وہ ہنس رہا تھا۔

''ہم اپنے بڑوں کو قطعی اس سانحے کی خبر نہ ہونے دیں گے جہاں تک ممکن ہو

گا۔۔۔۔۔‘‘جعفر نے آہستہ سے عالیہ باجی سے کہا

’’اور کل وہ انجینئر صاحب آنے والے ہیں جن سے شادی کے لئے باجی مستقل انکار کر رہی ہیں‘‘اسٹیلا نے سرگوشی کے لہجے میں کہا

’’بجیا۔۔۔۔تم ان چند داس سے شادی کے لئے تیار تو نہ ہو جاؤ گی؟‘‘علی نے گھبرا کر پوچھا وہ سب آہستہ آہستہ قدم رکھتے کوٹھی کی طرف چلے گئے۔

ایلمر ملول نگاہوں سے ان کو جاتا ہوا دیکھتا رہا ریاض اور فواد کچھ دیر قبل ’’ہاؤس‘‘جا چکے تھے۔

’’خدا حافظ میرا راجونش۔۔۔خدا حافظ علی۔۔۔میں بے حد کمینہ انسان ہوں میں بالکل واش آؤٹ ہوں خدا مجھ پر رحم کرے‘‘اس نے بے حد خلوص کے ساتھ کہا اور عارضی بار پر سے ایک اور پٹیالہ پگ اٹھایا۔

’’علی میرے عزیز۔۔۔میرے دوست۔۔۔‘‘اتنی دیر بعد پہلی دفعہ یکا یک تمہارہ جانے کا اسے احساس ہوا اور اس نے زارو قطار رونا شروع کر دیا،علی،میرا، ارون،ارنسٹ،اچانک اس کے ذہن میں ایک روکوندی،ارنسٹ،تم سب میرے کتنے چہیتے ہو پیلے بالوں اور شفاف نیلی آنکھوں والا میرا پیارا ارنسٹ برومیل۔۔۔کھلی ہوا،ہرے میدانوں اور پائن کے عمیق جنگلوں کا بیٹا جس نے ہائنے کی شاعری سے عشق کیا اور ہندوستان کے رقص کو سنوارنے کی سعی کی سات سال تک وہ نظر بند رہا اور کیمپ میں اسے ٹی بی ہوگئی ارنسٹ میرا عزیز ترین دوست جو میرا بدترین دشمن بھی ہے ارنسٹ اگر اب تم بھی مجھ سے ملو تو کیا تم بھی میری ناک پر گھونسہ مارو گے۔۔۔میں نے تم کو وہاں قید نہیں کیا تھا۔۔۔۔گر میں بیحد کمینہ ہوں۔۔۔۔میری دلی تمنا ہے کہ ایک ایک کر کے تم سب کا خاتمہ

ہو۔۔۔۔۔۔تم سارے جرمن سوروں کا۔۔۔۔۔وہ آنسو بہاتا رہا پیانو پر بیٹھ کر اس نے پھر انگلیاں چلانے کی کوشش کی۔۔۔۔۔۔ارنسٹ برومیل تم کہتے تھے نا کہ ہم انگریز بیٹھوون کی روح میں داخل نہیں ہو سکتے۔۔۔۔وہ موسیقی کے اوراق الٹتا پلٹتا رہا۔۔۔سوناٹا۔۔۔۔منیوٹ۔۔۔۔فیوگ۔۔۔۔۔اگر میں اس وقت بجانا بھی چاہوں تو میری انگلیاں کام نہیں کریں گی میری انگلیوں کی، میری ساری روح کی شگفتی علی اور میرا اور ارنسٹ ان سب نے مل کر سلب کر لی ہے۔۔۔۔۔۔ میرے ازلی، شدید ترین دشمن ہو۔۔۔۔۔میں اپنے الطار پر تم دونوں کی تصویریں بجاؤں گا۔

رات کی ابدی تاریکی سارے میں پھیل گئی

لیکن اگلی گرمیاں اگلی صبحیں اور شامیں اگلی پھواریں۔۔۔۔۔

باغ زندہ رہا۔

☆☆☆☆☆

رفتہ رفتہ سارے میں یہ گھورا اندھیرا چھا گیا۔کائنات پر ابد کی رات کی تاریکی پھیلتی چلی گئی کرمن کی گت نیاری رے او دھوے پچھلے برآمدے میں اندرا راجونش مدھم سروں میں گا رہی تھی دروازوں کی چوکھٹوں میں بندھروار باندھے گئے تھے کیا اب میری لگن کی تیاریاں ہو رہی ہیں میرا نے ڈوبتے ہوئے دل کے ساتھ سوچا۔

شاید تمہاری لگن تو نہیں ہو گی لیکن تمہارے بابا جن سے تم کو اتنی محبت ہے،مر جائیں گے کسی نے چپکے سے اس کے دل میں کہا او سان کی اس بیماری اور ممکن موت کی وجہ تم خود ہو گی۔یہ بھی تم جانتی ہو تم نے ایک سرکش خودسر لڑکی کی طرح ان کے پسند کے لوگوں سے بیاہ کرنے سے ہمیشہ انکار کیا ہے تم تو پونم وشاریہ کا بھی مذاق اڑاتی ہو تم اپنے باپ کی مجبوریوں کو نہیں پہچاننا چاہتیں تمہاری ان کو یتاؤں سے بھلا تمہارے باپ کو کیا سکھ پہنچا۔۔۔۔۔؟

''کیا بابا مر جائیں گے۔۔۔۔۔؟''اس نے ڈرتے ڈرتے اپنے آپ سے سوال کیا۔۔۔کرمن کی گت نیاری۔۔۔۔۔۔۔برآمدے میں اندرا نے دہرایا

سیڑھیاں طے کر کے وہ باغ کی باڑ کے پاس آئی اور وہاں سے اس نے دیکھا کہ علی کے کمرے میں ابھی روشنی ہو رہی ہے۔۔۔باڑ پر سے اتر کر وہ حسب معمول نمبر اکیس کے احاطے میں داخل ہوئی علی کے کمرے کی فرنچ کھڑکی کے شیشوں میں سے وہ لوگ نظر آ رہے تھے وہ سب ایک میز کے گرد بیٹھے کچھ سوچ رہے تھے میرا کھڑکی کے نیچے سائے میں دیوار سے لگ کر کھڑی ہو گئی اندر جانے

کی ہمت اس نے اپنے میں نہ پائی میں کیا کر سکتی ہوں میں اپنے لئے علی کے لئے کیا کر سکتی ہوں۔ اس نے خود سے سوال کیا اور اندر کی باتیں سنتی رہی۔

''اب کیا کیا جائے؟'' جعفر نے کہا

''سنا ہے ان سب قصوں سے گھبرا کر رضا بھائی یا انجینئر صاحب کا پیغام منظور کرلیا جائے گا'' میں نے غصے سے کہا

''ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں'' اسٹیلا نے وثوق کے ساتھ جواب دیا

فانوس اپنی مدھم روشنی سے دیواروں پر دھبے پھیلاتا رہا۔

''ڈیڑھ لاکھ یعنی ایک لاکھ پچاس ہزار سب ملا کے تقریباً پچاس ہزار ضمانت'' جعفر نے انگلیوں سے چار پر دائرے بناتے ہوئے کہا ''آپ کو معلوم بھی ہے یہ رقم کتنی ہوتی ہے۔۔۔''

''اگر علی نے آج تک کچھ کیا ہوتا۔۔۔۔۔۔۔ وہ کیوں ہر چیز میں اتنا نا کامیاب رہا۔۔۔۔؟ میں نے افسردگی سے کہا'' اور ابھی نہ ہم کمپنیوں کے حصے فروخت کر سکتے ہیں نہ ان کا منافع حاصل کر سکتے ہیں نہ کیش روپیہ نکلوا سکتے ہیں ورنہ ایک ہی دفعہ میں ساری رقم اطمینان سے ادا کر دی جاتی۔

''تو تمہارا مطلب ہے کہ گویا دیوالہ پٹ گیا؟'' اسٹیلا نے معصومیت سے پوچھا

''ایک طریقے سے تو پٹ گیا۔۔۔۔'' میں نے جواب دیا ''ایک تو میں اپنا پیانو فروخت کر دوں گی۔۔۔۔'' میں نے طے کیا

''میرے پاس کندن کے نگ ہیں جو پچھلے سال ممی نے دیئے تھے'' اسٹیلا نے اطلاع دی

''اور میرا بچارہ ٹوپسی جو کم از کم پانچ سو میں بکے گا''جعفر نے کہا

''جھمکے میرے پاس بھی تھے لیکن ان میں سے ایک گم گیا''میں نے کہا

''تم اپنی تصانیف وغیرہ کچھ بیچو۔۔۔''ارون نے خفگی سے مجھ سے کہا

میں نے اس بات سے شدید طمانیت محسوس کی کہ ارون مجھے بحیثیت ادیب مخاطب کر رہا ہے بے حد وقار سے میں نے اس سے پبلشرز کی بد معاملگی اور نہ ہونے کے برابر قلیل معاوضے اور ہندوستان کے ادیبوں کی اقتصادی بد حالی کی شکایت کی اسی سنجیدگی اور وقار کو قائم رکھتے ہوئے اس نے میری گفتگو سنی اور پھر سر ہلا کر خاموش ہو گیا میرا کھڑکی کے نیچے سے باغ کی روشنی میں آ گی اور سہم کر اس نے وقت کا اندازہ لگایا۔

☆☆☆☆☆

35

وقت گذرتا جارہا ہے اور اب تم کو بہر حال فیصلہ کرنا ہے میر ارانی، میر ارانی، میر ارانی

رات کے پرندوں نے پھر چیخنا شروع کر دیا ہے

وہ تنہا کمروں میں گھومتی پھر رہی ہے یہ ارون کا کمرہ ہے اس میں برسوں پہلے کے بوائز اون ویکلی اور روور کے انبار وا سکیٹس کی جوڑیاں، مشینوں کے پرزے اور طیاروں کے ماڈل الماریوں میں ٹھنسے ہوئے ہیں۔ ہر طرف سخت افراتفری کا عالم ہے (کرنل راجونش وہ مشہور عالم نفاست پسند بیچلر ہیں جن کے گھر اور کمرے کی سجاوٹ کا تذکرہ چاء کی میزوں پر کیا جاتا ہے) اسی قسم کا کمرہ علی کا ہے جس میں صرف یہ فرق ہے کہ مشین کے پرزوں اور طیاروں کے ساتھ ساتھ اس نے لڑکپن کے زمانے سے دنیا بھر کی کتابیں اور پمفلٹ بھی جمع کر رکھے ہیں جن کو وہ رات کو بڑی راز داری سے بیٹھ کر پڑھا کرتا تھا یہ رسالے اور کتابیں مس کیتھلین چیو مرحومہ کی اطلاع کے مطابق وہی بوشویک لٹریچر تھا جو انہوں نے اس سے بھی چند سال پہلے ماسٹر ہلمر کو موم بتی کی روشنی میں پڑھتے دیکھا تھا علی اور ارون کے کمرے بالکل ایک سے ہیں جن دو لڑکیوں نے چار سال کی عمر سے لے کر اب تک کی ساری زندگی مسلسل اکٹھی بتائی ہو ان کے کمروں میں کسی انفرادیت کے باقی رہ جانے کا امکان ہی پیدا نہیں ہوتا لڑکپن میں دونوں بوکسنگ کرتے اور دونوں کی ناک سے خون بہتا ارون علی سے تین سال بڑا تھا دونوں کو وہ اس بہت بڑی خوفناک دنیا میں اپنا محافظ اور نگران سمجھتی آئی تھی اور کبھی کیا ایسا ہو گا کہ وہ بالکل

اکیلی رہ جائے گی اور تنہا دنیا کے راستوں پر چلے گی۔

میرا پیانو کو چھو رہی ہے وچتر وینا اور ستار اور تان پورے۔۔۔۔۔ تان پورے میں موسیقی کی کتابیں پیک کرتی جا رہی ہوں (موسیقی کے خبط میں سارا گروہ مبتلا تھا ابا جان نے رامپور دربار کے استاد یعقوب خاں کو برسوں اپنے ہاں ملازم رکھا جو مجھے پکے گانے کا ماہر بنانے میں دن رات کوشاں رہتے لیکن اس میں کامیابی ان کو بہت کم ہوئی گھر کے ایک ونگ میں ان کو دو کمرے دے دیئے گئے تھے جہاں وہ دن بھر شاعری میں مصروف رہتے۔۔۔۔ ارون نے پندرہ سال کی عمر میں انگریزی میں نظمیں لکھنی تھیں علی نے سولہ سال کی عمر میں کئی ہزار صفحے کا تاریخی ناول لکھنے کا ارادہ کیا تھا جس میں وہ بتانا چاہتا تھا کہ ہند کا کسان موجودہ حالت پر کس طرح پہنچا۔۔۔۔ محظوظ ہونے کی صلاحیت سب میں کس قدر تھی لارل اور ہارڈی کے فلموں پر سب مل کر اس قدر قہقہے لگاتے کہ آنکھوں میں آنسو آ جاتے۔۔۔۔۔۔۔ اور لوگ حیرت سے دیکھتے)

کتابیں بیکار ہیں زندگی میں آج یہ پچیسویں بار مجھے معلوم ہوا کہ کتابیں بکواس ہیں ابا جان مرے تھے تب بھی مجھ پر یہ انکشاف ہوا تھا۔

''میں باہر جا رہی ہوں۔۔۔۔۔'' دفعتہً میرا نے مڑ کر مجھے مخاطب کیا دیوار پر اس کے سائے نے آسمان کی تاریکی کی سمت اشارہ کیا۔

''لیکن اتنا اندھیرا ہے تم کہاں جاؤ گی'' میرے سائے نے تکرار کی

شمع دان اٹھا کر میں ستون کے پاس کھڑی رہی جس پر روشنی ناچ رہی تھی لمبے جا زبین برآمدے کے سرے والے کمرے میں سب جمع تھے۔۔۔۔۔۔۔ کیا علی وغیرہ اب تاش کھیل رہے ہیں۔۔۔۔۔ میں نے استفسار کیا۔

''اینٹ کے پتے ٹرمپ بن گئے ہیں۔۔۔ساری بلیاں سینٹ پال چلی گئی ہیں۔۔۔ساری بلیاں۔۔۔۔''میرا اپنچی آواز میں گاتی ہوئی باغ کی سیڑھیوں کی طرف چلی گئی

بیک روم میں کسی نے دوبارہ فارم یارڈ سمفنی بجانا شروع کر دی

اندھیرے میں پہنچ کر میرا نے تیز تیز قدم رکھنے شروع کیے لیکن اندرا کی آواز اور''کرمن کی گت نیاری'' کی تکرار اور بہت سی صدائیں مل کر دور تک اس کا پیچھا کرتی رہیں وہ تیزی سے ایک طرف کو چلتی رہی۔

پھر مدھم چاند تیرتا ہوا اندھیرے میں نیچے اتر آیا اور اس کی ہلکی سی سرخ روشنی سارے میں پھیل گئی۔اس روشنی میں زلزلے آرہے تھے اور دیوار ہل رہی تھیں اور ہر طرف ٹوٹے ہوئے پھاٹک اور بند دروازے تھے اس کی جانی پہچانی گومتی کے کنارے کنارے جو راستہ جاتا تھا اس کے آخری سرے پر شمشان تھا جس میں اب شعلے لپکنے لگے تھے جتنا جتنا وہ آگے بڑھتی ان شعلوں کی لپک زیادہ ہوتی جاتی پھر وہ رک گئی اور گھر کی اور واپس مڑ گئی شعلے مدھم پڑ گئے اور شمشان بھومی میں خاموشی چھا گئی اس نے پھر چلنا شروع کیا آگ کی تیزی سے ساری فضا سرخ ہو گئی چاند اس قدر دہکا کہ میرا کو اس کی تپش اپنی پیشانی پر محسوس ہوئی لکڑیوں کے چٹخنے اور انگاروں کے لپکنے کے ساتھ ساتھ دہشتناک خلاؤں میں نارومنی کی آواز زور سے گونجی۔۔۔۔دھرم مورت دھرم آتما شری مہندر کمار راجونش کی ستیہ وتی سپتری جو۔۔۔۔یہ آواز اس نے پوری نہ سن پائی کیونکہ نارومنی جو پاتال تک آ گئے تھے پھر اوپر لوٹ گئے سرد ہواؤں کے تھپیڑوں میں اس کو بہت سی انسانی سرگوشیاں سنائی دیں۔۔۔۔چنانچہ وہ مر گئے؟۔۔۔جی ہاں۔۔۔۔۔بات یہ

ہوئی کہ لڑکی کی طرف سے اپنی، ان کو بہت دکھ پہنچا۔۔۔۔۔لڑکی نے ان کے گھر سے جا کر ایک مسلمان سے بیاہ کر لیا تھا۔۔۔۔۔ دراصل۔۔۔۔۔ پھر نارد منی نے اپنا آسمانہ دوتارہ ہلا کر کورس اٹھایا۔۔۔ دھرم آتما دھرم مورت۔۔۔۔۔کریا کرم کے سمے کے منتروں سے آسمان لرزنے لگا۔۔۔۔

وہ کھڑی رہی اور اس نے واپس مڑنا چاہا لیکن ہوا کا کہ ایک زوردار تھپیڑا آیا۔۔۔ اور اس کو آگے کی طرف دھکیل دیا یہ ہوا اسے پتہ نہ تھا کہ کہاں سے آئی ہے یہ وہ آوارہ ہوا تھی جو کائنات کے سارے کونوں میں روتی پھرتی ہے اور نیم وا دریچوں سے اندر جا کر سوتے ہوئے دکھی انسانوں سے چپکے سے پوچھتی ہے کیا تم میرے ہمراہ نہ چلو گے۔

پھر چاند تیرتا تیرتا اپنی اصلی حالت پر واپس چلا گے اور اس کی نرم روشنی میں ٹھنڈی ندیاں بہنے لگیں جن کے کناروں پر خوبصورت چھوٹے چھوٹے مکان تھے جن کے باغیچوں میں ڈیزی کے پھول کھل رہے تھے اور دیواروں پر بچے بیٹھے تھے اور جھاڑیوں میں خرگوش کھیل رہے تھے۔

میرا۔۔۔میرا۔۔۔۔باغ کی دیوار کے پرے کھڑے ہو کر فواد نے اسے پکارا۔

''میری۔۔۔ میری۔۔۔۔ کوائٹ کونٹریری۔۔۔ ہاؤڈز یور گارڈن گرو۔۔۔۔؟'' دیوار پر سے اچکتے ہوئے ایک نیلی آنکھوں والے شریر بچے نے اپنی لکڑی کی بندوق کا نشانہ اس کی طرف لگاتے ہوئے اس سے استفسار کیا۔

میرا فواد نے دہرایا

''فادرانٹینی۔۔۔۔'' میرا نے آہستہ سے کہا

''فادر انٹھنی ۔۔۔۔؟'' یہ کیا اڑا رہی ہو۔۔۔۔ کیا تم مجھ کو نہیں پہچانتیں؟ اس وقت شام کے سات بجے ہیں تم فیض آباد روڈ سے کلب آئی ہو تم نے مجھے فون کیا تھا کہ تم کلب آ رہی ہو اور یہ کہ تم آج بالآخر اپنے فیصلے پر پہنچ گئی ہو اور یہ کہ یہاں سے ہم کانپور جا کر۔۔۔۔

''فادر انٹھنی ۔۔۔۔ فادر انٹھنی ۔۔۔'' میرا نے آنکھ بند کر کے زیر لب دہرایا۔۔۔۔ اور فواد کی بات پوری نہ ہونے دی

وہ سڑک پر آگے روانہ ہوئے

اندھیرے میں چاروں اور پھول ہی پھول تھے کانپور روڈ پر کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد انہیں پھونس کی چھت کا ایک مانوس کاٹج نظر آیا جس کے آگے کی زمین پر اور زیادہ پھول کھلے تھے وہ دونوں کار سے اتر کر کاٹج کے اندر گئے میرا کو محسوس ہوا جیسے اب وہ سو گئی ہے ایک اینگلو انڈین بڑھیا نے ان کو سلام کیا ایک کتا پاس سے گذرا اس لکڑی کی بالکنی پر سے ابھی ہمارے ساتھی جھانکیں گے اور سفید پھول ہمارے اوپر پھینکے جائیں گے میرا نے تصور کرنا چاہا۔۔۔ اندر جا کر وہ ایک صوفے پر بیٹھ گئی ایک ماؤس اطالوی اس کے قریب آیا ''آپ کے لئے کیا بجاؤں سینوریتا۔۔۔؟'' اس نے سوال کیا

میرا نے فواد پر نظر ڈالی جو اطمینان سے میز کے کنارے پر بیٹھا تھا گویا کوئی بات ہی نہیں اس تھوڑے سے عرصے میں انہوں نے ایک پنٹو مائم کیا تھا اب باتیں کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی لیلیٰ کے وہاں پہنچ کر ہم تار بھیج دیں گے ہم کل نینی تال جا رہے ہیں۔۔۔ سید و بیگم فواد نسیم احمد۔۔۔ فواد نے کانٹے سے میز کی چادر پر چند اور لکیریں بنائیں ''ٹروپیکل میجک بجاؤ۔۔۔'' اس نے بے حد تو ابانہ

طریقے سے اطالوی کو انگلی کا اشارہ کیا۔

اطالوی نے وائلن پر زور سے بور گڑ امیرا نے دہل کر اسے دیکھا

''فادر انٹینی ۔۔۔۔''غیر ارادی طور پر اس نے پھر کہا

فواد نے استفسارانہ نگاہوں سے ذرا جھنجھلا کر اسے دیکھا

''فادر انٹینی ہمارے اسکول میں تھے''میرا نے کہا''اور ایک بار جبکہ ہم لوگ کیمپ کے لئے دہرہ سے بارلو گنج جا رہے تھے تو راستے میں ایک پہاڑی چار خانے میں رک کر انہوں نے ہماری اس روز کی دعا لیڈ کی تھی خداوند۔۔۔۔۔ہمیں ہماری مرضی پر چلنے کے لئے استقامت عطا فرما۔۔۔''

''ہماری مرضی جو کہ دراصل تیری مرضی ہے۔۔۔۔۔''فواد نے آہستہ سے جملہ پورا کیا

''جو کہ دراصل تیری مرضی ہے۔۔۔۔۔''میرا نے رک رک کر دہرایا۔

خداوند۔۔۔۔؟ خداوند کی مرضی۔۔۔۔؟وہ کون ہے کیا ہے؟۔۔۔۔۔۔ کدھر ہے۔۔۔۔۔اس کی مرضی کیا ہے؟؟۔۔۔۔۔خلاؤں میں جھکڑ چلتا رہا تھا وہ پھر تیز ہو گیا نا رونی کے آسمانی دوتارے کے سر جھنجھنائے ذہن اور عناصر کے سارے راکشسوں نے مل کر قہقہہ لگایا۔شمشان بھوم کے شعلوں سے فضا پھر روشن ہو گئی میرا نے لرز کر آنکھوں پر ہاتھ رکھے جب اس نے آنکھیں کھولیں تو اس وقت ٹی روم کے سارے لیمپ روشن ہو چکے تھے۔

وہ چپ چاپ بیٹھی ٹی روم کے مانوس اولڈ ورلڈ ماحول کو دیکھتی رہی فواد خاموشی سے چھری کانٹوں کی ناؤ بنا کر میز پر ادھر ادھر چلانے میں مصروف رہا۔

پھر فواد اطمینان سے چلتا ہوا اسٹینڈ کے نزدیک گیا باہر چند مرغیاں جن کو ابھی

بند نہ کیا گیا تھا نم زمین پر دانے چگ رہی تھیں میرا کا جی چاہا کہ وہ جا کر دیکھے کہ کاٹج کے پیچھے کیا ہے اسے ہمیشہ سے مکانوں کے عقبی حصے دیکھنے کا شوق تھا جو اس قدر پر اسرار ہوتے تھے الگنی پر پھیلے کپڑوں کی شخصیت لکڑی کے ٹب، مرغیاں، چولائی اور ڈیلیا کے پودے کوئی سفید بلی یا بوڑھا کتا۔۔۔۔اس نے پرے فواد کو دیکھا آج اس طرح اچانک اس نے اس انسان کے ساتھ اپنی زندگی بتانے کا فیصلہ کیا ہے یہ دراصل کس قدر معمولی، بے رنگ اور سادہ واقعہ تھا اس میں کہیں سے کسی میلوڈرامہ، کسی منظر آفرینی کی گنجائش ہی نہ نکلتی تھی کل وہ اسٹیلا کے ہاں کے ایٹ ہوم سے تھکی ہوئی گھر آئی صبح کو اس نے بابا کا ٹمپریچر لیا اور ان کو اخبار سنایا۔ ارون نے اس کو اطلاع دی کہ مسٹر پونم وشاریہ بردکھوے کی غرض سے تشریف لے آئے ہیں اور کارلٹن میں ٹھہرے (''جو کوئی تمہارا بدنصیب سوٹر آتا ہے، کارلٹن ہی میں ٹھہرتا ہے حالانکہ ان غریبوں کے لئے کارلٹن سخت منحوس ثابت ہوا ہے'' ارون نے جل کر کہا تھا ''واہ لفٹنٹ کمانڈر راپورب چکرورتی جو آئے تھے وہ برلنگٹن میں قیام پذیر ہوئے تھے اور راگوراجن ونیکٹا اچاریم رائل میں اس نے فوراً تصیح کی تھی) اس کے بعد اس نے کچھ دیر ممی کے پاس بیٹھ کر ٹماٹر کاٹے تھے اور خانساماں سے آلوؤں کی قیمت پر بحث کی تھی شام کو وہ ارون کے کمرے کی افراتفری کو ٹھیک کرتے کرتے اکتا گئی تھی اور کچھ دیر اس نے اندرا کے ساتھ ایک بھجن گایا تھا۔''

اس نے پھر آنکھیں بند کر لیں اب ہم کیا باتیں کریں گے وہ ایک دوسرے کے متعلق اتنا کچھ جانتے تھے بچپن سے لے کر اس وقت تلک کا رتی رتی واقعہ اب اور کچھ کہنے سننے کی ضرورت ہی نہ تھی لیکن پھر بھی۔۔۔۔میرا نے میز کی سطح پر

ہاتھ رکھا۔۔۔۔پھر بھی فواد، یہ انسان وج کچھ ہے مجھے اس کے متعلق کیا معلوم ہے نہ اسے اصلیت میں پتہ ہے کہ میں کون ہوں غالباً وہ میرے لئے اتنا ہی اجنبی ہے جتنا اجنبی ریاض تھا اگر کبھی ریاض اور راحیل ایک دوسرے سے باتیں کرنی شروع کردیں۔۔۔۔لیکن کیا کبھی ایسا ہوگا۔۔۔۔؟ اسے پھر خوف محسوس ہوا کیا یہ ممکن ہے کیا یہ صحیح ہے کہ پھولوں کی اس نیم تاریکی میں فواد میرے نزدیک موجود ہے بوڑھے ٹموتھی ہوپکنز سے کاؤنٹر پر جھکا باتیں کررہا ہے ابھی ہم لیلیٰ کے گھر جائیں گے پھر ایک لمحے کی پرواز کے ساتھ یہ ساری واقعیت ایک اور واقعیت میں تبدیل ہو جائے گی وہ محض فواد نسیم احمد نہ رہے گا وہ میرا شوہر ہوگا وہ میرے متعلق کہے گا۔۔۔۔۔میری بیوی نے ابھی چاء پی ہے، شکریہ۔۔۔۔ میری بیوی صبح شاپنگ کے لئے گئی تھیں۔۔۔۔آپ میری بیوی کو فون کر دیجئے گا۔۔۔۔بھگوان۔۔۔یہ سب ممکن ہے یہ سب ہونے والا ہے، ہو جائے گا۔اس نے پھر لرز کر سامنے کی اور دیکھا وہ پھولوں پر جھکا کاٹج کے مالک سے کچھ کہہ رہا تھا۔

پھر وہ حسب معمول اپنے سوتے سوتے انداز میں میرا کی طرف مڑا اور اسے دیکھ کر مسکرایا۔

اور تب میرا نلنی نے دیکھا کہ وہ ایلمر رمکسٹین تھا ایلمر کی نیلی آنکھیں تھیں جو اسے دیکھ کر متبسم ہوئیں۔

ایلمر۔۔۔۔نہیں، یہ تو محض فواد تھا (محض فواد۔۔۔۔؟) اور ایلمر اس دنیا میں ہے، رہے گا پھولوں کی اس نیم تاریکی کے پرے، کہیں موجود ہے۔۔۔میرا بل۔۔۔میرا بل رمکسٹین۔۔اس نے ایک پھریری کی۔۔۔۔اور زور سے

گلدان کو اٹھا کر زور سے دوسری جگہ رکھا اور طے کرنا چاہا کہ یہ شام کے ساڑھے سات بجے ہیں اور وہ بہر حال فواد کے ساتھ زندگی بتانے جا رہی ہے۔۔۔۔۔ ایلمر کو وہ نہیں جانتی علی سے بھی وہ بالکل واقف نہیں۔ اسے اب عمر بھر فواد کی پرستش کرنی ہے۔۔۔۔۔ جی ہاں میرے ہزبنڈ کل دہلی جا رہے ہیں میرے شوہر کو تو بمبئی کی آب و ہوا کبھی راس نہیں آئی۔۔۔۔۔۔۔۔ ہلو۔۔۔۔۔ کرنل و مسز فواد احمد۔۔۔۔۔ تخیل میں اس نے یہ سارے مکالمے ادا کئے اور سنے لیکن ایلمر بالکل اس کے نزدیک آ کر کھڑا ہو گیا۔۔۔۔۔ میرا ابل۔۔۔۔۔۔ مجھے صرف دکھ چاہئیں تمہاری دنیا میں صرف دکھ ہیں اور مجھے وہ پسند ہیں۔

''میرا رانی۔۔۔۔ چلنا چاہئے کہیں بارش نہ شروع ہو جائے۔۔۔۔۔'' فواد نے روزمرہ کی معمولی آواز میں اس سے کہا

وہ باہر نکلے فواد نے اس کے لئے کار کا دروازہ نہیں کھولا اپنی بہن نادرہ اور اس کے علاوہ راحیل، اسٹیلا اور میرا وغیرہ ان لوگوں کے لئے اس نے آج تک کبھی یہ زحمت گوارا نہ کی تھی

وہ اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی اس طرح ہم عمر بھر اکٹھے دروازوں سے نکلیں گے کمروں میں داخل ہوں گے سفر کریں گے کھانا کھائیں گے میری شخصیت اور اس انسان کی شخصیت آج سے ایک سمجھی جائے گی۔

''افوہ ابھی ہم صرف دس میل آئے ہیں۔۔۔۔'' فواد نے اکتاہٹ کے ساتھ کہا جس طرح وہ ہر بات ایک خاص تھکے ہوئے انداز میں ادا کرتا تھا۔

وہ خاموش رہی۔

☆☆☆☆☆☆

میرا۔۔۔۔میرا کہاں ہے۔اسٹیلا چلاتی ہوئی آئی اور سراسیمگی سے زینہ طے کرتے ہوئے اس نے مجھ سے سوال کیا۔

''میرا؟۔۔۔۔۔۔ابھی ابھی وہ یہاں تھی پھر اسنے کہا کہ میں باہر جا رہی ہوں'' پیانو پر شمعدان رکھ کے میں نے ہاتھ ہلا کر جواب دیا

''انکل راجونش کو دوبارہ دل کا دورہ پڑا ہے وہ بار بار میرا کو پکار رہے ہیں'' اسٹیلا نے پھولی ہوئی سانس کے ساتھ کہا ''ان کی حالت یکا یک بگڑ گئی ہے''

''ارون کہاں ہے'' میں نے تیزی سے سیڑھیاں اترتے ہوئے پوچھا

''ارون اور علی اور سب لوگ ادھر ادھر ڈاکٹروں کو بلانے کی دوڑ بھاگ میں لگے ہوئے ہیں چلو جلدی سے میرا کو ڈھونڈو''

''وہ اس وقت چل کہاں دی عجب کریک لڑکی ہے'' میں نے جھنجھلا کر کہا

''بٹیا۔۔۔۔؟ بٹیا ابھی سڑک پر گئی تھیں'' ایلس ان ونڈر لینڈ والے مالی نمبر 2 نے پھاٹک کے قریب سے سر نکال کر کہا

ہم لوگوں نے جلدی سے علی کی پرانی اوپل برساتی میں سے نکالی اور سڑک پر اندھا دھند ایک سمت کو روانہ ہو گئے۔

''لیکن ہم لوگ اس طرح جا کہاں رہے ہیں پہلے تین چار جگہ فون تو کر لیں دریا کے پل سے اتر کر اسٹیلا کو خیال آیا''

سامنے کارلٹن کی روشنیاں سرو کے درختوں میں سے جھلملا رہی تھیں پھاٹک کے اندر جا کر تیزی سے ہم نے برساتی میں کار روکی اور فون کی طرف لپکے

''میرا ابل۔۔۔۔؟ وہ بو مجھے کل شام سے نظر نہیں آئی۔۔۔۔'' ہلمر رملکسیٹن نے جلی ہوئی آواز میں کہا

''مس راجونش۔۔۔۔۔؟'' آج ان کی کوئی ریہرسل یا پروگرام نہیں تھا۔۔۔ ریڈیو اسٹیشن سے اطلاع ملی

''میرا بابا۔۔؟ جی ہاں بٹیا۔۔۔۔۔۔ابھی وہ اور فواد بھیا کچھ دیر کے لیے یہاں آئے تھے پھر دونوں جنے موٹر میں بیٹھ کر کہیں چلے گئے۔۔۔'' محمد باغ کلب کے ہیڈ آبدار نے مودبانہ آواز میں جواب دیا

''کدھر گئے ہیں۔۔۔۔ کچھ پتہ ہے عبدل۔۔۔؟'' میں نے پریشانی سے سوال کیا

''معلوم نہیں بیٹا کانپور روڈ کی اور موٹر موڑی تھی فواد بھیا نے دیکھئے چوکیدار سے پوچھ کر بتلاتا ہوں''

''یہ میرا اس وقت ایک اینڈ منانے لیلٰے کے ہاں گئی ہے اس کا دماغ تو نہیں چل گیا۔۔۔؟'' اسٹیلا نے غصے سے کہا

''اس کا تعاقب کیا جائے۔۔۔؟'' میں نے مشاق جاسوسوں کی طرح تجویز کی

یہ کار کس کی ہے۔۔۔؟ برآمدے سے باہر آتے ہوئے اسٹیلا نے ٹھٹھک کر نیلے رنگ کی ایک برق رفتار تازہ ترین اسپورٹس ماڈل پر نظر ڈالی جو امیر متوسط طبقے کے نودولتے پن کی طمانیت کی ٹھوس علامت بنی برساتی میں کھڑی تھی،

کامیاب تعاقب کے لئے یہ تیز رفتار کار خاصی مفید ثابت ہوتی میں نے اسی جاسوسی انداز میں اسے دیکھ کر قدرے تاسف سے اپنی وفادار پرانی اوپل کو دیکھا

جو ایک سرد کے نیچے کھڑی سستا رہی تھی۔

''میں پونم مہیشور شاریہ ہوں۔۔۔'' ایک لمبے چوڑے انسان نے کار میں سے نکلتے ہوئے کہا۔

''پونم۔۔۔۔کیا۔۔؟'' اسٹیلا نے گھبرا کر کہا

''جی میں آپ کی اس وقت کیا خدمت کر سکتا ہوں۔۔۔۔۔؟ آپ دونوں خواتین کافی پریشان نظر آتی ہیں۔۔۔۔''

''جی۔۔۔جی نہیں، نہیں تو۔۔۔۔'' میں نے سٹپٹا کر کہا

''جی۔۔۔ذرا۔۔۔ذرا ہم کو کانپور تک جانا ہے۔۔۔۔'' اسٹیلا نے اور زیادہ گھبرا کر جواب دیا

''کانپور تک۔۔۔۔؟ اس وقت۔۔۔؟'' مسٹر وشاریہ نے حیرت سے سوال کیا

''جی۔۔۔۔۔جی ہاں۔۔'' میں نے دفعتہً بہت زیادہ پریشان ہو کر گھڑی پر نظر ڈالی وقت بھاگتا جا رہا تھا'' جلدی کرو'' میں نے اسٹیلا سے آہستہ سے کہا'' ارون کو فون کرو کہ میرا غالباً عطیہ کے گھر یا یونیورسٹی لائبریری کسی سخت ضروری کام سے چلی گئی تھی ہم اس کو لے کر فوراً آتے ہیں۔۔۔'' اسٹیلا دوبارہ ٹیلی فون کی طرف لپکی اور اسی تیزی سے واپس آئی ہم لوگ اوپل میں جا بیٹھے۔

اوپل نے اسٹارٹ ہونے سے انکار کر دیا

میں نے اور اسٹیلا نے ایک دوسرے کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا

''تم میں اتنی عقل بھی نہیں ہے کہ ایک موٹر ہی ٹھیک کر لو اگر وقت پڑ جائے تو۔۔۔۔'' میں نے کہا

''تم خود کرلو تم بھی تو اتنی سخت عالم فاضل ہو مار۔۔۔۔۔'' اسٹیلا نے جواب دیا

پونم مہیشو روشاریہ جو برآمدے میں سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے مسکراتے ہوئے نیچے اتر آئے

''آیئے میرے ساتھ چلیے''

''لیکن۔۔۔بات یہ ہے کہ۔۔۔۔'' اسٹیلا نے کہنا شروع کیا

میری نظر پھر گھڑی پر گئی۔۔۔۔۔۔'' اسٹیلا۔۔۔۔ اللہ اب کیا کیا جائے''

''گو ہم لوگوں کا باقاعدہ تعارف نہیں ہوا ہے لیکن آپ دونوں اچھی طرح جانتی ہیں کہ میں کون ہوں اس لئے تکلیف نہ کیجئے آپ بے حد پریشان نظر آرہی ہیں آپ کو جہاں بھی جانا ہے میں پہنچائے دیتا ہوں۔۔۔'' یہ کہہ کر اس نے ہمیں باقاعدہ ہاتھ پکڑ کر باہر کھینچتے ہوئے اپنی کار میں ٹھونس دیا

آناً فاناً میں اس کی کار سڑک پر آگئی

''آپ کو پتہ ہے ہم ہندوستانی لوگ سسرال والوں کی کتنی خاطر کرتے ہیں اور ان سے کتنی بے تکلفی برتتے ہیں چنانچہ اگر آپ اپنے ملک کی رسوم سے واقف ہیں اور ان کا پاس کرتی ہیں تو یقیناً میری یہ ضرورت سے زیادہ بے تکلفی آپ کو ناگوار خاطر نہ گذرنی چاہئے۔۔۔۔۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ آپ کو خوش ہونا چاہئے کہ آپ کو ایسا لائق فائق اور پر مذاق بہنوئی ملنے والا ہے۔۔۔!!''

میری سمجھ میں نہ آیا کہ اس نے طنزاً یہ سب کہا ہے یا محض خوشدلی سے اور یہ سب کچھ اس قدر یک بیک ہوا تھا کہ میں بالکل حواس باختہ بیٹھی تھی

کار برق رفتاری سے کانوپر روڈ پر رواں ہوگئی

''اب بتائیے۔۔۔'' گیئر بدلنے کے بعد اس نے کہا'' آپ دونوں اس قدر سراسیمہ کیوں دکھلائی دیتی ہیں۔۔۔'' اس نے اطمینان سے جھک کر پائپ جلایا

''انکل۔۔۔۔ انکل بیمار ہیں۔۔۔'' اسٹیلا نے مری ہوئی آواز میں کہا

لائیٹر کی روشنی میں میں نے اسے غور سے دیکھا وہ کس قدر ٹھوس قسم کا انسان تھا میٹر آف فیکٹ کامیاب اور معمولی اس کے چہرے پر کسی قسم کا کردار نہ تھا کوئی جذبات کوئی گہرائی یہ آدمی میرا سے شادی کرنے آیا ہے اور خود ہم اسے میرا کی سمت لئے جا رہے ہیں آج کی رات جبکہ آج کی رات وہ بالآخر اپنا فیصلہ کر چکی تھی۔۔۔۔ یہ کیا ہوگیا۔۔۔۔ یہ کیا ہوگیا۔۔۔ کیا اب بھی یہ کار رک نہیں سکتی۔۔۔۔ پھر گھڑی کی طرف میری نظر گئی

''کون انکل۔۔۔۔؟'' اس نے بے خیالی سے استفسار کیا

''انکل راجونش۔۔۔۔ مہندر چاچا''

''او آئی سی۔۔۔''

''اور ہم لوگ میرا کو لینے جا رہے ہیں'' اسٹیلا نے آہستہ سے کہا میں نے دوسری طرف دیکھنا شروع کیا

خاموشی سے ہم لوگ چلتے رہے وہ اجنبی، اور ہم لوگ، اور اندھیرا۔۔۔۔ سب ایک دوسرے کے ساتھ مجبوراً ایک سمت کو رواں تھے جدھر میرا اور فواد گئے تھے۔

یہ ایک چھوٹا سا خوبصورت چار خانہ ہے ایر فیلڈ، اناؤ اور کانپور کی طرف جانے

یا ادھر سے آنے والے اکثر اس میں ٹھہر جاتے ہیں یہاں ایک اطالوی وائلن نواز ہے جو پہلے جنگی قیدی تھا اور اب یہیں رہتا ہے اور عمدہ چاء اور گھریلو فضا اور لنگڑا ٹمو تھی ہونکپنز اس جگہ کا مالک ہے جو دراصل یہاں پولٹری فارمنگ کرتا ہے اور ہفتے کے دن چار باغ جا کر انڈے فروخت کر آتا ہے اب تم ہم ان گنت بلو یہاں آئے ہیں یا ادھر سے گذرے ہیں اور جب ٹموتھی اپنے کچن گارڈن میں کدال چلاتے چلاتے ہم کو دیکھ لیتا ہے تو زور سے ہاتھ ہلاتا ہے اور آوازیں دیتا ہے پہلی جنگ عظیم میں وہ ایک ٹانگ کھو بیٹھا تھا اس جنگ میں اس کے چاروں جوان بیٹے برما اور اٹلی میں مارے گئے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو ہنستا اور شور مچاتا دیکھ کر وہ بہتہ خوش ہوتا ہے ان کے ساتھ مل کر گانے لگتا ہے خود ان کے لئے توس سینکتا ہے اور جب چاء تیار ہو جاتی ہے تو آتشدان کے پاس بیٹھ کر وہ کبھی کبھی اپنے مرحوم بیٹوں کے قصے سناتا ہے یا پھر چپ بیٹھا خوشدلی سے سب کی باتیں سنتا رہتا ہے میرا اور فواد کو بھی اس وقت اس نے چاء پلائی ہوگی اور ان کو اکٹھا اور خوش دیکھ کر اسے مسرت بھی ہوئی ہوگی۔

''گڈ ایوننگ مسٹر ہوپکنز ۔۔۔۔۔۔'' میں کاونٹر پر جا کر چوٹوں کی طرح کہتی ہوں ابھی بھی ہم باہر آ کر رکے ہیں ہیشو روشاریہ خاموشی سے پائپ پی رہا ہے اسٹیلا سہمی ہوئی ہے ہیشو روشاریہ کی خاموشی ہمیں کھائے جاتی ہے راستے بھر ہم میں سے کسی نے ایک لفظ بات نہیں کی ہے۔

''گڈ ایوننگ مسٹر ہوکینز ۔۔۔۔۔۔'' میں پھر چلا کر کہتی ہوں وہ کان پر ہاتھ رکھ کر چونکتا ہے اب وہ بہت زیادہ بوڑھا ہو گیا ہے اور بہت زیادہ بہرہ

''ہلو ۔۔۔۔۔ ہلو ۔۔۔۔۔ گڈ ایوننگ مائی ڈیرینگ لیڈی ۔۔'' وہ خوشی سے

باچھیں کھلا کر دھندلی آنکھوں سے مجھے دیکھتا ہے۔

''کیا میرا رانی اس طرف سے گذری ہیں۔۔۔؟'' میں پوچھتی ہوں

''مس میرا۔۔؟ ہاں ہاں۔۔۔۔۔مس میرا اور ماسٹر فواد دونوں ابھی ابھی کانپور گئے ہیں''۔۔۔۔وہ بشاشت سے جواب دیتا ہے

باہر بارش شروع ہو چکی ہے

''میں تم نوجوانوں کے لئے ابھی چاء بناتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔آرام سے بیٹھو''۔۔۔۔۔۔وہ مصروفیت کے ساتھ آتشدان کے آگے کرسیاں کھینچتا ہے۔

''اب ہم بارش کے رکنے کا انتظار کرتے ہیں آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں۔۔۔۔؟'' پونم مھشور سرد آواز میں سوال کرتا ہے اور آرام کرسی پر بیٹھ کر جارج ششم کے خاندان کی تصویر دیکھنے میں محو ہو جاتا ہے جو دیوار پر آویزاں ہے۔

اسٹیلا حسب معمول سہمی ہوئی بیٹھی ہے

''چاچا اس وقت جانے کیسے ہوں گے۔۔۔۔۔میں بے صبری سے گھڑی دیکھتی ہوں''

''اب کیا ہوگا یہ تو بڑی قیامت ہوگئی'' اسٹیلا آہستہ سے کہتی ہے

''لیکن پھر میرا کو کیسے تلاش کرتے'' میں سرگوشی سے کہتی ہوں

''لیلے کو فون کر دیتے یا گھر واپس جا کر علی کو ساتھ لیتے۔۔۔۔اس کے ساتھ بہر حال نہ آتے۔''

''اب کیا ہو سکتا ہے چپکی بیٹھی رہو'' میں اس سے کہتی ہوں

پونم مہیشور اسی سرد مہری اور تمسخر کے انداز سے ایک ابرو اٹھا کر ہمیں دیکھتا ہے

اور پائپ پیتا رہتا ہے

اسے اس طرح دیکھتا پا کر اسٹیلا دفعتہً پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی ہے

اس نے تعجب سے اسٹیلا کو دیکھا

''آپ۔۔۔۔آپ کو شاید پتہ نہیں کہ ہم لوگ۔۔۔۔ہم لوگ کتنے دکھی ہیں ہمیں کتنی تکلیفیں اٹھانا پڑی ہیں۔۔۔۔آپ کو کیا معلوم۔۔۔۔۔۔'' اسٹیلا نے انتہائی غم و غصے کے ساتھ کہا۔

''تکلیفیں۔۔۔۔؟'' وہ خوب ہنسا

''جی ہاں۔۔۔۔'' اسٹیلا نے اسی غصے سے جواب دیا '' آپ کے خیال میں ایک بہت ہی دلچسپ قسم کا ڈرامائی واقعہ ہے جو آج رات اس طرح غیر متوقع طور پر آپ کے ساتھ پیش آیا آپ بے حد محظوظ ہوئے لیکن آپ کو کیا معلوم ۔۔۔۔۔۔''

'' کہ تکلیفیں کیا ہیں۔۔۔۔۔۔!'' پونم وشاریہ نے اسی طرح بات پوری کی۔۔۔۔میں اس سارے قصے کی Irony سے یقیناً لطف اندوز نہیں ہو رہا

''تکلیفیں۔۔۔'' تھوڑی دیر بعد اس نے اپنے آپ سے کہا اور پھر آہستہ سے مسکرایا '' ذرا بتلاؤ تو تم نے کتنی مصیبتیں اٹھائی ہیں تمہیں کتنی بار بچپن میں بھوکا رہنا پڑا تم نے کن دقتوں سے تعلیم حاصل کی روزگار کی تلاش میں تمہیں کیا کیا برداشت کرنا پڑا۔۔۔۔تمہارا کیسا گھر تھا جہاں رات وک اکثر لالٹین بھی نہ جل پاتی تھی۔۔۔۔۔وہ آہستہ آہستہ کہتا رہا۔۔۔۔زندگی کی سب سے بڑی مجبوری اور تکلیف افلاس ہے جس کا تم کبھی خواب میں بھی اندازہ نہیں کر سکتیں۔۔۔۔تم مجھ سے ہمدردی کی متوقع ہو۔۔۔؟ اگر مجھے ہنسی آئے تو میں کیوں نہ تم پر ہنسوں تم اور

تمہارے ساتھیوں کے مسائل اور پریشانیاں آخر کیا ہیں۔۔۔۔؟ تم لوگ ایک یونیورسٹی سے دوسری میں چلے گئے کشتی رانی کے مقابلے کئے دوسرے لڑکوں اور لڑکیوں کو پارٹیوں پر بلایا تم کو تو شاید اس بات میں بھی کوئی رومان اور گلیمر نظر آتا ہوگا کہ کس طرح میں نے افلاس، مصائب جھیل کے اپنی قابلیت کی وجہ سے موجودہ حیثیت کو حاصل کیا اور کس طرح ایک جست بھر کر تمہارے ڈرائینگ روم میں آن بیٹھا۔''

بارش ہوتی رہی کمرے میں مکمل سناٹا طاری تھا پائپ کی راکھ جھٹک کر بہت دیر تک کسی گہری اور اداس سوچ میں کھوئے رہنے کے بعد اس نے آہستہ آہستہ کہنا شروع کیا۔۔۔۔''آج اس عجیب وغریب طریقے سے آپ کا ساتھ ہوا ہے مجھے پتہ ہے کہ آپ سب میرے نام، میرے وجود تک سے نفرت کرتے ہیں میں گویا آپ کی زندگی کے اس دلچسپ طریقے کا وہ لازمی ویلن ہوں جسے ایک روز آخر کار ظاہر ہونا تھا آپ کو معلوم ہے میں آپ تک، یہاں تک کس طرح پہنچا ہوں۔۔۔؟ دس سال کی عمر میں میں گھر سے بھاگ گیا تھا میرا باپ ایک قصبے کے اسکول کا سیکنڈ ماسٹر تھا میری پانچ بہنیں تھیں ایک کوٹی بی ہو چکی تھی ایک بہی قریب کے ریلوے سٹیشن کے ٹکٹ چیکر کے ساتھ بھاگ گئی تھی (جب ہم اسے پکڑنے کے لئے شولا پور تک گئے تو اس نے کنوئیں میں چھلانگ لگانے کی کوشش کی اور اس کے بعد دوبارہ بمبئی بھاگ گئی) اس کے چلے جانے کے بعد میری تیسری بہن کو ہسٹریا کے دورے پڑنے لگے تب وہ مجھے پکڑ کر مارتی تھی ماں ایسی شائستہ، کلچرڈ، برج کھیلنے اور انگریزی بولنے والی نہ تھی جیسی تمہاری مائیں ہیں دن بھر وہ رسوئی میں بیٹھی اپنی ساس اور محلے والوں کو گالیاں دیا کرتی۔ میں گھر کی

سلاخوں والی کھڑکی میں بیٹھا گلی سے گذرتی ہوئی لڑکیوں کو اشارے کیا کرتا تھا۔۔۔کس قدر حسین اور سہانا پس منظر تمہارے بچپن کا ہے جسے میں آنکھ بند کر کے فوراً تصور کرسکتا ہوں جس میں یہاں سے وہاں تک انگریزی کانونٹ ہیں اور ہمالیہ پہاڑ اور فینسی ڈریس پارٹیاں میں نے تو ہمیشہ چنگی کے اسکول میں پڑھا ماحول، جو میرا تھا اس میں سب شکلیں ایک سی تھیں سب کے دماغ، سب کے دکھ، ہمارے گھروں میں لالٹینیں جلتی تھیں اور خاص خاص موقعوں پر فرش پر سیتل پارٹیاں بچھا دی جاتی تھیں۔''

پھر میں کالج گیا اور وہاں میں نے معاشیات پڑھی اور مہا سبھا کا سرگرم رکن بن گیا۔ مجھ سے کسی نے کہا پونم وشاریہ پارٹی جوائن کرلو یہ تمہارے دکھوں کا واحد علاج ہے کیا تم اپنی اس بہن کو بھول گئے جو بمبئی بھاگ گئی تھی اور اب درسوا کی ایک کاٹج میں رہتی ہے لیکن میں معاشیات پڑھتا رہا اور سارے فلسفے میں میں نے گھول کر پی ڈالے میں تمام مقابلے کے امتحانوں میں بیٹھوں گا۔ امیر زادے جو لائبریری میں بیٹھ کر مارکس ازم پر گفتگو کرتے اور گرمیوں میں اوٹی جاتے وہ مجھ سے مخاطب ہو کر کہتے سارے یونیورسٹی میں شہروں میں، سارے ملک میں، ساری دنیا میں ایک نئی فضا پیدا ہو رہی ہے ہمارے رفیق جاگ اٹھے ہیں ایک دوست نے اپنے لکھنو کے رفقاء کا ذکر کیا جو ایک کلچرل کانفرنس میں شرکت کے لئے آئے تھے۔۔۔۔فواد نسیم احمد علی بہادر ارون، راجونش لیکن دکھ کا علاج پارٹی نہیں تھی جہنم میں جائے پارٹی میں اوپر نکلوں گا علی بہادر اور ارون راجونش جیسے سورما بہت دیکھے ہیں وہ میری جگہ اتر کر میری دنیا میں پیدا ہو کر دیکھتے تو انہیں حقیقت معلوم ہوتی میری بالکل پرورٹ، بیمار ذہنیت ہے جس کا ذمہ دار میرا ماحول ہے مجھے

میرے ہمدردوں نے بتایا لیکن میں خاموشی سے مقابلوں میں بیٹھتا رہا اور ایک مقابلے میں سارے ملک میں اول آ گیا اور پل کی پل میں اپنی کائنات سے نکل کر علی بہادر کی دنیا میں داخل ہو گیا کلبوں میں، سرکاری کانفرنسوں میں، پہاڑوں پر ان سب سے ملاقات ہوئی۔۔۔۔ایک بار میں لکھنو گیا جہاں آئی ٹی کالج کا ایک ڈرامہ دیکھنے کے لئے مجھے خاص طور پر مدعو کیا گیا جب میں چیف کنٹرولر بنا تو میرا راج ونش کی میرے لئے بات آئی۔۔۔۔

گھڑی ٹک ٹک کرتی رہی بارش کا زور کم ہو چلا تھا۔

''آج کی رات''۔۔۔۔۔۔وہ اسی آواز میں آہستہ آہستہ کہتا رہا۔۔۔۔ آج کی رات تم سب میری مٹھی میں ہو تمہارے طبقے کے استحکام اور بقا کا صرف میرے رحم و کرم پر انحصار ہے۔اب میں تمہارے حصار میں داخل ہو کر تم سے بدلہ لے سکتا ہوں میرا راج ونش کا سارا مستقبل اس سے میری مٹھی میں ہے۔۔۔۔ کیا یہ صحیح نہیں۔۔۔؟ کائستھوں کی اونچی قوم کی وہ لڑکی جو ایک مسلمان کے ساتھ بیاہ کرنے کے لئے چلی گئی اس کا مستقبل اب کیا ہے؟ تمہارے سارے نظام کا تارو پود اس وقت میرے قدموں میں بکھرا پڑا ہے جب میری بہن گھر سے گئی تھی تو اسے بھاگنے کی عامیانہ اصطلاح سے یاد کیا گیا تھا میرا کانپور جانا تم لوگ ذہنی رفاقت کی تکمیل کے نام سے تعبیر کرو گے۔۔۔۔

''لیکن اس کے باوجود۔۔۔۔''اس نے میری طرف جھک کر کہا ''تمہارا سارا سیٹ آپ میرے قبضے میں ہے کیا تم میرے عہدے کی عظمت سے واقف نہیں۔۔۔؟ نہ غالباً تم یہ جانتی ہو کہ ملک کے سارے اعلیٰ ترین ہندو گھرانوں سے جن میں کئی راجواڑے بھی شامل ہیں میرے لئے پیام آ چکے ہیں۔۔۔۔۔

یہ تمہاری اصلیت ہے جس کو میں نے پہچانا ہے۔۔۔"

تم مجھ سے دکھوں کی بات کرتی ہو اسٹیلا بیگم۔۔۔۔۔!!

پھر وہ یکلخت خاموش ہو گیا وہ پراسرار اور خوفناک نظر آ رہا تھا

بارش رک چکی تھی

"کیا اب ہم کو چلنا نہ چاہئے۔۔۔۔۔؟ نہ جانے اب تمہارے چاچا کی حالت کیسی ہو۔۔۔۔۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا

لیلے کے گھر پہنچ کر ہم نے لکھنو فون کیا چاچا کی حالت کچھ بہتر ہو چکی تھی زرد پھولوں والے برآمدے میں فواد ملا وہ چپ چاپ بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔

"تم کیسے آ گئیں؟" اس نے بھونچکا ہو کر مجھے اور اسٹیلا کو دیکھا

اینٹ کے پتے ٹرمپ بن گئے ہیں ساری بلیاں سینٹ پال چلی گئی ہیں۔۔۔اندر سے میرا کے نیچے سروں میں گانے کی آواز آئی

"مسٹر وشاریہ ہمارے ساتھ آئے ہیں" اسٹیلا نے آہستہ سے کہا لیلے اور کرنل بلگرامی ہڑبڑا کر برساتی کی جانب لپکے

"آئیے۔۔۔آئیے۔۔۔۔مہیشور صاحب" کرنل بلگرامی نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا

"بچوں کو رکسی نے کاٹ کھایا ہے اور چاند پر دورے پڑ رہے ہیں۔۔۔۔"

میرا کی آواز آتی رہی۔

مسٹر مہیشور وشاریہ نے لیلے کو ناقدانہ نگاہوں سے دیکھا اور کرنل بلگرامی سے مسکرا کر ہاتھ ملایا جو ابھی ڈائیننگ ان نائٹ سے لوٹے تھے اور میس کٹ میں ملبوس تھے باتیں کرتے ہوئے کرنل بلگرامی انہیں جلدی سے دوسرے سٹنگ روم کی

طرف لے گئے

لیلیٰ نے سرعت سے ان کے لیے کافی بنوائی

''اب کیا ہو گا۔۔۔۔۔اب کیا ہو گا۔۔۔۔۔'' اسٹیلا نے ایک صوفے پر گرتے ہوئے فریاد کے سے لہجے میں کہا

ہم لوگ سب ڈمپ میں ہیں اور اینٹ کے پتے ٹرمپ بن گئے ہیں میرا کی آواز جاری رہی۔

''اب کیا ہو گا۔۔۔۔؟ یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔۔۔۔۔ ہے نا؟'' فواد نے اطمینان سے اخبار دیکھتے ہوئے جواب دیا

''لیکن تم نے بیٹھے بٹھائے یہ پروگرام کیسے بنا لیا تھا تم کیوں نہ جانو۔۔۔۔۔؟'' اسٹیلا نے غصے سے کہا

''میرا سے پوچھا انتخاب اب بھی اس کا اپنا ہے''

چاند دیوانہ ہو گیا ہے اور گھر بغیر دیواروں کے بنے ہیں۔۔۔میرا کی آواز آئی۔۔۔۔۔یہ کتنا پرانا نرسری کا گیت تھا جو وہ اس وقت گا رہی تھی

(یہ کیسا ہے کہ اتنے عرصے سے میرے دماغ میں جو دو تارہ بج رہا تھا وہ یک بیک تھم گیا ہے اور اب ایسا سناٹا ہے کہ اس سناٹے سے مجھے ڈر لگتا ہے۔۔۔۔۔ میرا نے سہم کر چپکے سے کہا اور کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر کے دریچے میں بیٹھ گئی اور گنگا کو دیکھتی رہی)

''للہ بتلاؤ کہ اب کیا ہو گا۔۔۔۔۔کیا تم میرا کو اپنے ساتھ لے کر چاچا کے پاس چل رہے ہو یا اسے اس کمبخت ہمیشو روشاریہ کے ساتھ جانا چاہئے'' اسٹیلا نے عاجز آ کر پوچھا

''پتہ نہیں''فواد نے حسب معمول اونچی آواز میں جواب دیا''میرا بہتر جانتی ہے میں کچھ نہیں کہہ سکتا میں تو کسی کے لئے بھی کچھ نہیں کہہ سکتا''اس نے پھر اخبار اٹھالیا

''اللہ یہ کیا دیوانگی ہے اسٹیلا چلائی''

''مسٹر وشاریہ برآمدے میں نکل آئے'' ہلو۔۔۔۔۔۔۔۔ یہاں تو بہت دلچسپ مجمع نظر آتا ہے انہوں نے فرمایا

لیلےٰ اور کرنل بلگرامی گھبرائے ہوئے ان کے پیچھے پیچھے باہر آئے

فواد نے اطمینان سے اخبار رکھ کر مصافحے کے لئے مسٹر وشاریہ کی جانب ہاتھ بڑھایا مسٹر مہیشور وشاریہ نے جھک کر بڑے اخلاق سے اس سے ہاتھ ملایا۔

''اس خاکسار کو فواد نسیم احمد کہتے ہیں''

''ہاوڈو یوڈو۔۔۔۔'' بے حد متوازن آواز میں انہوں نے کہا اور لیلےٰ کی طرف مڑے اگر آپ اجازت دیں تو میں واپس جاؤں کیونکہ دس بجے مجھے ایک آفٹر ڈنر پارٹی میں شریک ہونا ہے۔

لیلےٰ سٹ پٹا گئی گو اس سارے واقعے سے غیر شعوری طور پر وہ بے حد محظوظ ہو رہی تھی سرعت سے وہ ان کے ہمراہ ڈرائینگ روم کی طرف مڑی۔

فواد مدھم سروں میں سیٹی بجاتا اس کمرے میں گیا جہاں میرا منہ دھونے کے بعد بالوں میں ایک پھول ٹھونسنے کی کوشش میں مشغول تھی لیکن وہ پھول سنبھالے نہ سنبھلتا تھا

''ہوہ گدھا۔۔ہلو۔۔۔''اس نے فواد کو دیکھا

''سنو میرا رانی۔۔۔''وہ اطمینان سے فرش پر بیٹھ گیا۔۔۔۔گویا اب وہ کسی

پارٹی گیم کے دوران میں کسی نئی شرارت کی سکیم بنانے والے ہیں یہ پورنم وشاریہ ہے جو ایک نہایت عام اور نارمل انسان ہے اور میں وہ اجنبی ہوں جس کو ہوش سنبھالنے کے بعد تم نے پہلی بار راج محل کے پھاٹل پر دیکھا تھا جب میں کیمبرج سے لوٹا تھا اور تم پورٹ بلیئر سے واپس آئی تھیں اور تم نے اپنے ناچوں کی تفصیل ذہن نشین کرائی تھی تم نے کہا تھا کہ تم بیلرینا ہو گی اور تم نے کہا تھا تمہارے گھر کے درختوں کے نیچے پریاں رہتی ہیں اور اس سارے وقت تم اپنے ذہن سے باتیں کرتی رہیں مجھ سے نہیں تم نے کہا تھا سامنے جو جھیل ہے اس پر ہم روز ٹرولز سے ملنے جاتے ہیں پھر تم ایلمر سے ملیں اور تم نے اپنے سوچنے والے دماغ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ تم نے مجھے بتایا تھا کہ میں مہاراج کمار کنال ہوں یا پرانی دیو مالا کا کوئی اور کردار تم اروشی تھیں'' اور میرا رانی ۔۔۔'' ایلمر نے تم سے کہا تم لیڈی میرابل ہو قرون وسطےٰ کے کسی خواب زدہ قلعے کی شہزادی جو سر ایلمر ، کنگ آرتھر کے کسی نائٹ کی منتظر ہے۔

'' جبکہ واقعہ صرف یہ ہے کہ یہ معمولی عام، سمجھدار آدمی ہے جو تم کو بیاہنے آیا ہے خدا کے لئے بتاؤ کہ آخر اب تک ہم کیا کرتے رہے ہیں کیا سوچتے رہے ہیں اپنے لئے فیصلہ کرنا کتنا اذیت ناک ہے تم کیوں چاہتی ہو کہ مجھے ہر چیز سمجھنی چاہئے''

میرا نے بڑی ترتیب سے بہت سارے پھولوں کا انبار اپنے سامنے لگایا اور انہیں منتخب کرتی رہی '' تم ٹھیک کہہ رہے ہو کرنل فواد احمد ۔۔۔'' اس نے کہا '' تم نہیں سمجھ سکتے''

'' خدایا ۔۔۔۔'' فواد اٹھ کر دریچے میں جا بیٹھا ۔۔۔ '' یہ بکواس ہے

میرا رانی بالکل چنڈو خانہ ہے میں کیا سمجھ سکتا ہوں جبکہ ہر چیز فہم سے بالاتر ہے تم اور میں اور یہ ساری کائنات اور اب تم اس سے بیاہ کر لو گی اور تمہارا گھر ہو گا جس میں پونم و شاریہ کے بچے کھیلا کریں گے۔''

''میں تم سے اتنی ہی شدید نفرت بھی کر سکتی ہوں فواد نسیم احمد۔۔۔۔۔۔'' میرا نے آہستہ سے خود کو مخاطب کا ے ہر چیز وقوع پذیر ہوتی ہے ازل سے ہوتی آئی ہے انسان پیدا ہوں گے بڑے ہوں گے ایک دوسرے کو پسند کریں گے ایک دوسرے کو فراموش بھی کریں گے لیکن یہ دیوار۔۔۔۔یہ دیوار جو سامنے کھڑی ہے کبھی نہ گرے گی۔۔۔۔۔ میں ہمیشہ غیر محفوظ رہوں گی۔۔۔فواد نسیم احمد تم بھی میری حفاظت نہیں کر سکتے۔

''اینٹ کے پتے ٹرمپ بن گئے ہیں۔۔۔'' پھر اس نے گنگنانا جاری رکھا۔

''میرا'' لیلے اور اسٹیلا نے برآمدے میں آ کر آواز دی پھر وہ تینوں ندی کے رخ برساتی میں آ کر کھڑی ہو گئیں

تم مسٹر و شاریہ کے ساتھ جا رہی ہو'' کرنل بلگرامی نے فیصلہ کن انداز میں اسے حکم دیا'' ابھی انہوں نے لکھنو فون کیا تھا

''ہاں تم مسٹر و شاریہ۔۔۔۔۔'' لیلے نے ایک فرمانبردار بیوی کی طرح اپنے شوہر کا حکم دہرانا چاہا۔

''میں فواد کے ساتھ واپس جا رہی ہوں۔۔۔۔۔۔'' میرا نے کہا۔۔۔۔ تا کہ فواد تم میرے سامنے اپنی ہار نہ مان سکو جہاں تک مجھے یاد ہے ہم شادی کرنے کی غرض سے یہاں آئے تھے لیکن پچھلے دو گھنٹوں سے یہاں ہر طرف مستقل تقریریں ہو رہی ہیں۔۔۔۔۔۔اس نے بور ہو کر فواد کو مخاطب کرنا چاہا۔

''تم مسٹر وشاریہ کے ساتھ جاؤ گی'' کرنل بلگرامی نے غصے سے خاص کیولری کے انداز میں فرش پر پیر ٹپکے اور ان کی مونچھوں سے چنگاریاں نکلیں ''مسٹر وشاریہ'' انہوں نے آواز دی

لیکن مسٹر وشاریہ کافی دیر ہوئی وہاں سے رخصت ہو چکے تھے اور اس وقت لکھنو روڈ پر کافی دور نکل گئے تھے

''فواد۔۔۔۔'' ضدی بچوں کی طرح کرنل صاحب کی بات کاٹ کر میرا نے پھر پکارا لیکن فواد بھی جا چکا تھا۔

☆☆☆☆☆

لیلیٰ کے باغ میں سے نکل کر فواد ساحل پر آیا کار ایک طرف روک کر اس نے بے اعتنا پانی پر نظر ڈالی اور اسے ایک طرح کی تقویت کا احساس ہوا

اب تک میں ایک خیال تھا اب میں پھر فواد ہوں اب میں تم کو ایک خیال میں تبدیل کر کے سایوں کے سپرد کرتا ہوں میرے اور تمہارے درمیان محض اتفاقات کا ایک اجنبی پل تھا جسے میں نے ایک اور اتفاق کے ذریعے ٹوٹ جانے دیا

درختوں کے پتے سرسراتے رہے گویا اس کی باتوں کا زیادہ نوٹس نہ لیتے ہوں

اس نے جھک کر پانی کو چھوا اور اس کا اطمینان یکلخت پھر رخصت ہو گیا ہوا خوفناک ہے، اس نے محسوس کیا اور وقت میں ہلاکت ہے میرے دماغ میں صرف تم ہو اور میری روح آنکھیں کھولے پوری طرح جاگ رہی ہے اور اب کسی طرح سونے پر آمادہ نہیں ہوتی کار کی طرف جا کر وہاں سے روانہ ہونے کی اس نے پھر ہمت کی ابھی عناصر کی خاموش، بیرحم رفاقت اس کے لئے موجود تھی خلا نے اسے مدعو کیا۔

دلی اسے یک بیک خیال آیا دلی واقعتہً اتنی دور نہیں جتنی سمجھی جاتی ہے وہاں ریاض ہے اس سے مل کر وہ نادرہ سے ملاقات کی غرض سے واشنگٹن جائے گا

پونم و شاریہ کی کار کے پیچھے پیچھے اس کی کار بھی سڑک پر آ گئی

رات کے دھارے اور بڑھتے ہوئے فاصلے نے پچھلے سارے انسان، سارے ایسوسی ایشن یک قلم مسترد اور موقوف کر دیئے۔

بے حد آسان۔۔۔۔ اس نے سیٹی بجا کر کار کی رفتار تیز کرتے ہوئے

سوچا۔۔۔۔۔بھاگ نکلنا دراصل کس قدر آسان بات ہے فیصلہ کرنا اس سے بھی زیادہ آسان اور یہ زندگی کا صرف ایک حصہ تھا ہزاروں لاکھوں انسان ہیں ہزاروں لاکھوں کروڑوں لڑکیاں، اتنے سارے قصے، واقعے، جذباتی تجربے مائی لفٹ ٹو۔۔۔اسے خوشی ہوئی کہ وہ اتنے سارے لوگوں سے کسی سے بھی وابستہ نہیں اپنا ذاتی معاملہ وہ ہمیشہ خود ہی رہے گا کائنات نے پھر اونگھنا شروع کر دیا تھا۔

وسعت نے اسے دوبارہ اپنی طرف بلایا اور خوش آمدید کہا۔

☆☆☆☆☆☆

اب میں دوسرا فیصلہ کرتی ہوں میرا نے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھایا مجھے الموڑے ٹرنک کال کرنی ہےاس نے ایکسچینج سے کہا

وہ کانپور سے واپس آ چکی ہے کل صبح غالباًپونم وشاریہ ہاتھ میں منقش تلوار لئے اورصافہ باندھے برساتی کی سیڑھیاں چڑھے گااور بابا کے پاؤں چھوئے گا۔

کل صبح گوپال پور کے علی بہادر کو ضمانت کی رقم داخل کرنی ہے جووہ کہیں سے حاصل نہیں کرسکتا (اس نے سوچا تھافواداوروہ مل کرکسی طرح علی کے لئے روپیہ فراہم کریں گےاب اس سے سے،اس کواپنے راستے پرخود چلنا ہے)

''ہلو۔۔۔۔۔۔ہلو۔۔۔۔۔۔شنکر دادا۔۔۔؟املا دیدی۔۔۔۔؟ اس نے رک رک کرکہا''املا دیدی میں معاہدہ کرنے کے لئے تیارہوں اس کے بعد دوسال تک ٹروپ میں بھی شامل رہوں گی آپ مجھے جلدازجلد کنٹریکٹ کا کتنا روپیہ فوراً بھیج سکتی ہیں

''میرا بی بی!یہ تم ہو۔۔۔۔۔۔۔''مہادیوبرمی جی نے جواب دیا''بی بی سنٹرتو بند کردیا گیا سب لوگ مدراس روانہ ہو چکے ہیں فلم کی کاسٹ مکمل ہےاب کوئی نیا کنٹریکٹ نہیں کیا جاسکتا ابھی دادا کوئی ٹور بھی نہ کریں گے کیونکہ سب لوگ فلم میں جٹے ہیں''

اس نے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ کھول کرانہیں دیکھاوقت کا جوالامکھی اب خاموش ہوجائے گا۔

''میرا''ارون نے آواز دی''تم کہاں ہو''وہ سگریٹ سلگاتا گیلری میں آیا''

تازہ ترین کیونکہ یہ ہے کہ عالیہ باجی شادی کر رہی ہیں انہوں نے ابھی آ کر ہم لوگوں سے کہا کہ زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں وہ انہیں صاحب سے بیاہ کر رہی ہیں جو بہار میں کسی بہت بڑی زمینداری کے مالک ہیں اور دو ہزار تنخواہ پاتے ہیں وہ آتے ہی اپنے روپے سے ساری بگڑی بنالیں گے اور نواب رضا قاسم کا دماغ بھی ٹھیک کر دیں گے'' اس نے خوشدلی سے سگریٹ کا دھواں میرا کے چہرے پر چھوڑا

''اچھا۔۔۔''وہ اطمینان سے ٹیلیفون کی میز کے پاس کھڑی رہی

''کیا بات ہے'' ارون نے پریشان ہو کر اسے دیکھا

''کچھ نہیں۔۔۔۔'' اس نے اسی اطمینان سے جواب دیا ''تم ممی سے کہہ دو پونم وشاریہ صاحب کے ساتھ میری لگن کے انتظامات مکمل کر لئے جائیں''

''میرا رانی۔۔۔۔'' ارون نے اس کے قریب آ کر غور سے دیکھتے ہوئے کہا ''کیا تم ماشاء اللہ سے سینٹ بننا چاہ رہی ہو یہ بھی کچھ قربانی وغیرہ کا سلسلہ ہے سوسائٹی کے قوانین کی فتح اور بیچاری خاموش کمزور ہندوستانی لڑکی کی شکست وغیرہ وغیرہ''

''بالکل نہیں'' اس نے جواب دیا ''میں اپنی مرضی سے تم کو اطلاع دے رہی ہوں کہ میں یعنی کماری میرا اٹلنی راج ونش ایم اے ایل ایل بی، بیچلر آف میوزک، ماہر رقص ہندی ادب کی مشہور شاعرہ بعوض سوشل سیکیورٹی، معاشی اور سماجی برتری اور ضمیر کے ظاہر اطمینان کے، اپنی کامل رضامندی سے شری پونم ہیشو روشاریہ کنٹرولر آف ملٹری اکاؤنٹس پونا سے شادی کرنے کو تیار ہوں''

''لیکن میرا ڈارلنگ! تم نے سوچ لیا ہے۔۔۔۔؟'' ارون نے ترحم انگیز

انداز سے پوچھا

''ارون کمار راجونش آج سے میں سوچنا ختم کر چکی ہوں آج کے بعد سے میں لیلائے بلگرامی کی سی زندگی بتاؤں گی۔۔۔۔۔اور تمہیں اپنے ہاں پارٹیوں میں بلایا کروں گی میرے پیارے اکلوتے بھائی شری ارون کمار سے ملئے جو سوچنے کا بے حد شوقین تھا وہ اپنے کمرے کی جانب چلی گئی (جو ارون کو ایک لمحے کے لئے خاصا میلوڈ ریمٹک لگا غضب خدا کا کیا میرا کی سائیکولوجی بھی بالکل تباہ ہو گئی۔۔۔۔؟اس نے ہڑبڑا کر میرا کے کمرے کا رخ کیا)''

''ارون۔۔۔۔''مہندر چاچا نے اپنے کمرے میں سے آواز دی

''جی بابا۔۔''وہ گیلری میں سے الٹے پاؤں واپس ہوا

''تم لوگ جو باتیں کر رہے تھے وہ ابھی میں نے سنیں میں باول سال سے اس دنیا میں زندہ ہوں موت بہت جلد میرے نزدیک آ رہی ہے اور یہ پہلی ٹھکانے کی بات ہے جو میری زندگی میں وقوع پذیر ہو گی میں اس طرح یہاں سے جانا چاہتا ہوں جیسے ابھی اٹھ کر گولف کھیلنے چلا گیا ہوں۔۔۔تم لوگوں کو مجھ سے خفا نہ ہونا چاہئے۔''مہندر چاچا نے آہستہ آہستہ کہا

''ہم کہاں خفا ہیں بابا۔۔۔''ارون نے بچوں کی طرح آنسو روک کر جواب دیا

''بکومت'' انہوں نے پیار سے اسے ڈانٹا''میرا قصور کیا ہے۔۔۔؟ زندگیاں تمہاری ہیں تمہارا زمانہ ہے میں تو کچھ عرصے کے لئے تمہارا محافظ تھا محض لوکل گارجین۔۔۔۔۔اور تم یہ نہ سوچنا (وہ تکیوں کے سہارے بیٹھے رہے) کہ میں انت سمے کوئی نہایت رقت خیز تقریر کرتے ہوئے تم سب کو خدا حافظ کہوں گا میرا

سے کہو کہ وہ یقیناً فواد سے شادی کرلے لیکن میں جانتا ہوں۔۔۔۔۔ میں جانتا ہوں کہ فواد کبھی اس سے شادی نہ کرے گا۔"

"بابا بیکار میں پریشان ہوتے ہیں" ارون نے اور زیادہ سٹپٹا کر کہا

"فواد کہاں" ہے۔۔۔۔؟" انہوں نے آنکھیں کھول کر مطالبہ کیا" کل سے اب تک علی اور سب لوگ برابر میرے پاس موجود رہے ہیں لیکن وہ اب تک مجھے دیکھنے کے لئے نہیں آیا۔۔۔۔

"فواد۔۔۔۔" ارون نے بر وقت کوئی قابل قبول جھوٹ بولنا چاہا۔۔۔۔۔ "دراصل خالہ بیگم اس کی شادی طے کر رہی ہیں اس لئے اسے کل بردکھوے کے لئے۔۔۔۔ وہاں۔۔۔۔ کیا کہتے ہیں اسے۔۔۔۔ جھانسی جانا پڑ گیا"

"جھانسی۔۔۔۔؟ جھانسی میں کون ہے۔۔۔؟" مہندر چاچا نے اب نسبتاً اطمینان سے آنکھیں بند کرتے ہوئے سوال کیا۔۔۔۔۔ "میں نے ہمیشہ کہا کہ فواد کو اپنے گھر کی لڑکی راحیل سے بیاہ کرلینا چاہئے تھا مگر کیا سر پھرے لوگ ہیں"

"جی ہاں بابا" ارون نے آہستہ سے کہا

"سنو۔۔۔۔ ارون بیٹے۔۔۔۔" مہندر چاچا پھر اٹھ کر بیٹھ گئے۔۔۔۔ "تہذیبی رشتہ ناطہ تصوف کے مسائل قومی اور سیاسی یگانگت بالکل دوسری چیز ہے لیکن دوسرے مذہبوں سے شادی بیاہ کے سلسلے قائم کرنے کا میں ابھی قائل نہیں ہوا ہوں اگر ہمارا علی بھی کسی غیر مسلم لڑکی کو بیاہ لائے تو مجھے انتہائی شدید رنج ہوگا یہ بالکل نا قابل عمل ہے بالکل نا قابل عمل۔۔۔۔ لیکن اگر ایسا ہونا لازمی ہے تو میں کچھ نہ کہوں گا۔۔۔۔۔"

''بابا بیکار میں پریشان ہوتے ہیں'' ارون نے پھر دہرایا

''گائیتری منتر سناؤ۔۔۔'' انہوں نے آنکھیں بند کرکے کہا ''لیکن امریکن لہجے میں نہیں۔۔۔۔۔ جیسے کہ سناتن دھرم کالیتھ کی طرح سے تمہیں پڑھنا چاہئے'' پھر انہوں نے پر مذاق انداز میں ایک آنکھ آدھی کھول کر گویا شک وشبے کی نظروں سے اسے دیکھا ''لیکن شاید تم سناتن دھرم نہیں ہو نہ تم کائستھ ہو تم سب کے سب نہایت قابل رحم فلسفی اور مسخرے بن کر رہ گئے ہو۔۔۔!!''

ارون نے فرمانبرداری سے کشن چیئر پر بیٹھ کر جتنے بھی اشلوک اسے یاد رہ گئے تھے جلدی جلدی دہرانے شروع کر دیئے تاکہ بابا خوش ہو جائیں اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ باہر اندھیرے باغ میں جا کر دھاڑیں مار مار کر روئے کیونکہ اپنے بابا پر وہ جان دیتا تھا

کرمن کی گت نیاری رے اودھو۔۔۔۔۔ پوجا کے کمرے میں اندرا نے بھجن شروع کر دیا تھا۔

اس رات دو بجے جس وقت ابا جان کا انتقال ہوا تھا اس سے ٹھیک ایک گھنٹہ پہلے مہندر چاچا بھی ختم ہو گئے۔

مہندر چاچا، یعنی راؤ بہادر مہندر کمار راج ونش ابھی ریٹائر نہ ہوئے تھے اور اگلے مہینے گورکھپور ڈویژن کے کمشنر ہو کر جانے والے تھے تیس سال تک ہمارے اور ان کے گھرانے کا ساتھ رہا صبح چھ بجے ان کی ارتھی اٹھائی گئی اور گومتی کے کنارے ان کے اکلوتے لڑکے ارون کمار نے شمشان گھاٹ پر اپنا آخری فرض انجام دیا۔

شری پونم مہیشور وشاریہ اگلے روز تعزیت کے لئے تشریف لائے لوگوں نے

دیکھا کہ وہ بہت رعب داب والے آدمی تھے اور نہایت رکھ رکھاؤ سے گفتگو کرتے تھے دو دن بعد وہ پونا واپس چلے گئے

کچھ عرصے کے بعد انہوں نے اپنے اور راج ونش خاندان کے ایک مشترکہ دوست کو خط لکھا کہ چند گونا گوں مجبوریوں کی وجہ سے میر انلنی سے شادی کا ارادہ ان کو ترک کرنا پڑا ہے گونا گوں مجبوریوں میں سے ایک دراصل یہ بھی تھی کہ فواد کے قصے سے قطع نظر، میرا جواب تک اب کمشنر کی بیٹی تھی اپنے باپ کی موت کی وجہ سے اب محض میرا راجونش رہ گئی تھی۔

نمبر بائیس کو مقفل کر کے وہ سب چند مہینوں کے لئے ویرہ وون کے راج محل چلے گئے۔

☆☆☆☆☆

یہ کیسا سکوت ہے جیسے جوالامکھی ہے جواب چپ ہے رات کا ویرانہ۔۔۔

سڑکیں جو اپنی ہیں ہر کونہ ہر پتھر، مکانوں کے پورچ، کھڑکیاں اندھیرے میں متحرک ہیں وہشتناک طریقے سے خاموش ہیں سائے تاریک چھتوں والی گلیوں میں ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہیں ابھی ابھی جو انسان سامنے سے گذرا تھا یہ کسی گلی میں جا کر مجھے قتل کرے گا جولڑکی موٹر پر جارہیت تھی شاید اس نے پل پر پہنچ کر اپنے آپ کو دریا میں گرا دیا مندر کی گھنٹیاں رات کو اسی خطرناک اسکیم کے زیر اثر اپنی آواز کی تکرار سن کر موربد طریقے سے خوش ہوتی ہیں دلکشا کی دیواروں کے نیچے رات مجھے واجد علی شاہ کا بھوت ملا ریذیڈنسی کے انگریزوں کی روحیں اپنی اپنی قبروں کے پتھروں پر بیٹھ کر تاش کھیل رہی ہیں سرخ پردوں والے کمروں میں عجیب عجیب سازوں پر انوکھے راگ چھیڑے جا رہے ہیں جن کو کسی نے نہیں سنا میری تصویروں کے سارے رنگ پانی کی لکیروں کی طرح سڑک پر بہہ رہے ہیں گھاس پر کتے سرخ زبانیں نکالے ہیں شہر کی دور افتادہ گلیوں میں وہ سارے کردار زندہ ہو گئے ہیں جنہوں نے سرور کے مرقعوں کو آباد کیا تھا سبزی منڈی میں چوک میں کسی سبز رنگ کے بلند دومنزلہ مکان میں رات کے اسی لرزہ خیز طلسم کے ماتحت کسی رقاصہ کے گھنگھروؤں کی آواز نکلتی ہے ایسراج پر کسی نے گانا شروع کر دیا ہے ساون جھر لاگے ہو دھیرے دھیرے۔۔۔چنر موری بھیجے ہو دھیرے دھیرے دھیرے دھیرے۔۔۔۔۔۔

خداوند۔۔۔۔۔میں نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے ہیں۔۔۔۔۔رات

نے مجھے محصور کر رکھا ہے میں کہیں نہیں جا سکتی

لیکن وقت زندہ ہے ہمیں ختم کر رہا ہے

وقت لحظہ بہ لحظہ آگے بڑھ رہا ہے

سن انیس سو سنتالیس پھر ایک اور مستقبل ہے جس کی اور ایک پل بنا کر ہم گذرنا چاہتے تھے لیکن وہ پل ایک دھماکے سے ٹوٹ چکا ہے علماء اپنی بحثیں خود نہیں سمجھ پائے۔ سیاستدان اور فلسفی، اُچکوں کے ساتھ برج کھیلنے میں مصروف ہیں چنانچہ میں بھی پھر ان ہرے جھنڈوں کے نیچے موجود ہوں ہمارے پاس تجربہ نہیں اور ہم کتنے کم عمر تھے کھلتے ہوئے محفوظ پھول بدقسمت پتے جو کل ٹوٹ جائیں گے جون کے مہینے میں میری آواز

حسب معمول، یہ دہرہ ہے برآمدے کا سفید جنگلہ سیب کی ٹہنیاں آشیانے کی سرخ جگمگاتی ہوئی چھت، نیلا کہرہ اور بارش، کوہستانی جھیلیں اور دری جس کے کنارے پرانے فرماں روا دی آنا کے والتس اور بیتے زمانے یاد کرتے ہوئے چپ چاپ ٹہلتے ہیں

آرچ بشپ کے باغ میں سرخ پھول لہلہا رہے ہیں جہاں اہلِ جنیوا کی کیتھرین گل مطالعہ کرتا ہے اور خدائے قدوس کے سینٹس اپنے عقیدے متزلزل کر رہے ہیں

میں یہ سب کچھ بھول کر بہت خوش ہوں گی

میرے لئے گھنٹیاں بجاؤ۔۔۔۔۔۔میرے لئے گھنٹیاں بجاؤ۔

☆☆☆☆☆☆

''تم نے ویسپر ز کی گھنٹیاں سنیں۔۔۔۔۔؟''میرا نے پرسکوں آواز میں کہا

میں نے بے خیالی سے دہرایا

دل میں بے چینی اور محبت کا رنج ہے کوہستانی ہوا شور مچاتی ہوئی گذر رہی ہے

دن بھر اور رات بھر، میں اس سرخ صوفے پر بیٹھی ہوا کے چلنے اور پانی کے بہنے کی آوازیں سنتی رہتی ہوں۔۔۔۔۔میرا نے کہا

اس نے اٹھ کر کھڑکی کھولی آبشار کا شور تیز ہو گیا

بالآخر الفاظ کا ذخیرہ اب ختم ہو گیا ہے دماغ میں محض ایک خلا ہے لیکن میں تم سب کو اپنی شام کی دعاؤں میں یاد رکھوں گی میں نے سوچا

دفعتہً ارنسٹ اندر آیا اور خاموشی سے دیوان کے ایک کونے میں بیٹھ گیا

۔۔۔۔۔۔ یہ میرے ہاتھ ہیں ان کو دیکھ خالی خالی نگاہوں سے وہ اپنی انگلیوں کو دیکھتا رہا۔۔۔۔سنو۔۔۔۔۔۔۔ سات سال تک۔۔۔۔ سات سال تک ان ہاتھوں کو معطل کر دیا گیا تھا۔ سات سال میں تمہارے اس خوبصورت راج محل کے پیچھے جنگلوں میں نظر بند رکھا گیا۔ میں نے کسی کا کیا جرم، کیا نقصان کیا تھا ان ہاتھوں سے میں نے محض آرٹ کی تشکیل کرنا چاہی تھی۔ اب شاید میں بھی بہت جلد مر جاؤں۔۔۔۔تم مجھ کو اپنی شام کی دعاؤں میں یاد رکھو گی اس نے جھک کر مجھ سے سوال کیا۔

''آج مجھے مریم صدیقہ کی خانقاہ کے باغ میں خاموشی سے ٹہلتا ہوا ہلمر رلکیسٹن نظر آیا تھا (وہ غالباً یہاں گرمیاں گذارنے آیا ہے) کیا۔۔۔۔ کیا ہم

سب ایک دوسرے کے لیئے پرائشچت کرسکتے ہیں؟'' اس نے کچھ دیر بعد کہا

''دیکھو۔۔۔'' میں نے اس کے قریب آ کر افسردگی سے اس سے کہا'' ہم اپنے تصورات کو کتنی مضبوطی، کتنی شردھا اور آن سے سنبھالے ہوئے تھے۔ ہم نے ان کو اپنے ناچ گی لے، تصویر کے رنگ اور الفاظ کے سحر میں ڈھالا میرا کی یہ کو بتائیں کس کام آئیں گی۔۔۔؟ ہم اپنے آپ کو کسی طرح بھی دوسروں تک نہ پہنچا پائے میں ہنس کے اوراق الٹتی پلٹتی رہی۔۔۔آرٹ۔۔۔؟ یہاں آرٹ نہیں ہے ارنسٹ برومیل۔۔۔ جرم ہیں غلطیاں ہیں زندگی کی مجبوریاں اور زیادتیاں ہیں مختلف شخصیتیں ہیں تم جرمن ہو میں مسلمان ہوں میرا ہندو ہے ایلمر برطانوی ہے یہاں آرٹ کا کیا تذکرہ روح نہیں ہے، ابدیت نہیں ہے''

یہ دہرہ ہے وہی جگہیں مہا کلپ کا وہی ایک دور۔ اور سینا اٹھلاتی ہوئی بہہ رہی ہے، راحیل دریچے میں کھڑی شام کی نارنجی روشنی کو دیکھتی رہی۔

میرا نے اس کے نزدیک کھڑے ہو کر بے خیالی سے دہرایا'' سنو ویسپرز کی گھنٹیاں بج رہی ہیں۔''

''میرا۔۔۔میرا زینا۔۔۔میرابل۔۔۔گھنٹیوں کی گونج ٹھہر گئی۔۔۔''

''مارَازینا۔۔۔'' ایلمر نے سیب کے پتوں کو روندتے ہوئے دریچے کے نیچے آ کر کہا

''ہاں تم بھی اندر آ جاؤ ایلمر آج 9 جون ہے اور ہم غالباً زیادہ عرصے تک اس طرح زندہ نہ رہ پائیں گے۔۔۔'' اسٹیلا نے دیوان پر سے اٹھتے ہوئے کہا

ایلمر کمرے کی سیڑھیوں پر بیٹھ گیا جو باغ میں اترتی تھیں۔۔۔'' سنو سینٹ این'' اس نے جھلملاتی ہوئی آنکھوں سے حسب معمول مجھے بہت غور سے دیکھ کر

جیسے کچھ پہچاننے کی کوشش کی ''وقت بہت تیزی سے بھاگتا جارہا ہےاور میں اب کچھ نہیں کر سکتا سنو''۔۔۔۔اس نے رک کر سوال کیا ''سنو تم نے کبھی روح القدس کے خلاف گناہ کرنا چاہا ہے۔۔۔۔؟''

زندگی کے اس برفستان کی تاریکی میں ہم عمر بھر چلتے رہے وسعت کی اس دیوانگی میں اس روشنی نے اپنی بے نور آنکھوں سے ہمیں دیکھا اور ہم کوئی راستہ تلاش نہ کر پائے اور ہمارے باوجود آج کی تاریخ آن پہنچی اب ہم اس طرح کیوں اکٹھے ہیں تم کیوں نہیں جا کر صدیقہ مریم کے باغ میں ٹہلتے۔۔۔۔ ہمارے گناہ کتنے ہیں۔۔۔۔۔کتنے ہیں۔۔۔۔

ہر چیز اپنی جگہ پر ٹھہر گئی ہے ہم خاموشی سے اپنی قسمت کے فیصلے کا انتظار کریں گے۔

لیکن مہا کلپ کا دور رہے گا۔۔۔ابدیت رہے گی۔۔۔۔راحیل نے ندی کے پانی کو دیکھا۔

آدھی رات پر بھور درشن دیجئے، یمونا جی کے ٹیرا۔۔۔۔شام کی روشنی میں نارنجی ساریاں پہنے وہ سب دفعتہً دریچے کے سامنے آ گئیں ان کے ہاتھوں میں تان پورہ، کھڑتال، آرتی کی تھالیاں اور پیتل کے جلتے ہوئے ویوٹ تھے۔ انند موئی ماں کی پوجا جو راج محل میں برسوں سے ہوتی آئی تھی۔ اس کا سمے آج بھی نہ بدلا تھا۔۔۔۔اندرا جوگ مایا، ریحانہ طیب جی، میرا انلنی، وہ سب سیڑھیوں پر آ کر بیٹھ گئیں۔ ایلمر ایک ستون سے سہارا لگائے اپنی جھلملاتی آنکھوں سے ان کو دیکھتا رہا۔

من چاکر راکھو جی۔۔۔۔۔من چاکر راکھو جی۔۔ ۔۔ راحیل نے

دہرایا۔۔۔۔۔ایسراج کے تار، طبلے کے بول، پیانو ''سی مائینر''۔۔۔۔۔میری روح ان کے ساتھ ہے لیکن کہیں دور چلی گئی ہے۔۔۔۔۔میں واپس آؤں گی میں تم کو ڈھونڈوں گی مجھے تم سے باتیں کرنی ہیں مجھے تم سے یہ ساری باتیں کہنی ہیں

ہے گووندرا گھو چرن اب تو جیون ہارے۔۔۔۔۔اب تو جیون ہارے۔اندرا کی آواز اب سارے میں پھیل گئی ہے لرزاں ہے گونجتی جارہی ہے۔

گوپالا۔۔۔۔۔۔گوپالا۔۔۔۔

اب تم کہاں ہو؟

اب تو جیون ہارے۔۔۔۔۔۔یہ میری روح کا گیت ہے روح تم کہاں ہو میں کھو گئی تھی روح نے جواب دیا ورندا بن میں بھی میں تم کو نہ ڈھونڈ پائی آدھی رات کو، پھولوں کے بڑھنے کے سمے، برکھا کے پہلے قطروں کے ساتھ، میں نے تمہارے وجود کو اپنے میں محسوس کیا ہے۔تم گوپالا ہو۔۔۔۔ میں تم کو پاؤں گی۔۔۔۔۔راحیل دریچے میں سے ہٹ آئی۔

اندرا کا گیت جاری رہا اروِن ایسراج بجا رہا تھا۔

رادھیکا۔۔۔۔ گیت نے کہا۔۔۔۔۔ میں چل رہی ہوں۔۔۔ میں چلتی رہوں گی۔۔۔۔۔میں چلتی رہوں گی۔۔۔۔

مجھے تمہارے قریب پہنچنا ہے

لیکن اس وقت میں کہاں ہوں۔۔۔۔۔؟ یکلخت راحیل نے چاروں اور دیکھا۔۔۔ اور اپنے ہاتھ دریچے کی سفید چوکھٹ پر پھیلا دیئے۔۔۔ گوپالا۔۔۔۔ میں اس وقت کہاں ہوں۔۔۔۔؟ تم کہاں چلے گئے ہو۔۔۔۔ کیوں چلے گئے ہو۔۔۔۔

اب تو جیون ہارے۔۔۔۔سندھ کے کنارے۔۔۔۔۔ہے گوندو ہے گوند۔۔۔۔اندرا نے گایا اب تو جیون ہارے۔۔۔

''نوراتری۔۔۔؟'' ارون نے آنکھ بند کر کے کہا کیسی سہانی روشنی ہے تم لڑکیاں۔۔۔آج نہ ناچو گی۔۔۔؟ جو عمر بھر ناچتی آئی ہو۔۔۔۔اس نے انگلی اٹھا کر سوال لیا۔

ارون، تھرڈ کیولری کا منقش یونیفارم پہنے یا میس کٹ کی ساری زرنگار زنجیریں لگائے اور کلوک اوڑھے خاموشی سے مسکراتا تھا اب وہ بالکل خاموش ہے اور سوچو انہوں نے اب تک کیا کیا۔۔۔للہ بتلاؤ یہ اتنے انگریزی گانے کیوں گاتے تھے آئی آئی پی پی دو پہاڑوں پر سے اترے گی وہ گلابی پائجامہ پہنے آئے گی آئی آئی پی پی ہندوستان کے اوپری متوسط طبقے کی یہ وہ نسل تھی جو انگریزوں کورسوں اور مورس ناچوں کے زیر سایہ پروان چڑھی عجیب ترحم انگیز اور مضحکہ خیز دور اہے پر یہ لوگ زندہ رہے تھے اپنے آپ کو یہ ہندوستان کی پرانی فیوڈل تہذیب کا وارث بھی گردانتے تھے اور ہر وقت اپنی تعریف کرنے میں مصروف رہتے تھے اب عنقریب یہ لوگ اپنی اس سارے تہذیب و مذہب کے بکھیڑے کو چھوڑ کر سرحد پار بھاگنے والے تھے فواد، ان ہی میں سے ایک پہلے ہی سرپٹ نکل گیا تھا ایک لمحے کے لئے جذباتی اور ذہنی طور پر اس منظر سے الگ ہو کر میں نے سوچا کہ اگر میں ایک ترقی پسند تنقید نگار ہوتی جو کہ صد افسوس کہ میں نہ تھی، تو اپنی زندگی کے اس وژن پر یوں روشنی ڈالتی میں نے ایک آنکھ کھول کر رنج کی نظروں سے اپنی پیاری غم زاد بہن اسٹیلا عباسی کو دیکھا لڑکیاں دیئے اٹھائے گھاس پر آ گئیں پوجا ختم ہو رہی تھی آخری گھنٹی جو آپ نے بجائی آخری گھنٹی جو۔۔۔۔

''کیا اب ہم اپنا اظہار کر سکتے ہیں۔۔۔؟'' ایک سیڑھی پر بیٹھ کر پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے میرا چیخی

''میرا بل۔۔۔۔میرا بل۔۔۔'' ایلمر ستون کے سہارے بیٹھا رہا'' میں تم کو دیکھتا رہوں گا آندھیوں اور طوفانوں میں میں تمہاری آواز سنتا رہوں گا میرا بل مجھے یہاں سے نہ نکالو میں تمہارے وجود کا ایک حصہ ہوں میں تم سب کے بنا کیسے رہ سکتا ہوں میں اپنے الطار پر تمہاری تصویریں سجاتا ہوں''

''اظہار؟ کردار نگاری؟ اوپیرا؟ بیلے میلو ڈرامہ، ہلکی کامیڈی، فویل کاورڈ کی طرز گی۔۔۔؟ یا ایسن گالز وردی، وائلڈ، واہ واہ،۔۔۔۔واہ اس میں کیا فرق ہے صاحب آپ مس راج ونش ہیں سپرانو، مس حیدر بھی سپرانو ہیں مس عباسی بی واہ واہ ماشاءاللہ سے کرنل راجونش ٹینر ہیں عمر بھی اس کے علاوہ آپ نے اور کیا کیا ہے''

کرنل راجونش کی اسٹین گنیں باہر موجود ہیں جی ہاں آپ جھک مارتے ہیں قبلہ سکھوں نے دھاوا بول دیا ہے ڈون ویلی پر نزدیک کی ہمسایہ سکھ ریاستوں سے کمک پہنچتی ہے چیپل میں بیٹھ کر ایلمر رمکسیٹن یوکرائسٹ کو ٹکٹکی باندھے تک رہا ہے۔ خداوند یہ تیرا خون ہے جس میں ہم مرتے ہیں یہ تیرا گناہ ہے جس میں ہم زندہ ہیں۔

یہ ہماری ازلی اور ابدی قربان گاہ ہے یہ ہماری ازلی اور ابدی اسٹیج ہے یہ ہمارے بھجن ہیں یہ ہمارے گیت ہیں۔

سڑکوں پر خون کے نالے بہہ رہے ہیں جمالیہ کی شفاف ندیاں ارغوانی ہیں ہمالیہ کی اندر بالا سپنا مدھم سروں میں بہہ رہی ہے یہ میرا بہت پیارا آشیانہ ہے جو میرے باپ نے بنوایا تھا۔

اسٹیج۔۔۔؟؟ کوالٹی اسٹریٹ؟؟ یہ کوالٹی اسٹریٹ کے سارے کردار ہیں ریاض تم کہاں ہو تم نے یہ سارے کردار دیکھ لئے تھے راحیل دریچے میں سے ہٹ آئی ارنسٹ اس نے سیڑھیوں پر آ کر آہستہ سے آواز دی۔

لیکن ارنسٹ بروميل کو اب ایسی چپ لگی ہے کہ وہ نہیں بولتا وہ خاموشی سے تندہی کے ساتھ شمعدان اکٹھے کر رہا ہے کمروں کے سارے دبیز نیلے اور سرخ پردے نکال کر اس نے باہر لا ڈالے ہیں نشست کے کمروں کے تخت اور دیوان باہر چن کر ہتھوڑے اور کیلیں سنبھالے باغ میں بچوں کے سے انہماک کے ساتھ وہ اسٹیج تیار کر رہا ہے۔

''اب میرا ناچے گی۔۔۔ میاں صاحبزادے'' ۔۔۔۔ارنسٹ برومیل نے اپنے زرد بالوں کی ایک لٹ پیشانی پر سے ہٹائی اور خوشی سے نظریں اٹھا کر سب کو دیکھا، اوورال پہنے، ہاتھوں میں اوزار لئے پرانے مشاق اور اپنے کام کے عاشق اسٹیج ڈائریکٹر کی طرح گویا ابھی ابھی وہ بمبئی ٹاکیز کے کسی اسٹوڈیو سے باہر نکلا ہو سیڑھیوں پر آ کر اس نے علی اور ارون کو آواز دی

ارون نے اجنبی نگاہوں سے اس کو دیکھا'' کیا بات ہے ارنسٹ۔۔۔۔۔۔تم کیوں تھک رہو جا کر سو رہو ڈاکٹر نے تم کو مکمل آرام کا حکم دیا ہے''

اس نے ضدی بچوں کی طرح اپنے ہاتھوں کو اوورال سے رگڑ کر انہیں غور سے دیکھا۔۔سات سال۔۔۔اس نے دہرایا سات سال ان ہاتھوں کو مفلوج رکھا گیا سات سال سے یہ ہاتھ اسٹیج کے پردوں کو چھونے اور مناظر کی تخلیق کے لئے بیتاب رہے۔اس نے مڑ کر آہستہ سے میرا کو پکارا۔

لڑکیاں سیڑھیوں پر آ گئیں اس نے ان کے لباس پر ناقدانہ نظر ڈالی ''اب ہم ایک گربا پیش کریں گے'' ریہرسل روم کی پرانی آرام کرسی میں اس نے سب کو مخاطب کیا پھر اس کا چہرہ خوشی سے تمتمایا وہ وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ گیا گویا کاسٹ کے افراد کو ریہرسل کا پروگرام بتاتا ہو۔۔۔۔ پھر ہم بیلے بنا کر ٹور بھی کرینگے میرا رانی اگر کلپنا بن گیا تو کیا دکھ ہے ہم ایک اور کلپنا بنائیں گے۔

''اب ہمیں پہاڑیوں کے پرے گولیوں کی آواز صاف سنائی دے رہی ہے'' علی نے ارون سے کہا۔

''پھر ہم مسوری جا کر پرانے وقتوں کی طرح کوئی ون ایکٹ پلے پیش کریں گے ہیک منیز ٹھیک رہے گا؟ مسز ہیک منیز کے کیا حال چال ہیں''۔۔۔۔ وہ علی کی بات کی سنی ان سنی کر کے کہتا رہا۔۔۔ ''آج کل کون سا ڈراماٹسٹ تم لوگوں کو پسند ہے؟ میں نظر بندی کے زمانے میں ڈرامے پر ساری نئی کتابیں پڑھتا رہا ہوں میں لاعلم نہیں رہا''

''ارنسٹ۔۔۔'' راحیل نے دریچے میں آ کر آہستہ سے کہا ''تمہاری اسٹیج اور ہمارا ناچ دیکھنے اب کون آئے گا۔۔۔؟ کیا تم کو پتہ نہیں کہ آرٹ کے گرد نئی دیواریں اٹھا دی گئی ہیں اور سڑکوں اور وادیوں میں خون بہہ رہا ہے۔۔۔۔؟ بہت سے مر گئے ہیں ابھی اور مریں گے''

''ارنسٹ برومیل کیا تم بھول رہے ہو کہ تم اور ہم سب ایک اندھیارے سے نکل کر دوسرے میں دھکیل دیئے گئے ہیں۔ زندگیاں جیل خانوں اور کنسنٹریشن کیمپوں اور ریفیوجی بستیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہیں دو سال تک میں چکی پیسا کیا اور میں نے نواڑیں بنیں لیکن اب بھی ہم اور تم وہیں پر ہیں'' علی نے آہستہ

سے کہا

''ارنسٹ برومیل رات بہت آگئی ہے اور کل صبح جانے کیا ہوگا نظر بندی کے زمانے میں جس مرض کا شکار تم ہوئے اس کی ہم کو اطلاع تک نہ ہوئی اور تم کرنل دوجرز نے حکم دیا ہے کہ اب کامل آرام کرو۔اب ہم شاید کبھی اس طرح اکٹھے ہو کر نہ ناچیں گے'' میرا نے اسے جواب دیا ''ندی سرخ ہوگئی ہے، بہت سے مر گئے ہیں ابھی اور بہت سے مریں گے''

''ہندوستان کی مہارانیاں جو پولا لیگری کے سے بال بنائے، نصف صدی تک سامنے مسوری کے ایوانوں میں جگمگاتی رہیں، اب خوفزدہ ہو کر اپنے اپنے رنگ محلوں میں جا چھپی ہیں فنکاروں کو مارا جا رہا ہے سیاستدان ڈر کھا رہے ہیں یہ تاریخ کا سب سے مضحکہ خیز دور ہے بہت سے مر چکے ہیں ابھی اور مریں گے'' اسٹیلا نے کہ

رات کے اندھیارے میں ہم سب سیڑھیوں پر چپکے بیٹھے رہے

''شاید میں مر رہا ہوں۔۔؟'' کچھ دیر بعد ارنسٹ نے کہا ''مجھے ایک کمبل لا دو میں تم سب کے پاس یہیں بیٹھا رہوں گا۔۔۔''

کمبلوں، کشنوں اور پردوں کے انبار پر وہ ضدی بچے کی طرح اوڑھ لپیٹ کر چڑھ کے بیٹھ گیا۔

''ارنسٹ اندر آجاؤ'' اندرا نے حسب معمول سب سے بڑی بہن کی حیثیت سے اسے حکم لگایا۔

دفعتہً اسے پھر تنفس کا دورہ پڑا

کرنل روجرز کو فون کرنے کے لئے علی مکان کی طرف لپکا اتنے میں برابر میں

آشیانے کے باغ میں یکلخت آگ بھڑک اٹھی اور سرخ روشنی اور دھوئیں نے ہر چیز کو اپنے بھنور میں سمیٹ لیا۔

☆☆☆☆☆

WWW.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

روشنی سے فضا منور ہوگئی میں سیڑھیاں اتر کر دریچے میں آ گئی جو میرے گھر کی طرف کھلتا تھا۔

''ارون ۔۔۔'' میں نے آواز دی ''میرا گھر جل رہا ہے''

ارون مرمر کی مورت کی طرح ساکت کھڑا رہا۔۔۔۔۔ وہ چند لمحوں تک مبہوت کھڑا میرے گھر کی طرف دیکھتا رہا جہاں شعلے اب خوب بھڑک چکے تھے اس کے بعد وہ جچے جچے مضبوط قدم رکھتا سیڑھیاں چڑھا اور میرے پاس آیا۔

''وہ ۔۔۔ وہ ۔۔۔'' اس نے احمقوں کی طرح انگلی کا اشارہ کر کے کچھ کہنا چاہا۔۔۔۔۔ میں نے محض اس کے ہونٹ ہلتے دیکھے اور اس کی آنکھوں میں آگ تھی۔

پھر یکلخت ساری فضا دھوئیں سے معمور ہوگئی بلوائیوں کی ہاہا کار زخمیوں اور دہشت زدہ انسانوں کی چیخیں زندگی، روشنی اور امید کا خاتمہ ہوگیا محض تباہی اس دم گھونٹ دینے والے دھوئیں کے بگولوں میں زندہ رہی۔

''ارون ۔۔۔۔ میرے بھائی ۔۔۔'' میں نے اس اندھیرے میں ہاتھ بڑھا کر اٹھنا چاہا لیکن چاروں اور سے بہت ساری چیزوں نے مجھے دبا دیا تھا اور میری سانس رکی ہوئی تھی۔

ہم کہاں ہیں یہ کیا ہو رہا ہے مہا کلپ کا یہ کون سا دور ہے دھوئیں کے بادلوں کو اپنے چہرے پر سے ہٹاتے ہوئے میں نے دیکھنے کی کوشش کی ۔۔۔۔۔ کے یہ فورا تری ہے ارون میرے دلارے بھیا ۔۔۔۔۔۔ یہ کیسا چراغاں ہے ۔۔۔

کہیں سے مجھے کوئی جواب نہ ملا کوشش کر کے میں خود کھڑی ہوئی اور آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر میں نے سامنے دیکھا۔

مدھم اجالا تھا، جس میں رفتہ رفتہ سارا منظر عیاں ہو گیا دماغ نے جو ماؤف ہو گیا تھا آہستہ آہستہ کام کرنا شروع کیا یہ سامنے جو جلے ہوئے راکھ کے ڈھیر پڑے ہیں یہ ''آشیانہ'' ہے جسے میرے مرحوم باپ نے مدتیں گذریں بڑے چاؤ سے تعمیر کرایا تھا اور آج 9 جون ہے اور آج اس سے بالآخر ہم نے اپنی قسمت کا فیصلہ دیکھ لیا ہے۔

''ارون ۔۔۔'' میں نے خوفزدہ ہو کر پھر آواز دی ''ارون میری حفاظت کو آؤ ۔۔۔ دیکھو یک بیک یہ کیا ہو گیا ارون کیا یہ قیامت کی رات ہے ۔۔۔۔؟''

لیکن دھندلکے میں جو سایہ سیڑھیوں میں کھڑا تھا وہ دوسری طرف مڑ گیا

''ارون ۔۔۔'' میں ڈرتے ڈرتے اس کی جانب بڑھی

سائے نے پلٹ کر مجھے دیکھا

وہ ارون نہیں تھا وہ کوئی فوجی افسر تھا نئے ہندوستان کی فوج کے بیس ہزار افسروں میں سے ایک جس نے تھرڈ کیولری کی منقش زرنگار یونیفارم پہن رکھی تھی اور مرمر کی مورت کی طرح وہاں کھڑا تھا۔

''ارے ۔۔۔ تم اب تک زندہ ہو ۔۔۔؟'' اس نے جھک کر مجھ سے پوچھا

میں نے مجرموں کی طرح خوفزدہ ہو کر اسے دیکھا اس کی آنکھوں میں جو آگ تھی وہ لہکتے لہکتے اب سرد ہو چلی تھی لیکن موجود تھی دفعتہً گویا اس نے کوئی فیصلہ کر لیا

اور پوری طاقت سے اس نے مجھے پیچھے کی طرف دھکیل دیا۔

''میری پیاری دھرم بہن۔۔۔'' اس نے نفرت سے بھری ہوئی آواز میں کہا ''سولہ سال تک تم میرے ہاتھوں میں راکھی باندھتی رہیں لیکن آج کی رات میں تمہاری حفاظت کو نہیں آسکتا۔۔۔۔تم نے ایک بار، دریا کے پل پر کھڑے ہو کر کہا تھا کہ کسی خوبصورت رات، جبکہ کائنات اپنے حسن کی تکمیل کو پہنچ چکی ہو گی اور زندگی کی کوئی خواہش باقی نہ رہ جائے گی تو تم خودکشی کر لو گی کیا تم نہیں دیکھتیں کہ وہ مکمل رات آن پہنچی ہے۔۔۔۔'' اس نے بے حد آزردگی کے ساتھ آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے مجھے کہیں سے ایک ریوالور لا دو۔۔۔آج کی رات کی خاطر تم نے مجھے سپاہی بننے کے لئے بھیجا تھا۔۔۔۔۔

میں اسی طرح دہشت زدہ اس کے حکم کی تعمیل میں دبے پاؤں اندر گئی اور گیسٹ روم کی الماری میں سے علی کا ریوالور نکال کر باہر واپس آئی

وہ سیڑھیوں پر منجمد بیٹھا تھا تم کن کن باتوں کا بدلہ لینا چاہو گے ارون راجونش دنیا نے ہمیں ہر طریقے سے دھوکہ دیا ہے

''مجھے صرف ایک ریوالور چاہئے۔۔۔۔'' اس نے دہرایا

''لو۔۔'' میں نے ہتھیار اس کے سامنے رکھ دیا ''تم تو مجھے بھی مار دو اگر اس طرح تم اپنے آپ کو مطمئن کر سکو تو میں بے حد خوش ہوں گی'' میں نے کہا

رات کی ہوا کے ایک جھونکے سے شعلے پھر بھڑک اٹھے اور آسمان روشن ہو گیا تب میں نے دیکھا کہ اس منظر میں کتنی خوبصورتی تھی خوبصورتی کا انجام کس قدر نظر فریب تھا اپنا خوف بھول کر میں شعلوں کو دیکھتی رہی۔

''کیا تمہیں بھی نروان حاصل ہو رہا ہے۔۔۔؟'' ارون نے طنزیہ آواز میں

کہا

باغ کے درخت جل چکے تھے اور اب وہ فرنیچر باہر لا لا کر اس کے بون فائر بنا رہے تھے صوفے، قالین، ابا جان کی کتابوں کی الماریاں، ساری پرانی مانوس عزیز چیزیں روشنی میں ان کے چہرے دہک رہے تھے۔

یک بیک وہ جیسے کسی گہری نیند سے چونک اٹھا ''آشیانہ جل رہا ہے'' وہ دہاڑا اور احاطے کی باڑ کی طرف دوڑا

نیم روشن باغ میں جو گولیاں چلیں ان کی آواز سے سہم کر میں ایک ستون کے پیچھے چھپ گئی راج محل کے سارے باریں لمحہ سارے انسان جو شام کو وہاں جمع تھے، اس سے جانے کہاں غائب ہو گئے تھے۔

مکمل سناٹا چھا گیا

پھر اس سناٹے میں ارون کی آواز آئی۔۔۔ ''دنیا میں اب کچھ باقی نہیں ہے زندگی کی معصومیت ختم ہو چکی''

میں زینے پر آ گئی رات تیزی سے گذرتی جارہی تھی اور آسمان پر صبح کاذب کا ہلکا سا دھندلکا بکھر رہا تھا کچھ لوگ پربھات پھیریاں گاتے مندر کی طرف جا رہے تھے ''ارون۔۔۔'' میں نے اسے آواز دی ''یہاں آؤ دیکھو کہ پھول کھل رہے ہیں ابھی موسم کے سارے سحر باقی ہیں پھول، درخت، بارش، آسمان، زندگی ابھی باقی ہے۔''

میں جا رہا ہوں۔۔۔۔ پیچھے سے آ کر اس نے آہستہ سے کہا ''دنیا ختم ہو چکی ہے تم مر گئی ہو علی میر ایلمر سب نے ایک دوسرے کو نگل لیا ہے اب کیا باقی رہا ہے'' اس کی آنکھوں میں کرب اور نفرت اتنی گہری تھی جس کو میں نے اچھی طرح پہچانا

''لیکن ہم اب بھی وہی ہیں اروں۔۔۔ابھی کچھ بھی تبدیل نہیں ہوا'' میں نے کہا

''لیکن آشیانہ جل گیا دیوانی لڑکی۔۔۔۔۔ یہ تمہارے باپ کا گھر تھا جس کے باغ کے درخت جلا دیئے گئے ان درختوں کے نیچے تم پری کنڈل ڈھونڈا کرتی تھیں سب کچھ تبدیل ہو گیا ہے سیاست نے سب کچھ ختم کر دیا'' اس نے جواب دیا

''تم کہاں جا رہے ہو۔۔۔۔۔۔تم ہم سب کو چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟'' میں نے اس سے پوچھا۔

''ہاں''

''کیا تم کو یاد ہے کہ زندگی میں لیلے بھی ہے جو تمہارے لئے محبت اور امن کا مظہر تھی۔''

وہ سیڑھیوں پر ٹھٹھک گیا اس کی آنکھوں سے نفرت کی روشنی نکلی ''تم پر خدا کی لعنت ہو''۔۔۔اس نے نیچی آواز میں کہا'' لیلے کہاں ہے؟ لیلے کہیں نہیں تھی میں نے وجود کی بے رنگ واقعیت کو ایک اور خوبصورت لباس پہنا دیا تھا یہ میرے دماغ کا قصور تھا امن پرست دماغ۔۔۔!! زندگی میں صرف یہ ریوالور ہے۔۔۔۔اس نے بڑے پیار سے ریوالور کو الٹا پلٹا خدا حافظ۔۔۔اس نے مڑ کر کہا۔۔۔۔۔ممکن ہے اب ہم کسی بہت خوفناک جگہ ملیں جہاں اور زیادہ خون ہو اور زیادہ تباہی اور موت پھولوں اور رحمت کے زمانے ختم ہوئے مجھے ابھی بہت کام کرنے ہیں دنیا کی برائی کی طاقتوں کو میرا انتظار ہے کیونکہ میں نے اپنا آخری وژن دیکھ لیا ہے'' اس نے آشیانے کے جلے باغ اور ملبے پر نظر ڈالی۔

''ارون سنو تو۔۔۔۔۔۔ارون۔۔۔۔ارون۔۔۔۔۔۔ارون بھائی۔۔۔'' وہ تیز تیز قدم رکھتا اندھیرے میں ایک طرف کو چل دیا میں اس کے پیچھے پیچھے دوڑی ''خدا حافظ۔۔۔۔۔۔خدا حافظ۔۔۔'' اس کی آواز آئی پھر وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا میں خوف اور گھبراہٹ اور دکھ کے ساتھ بھاگتی رہی۔

آخر کو میں تھک کر ایک پتھر پر بیٹھ گئی اب اندھیرا کچھ کم ہو چلا تھا اور مدھم سا خنک اجالا سارے میں پھیلا تھا۔

راستہ جس کے کنارے میں بیٹھی تھی میں نے دیکھا کہ بہت دور تک لہراتا چلا گیا ہے اب اس پر سے متواتر طرح طرح کے لوگ گذر رہے تھے جن کو میں نے اب تک نہ دیکھا تھا بہت سی جانی پہچانی شکلیں بھی تھیں وہ بلوائی تھے جنہوں نے ابھی 9 جون کا اعلان سن کر میرے باپ کا گھر جلایا تھا گوپال پور کے کسان تھے فادر انجینی تھے فواد بھی تھا پھر طرح طرح کی سواریاں گذرنی شروع ہوئیں دہشت کے ساتھ میں سب کو دیکھتی رہی یہ قافلے ہیں جو دوسرے دیس سے آرہے ہیں دوسرے دیس کو جارہے ہیں کارواں ہیں جو پچھلی صدیوں میں آئے تھے شاہ غازی الدین حیدر کا رتھ تھا روہیلہ سرداروں کے گھوڑے تھے۔

اب میں نے ذرا غور سے آنکھیں پھیلا کر سب کو دیکھنا شروع کیا منقش پالکی جو سامنے آکر رکی اس میں سے مہاراجہ بنارس اترے وہ بنارس سے کلکتے جارہے تھے اور راہ میں ہیسٹنگز سے ملنے کے لئے رکے پھر میں نے دیکھا کہ معظم منزل کے پرانے ہال کی ایک روغنی تصویر میں سے نکل کر پانانا ابا نے جھک کر مہاراجہ بنارس کو تسلیم کی اور انہوں نے نانا ابا کو خلعت عطا کی پھر گلی میں شور مچا اور لارڈ ہیسٹنگز کی سواری گذری اس کے بعد یکلخت گہری کالی رات چھا گئی۔

تب میں نے سنا کہ ایک ویران امام باڑے میں بیٹھے میر انیس آہستہ آہستہ کچھ پڑھ رہے ہیں میں نے غور سے دھیان دے کر سنا تو پتہ چلا یہ ''آخر ہے رات حمد و ثنائے خدا کرو۔۔۔'' کا اٹھارواں بند تھا روتے روتے وہ رفتہ رفتہ یہ رونا سارے میں پھیل گیا ساری کائنات چیخ چیخ کر رونے لگی۔

پھر رونے کے اس غل میں میں نے توپوں کو گرجتے سنا نانا ابا کو گھسیٹ کر وہ بیلی گارڈ کے سامنے لا رہے تھے اس توپ کے ساتھ ساتھ علی بھی گھسٹتا لایا جا رہا تھا گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی اس شور میں ایلمر رملکسیٹن کی آواز بھی شامل تھی جس کو جنرل ہیوک کوئی حکم دے رہے تھے اور وہ یس سر کہہ کر مستعدی سے جواب دیتا جاتا تھا میں نے دیکھا کہ خون سارے میں بکھر گیا آسماں پر شفق، زمین پر لالہ، رائیگاں یونہی تو۔۔۔۔۔۔ رائیگاں یونہی تو خون شہدا ہوتا ہے ابا جان کی آواز آئی ابا جان اپنے کمرے کے دریچے میں بیٹھے اپنا یہ شعر گنگنا رہے تھے رائیگاں۔۔۔ رائیگاں۔۔۔۔۔۔ رائیگاں۔۔۔۔ تلواروں کی جھنجھناہٹ، توپوں کی گرج اور گھوڑوں کی ٹاپیں مجمع کے شور میں گھل مل گئیں ملکہ وکٹوریہ کے اپنے محافظین کے بینڈ نے ''گوڈ سیو دی کوئین بجایا اور ہم سب اپنے سیاہ ٹیونک پہنے ایک قطار میں کھڑے ہو کر ''اون ورڈ کرسچین سولجرز'' گانے لگے یہ کانونٹ کا میدان تھا اور ہر طرف کاغذی یونین جیک کی جھنڈیاں لہرا رہی تھیں شور زیادہ ہوا اور ہماری آوازیں اس میں تحلیل ہو گئیں اور ایلمر رملکسیٹن سامنے آ گیا اس نے جنرل ہیولاک کی فوج کی وردی اتار دی تھی اور ڈریس سوٹ میں ملبوس تھا اس نے جھک کر کہا ''ہاؤ آر یو مائی ڈیر ڈیر یسینٹ این۔۔۔۔۔۔ مائی ڈارلنگ میر ابل۔۔۔۔'' اور اس نے برگرے کے پھول بڑے شولری کے انداز میں پیش کیے۔'' تب میرا

چھن چھن کرتی سامنے آئی اور لیڈی ماؤنٹ بیٹن نے جھک کر اسے پیار کیا اور ایشیائی کانفرنس کے نمائندوں نے تالیاں بجائیں اور علی کو دیکھ کر جو ایک کونے میں چپکا کھڑا تھا ارل ماؤنٹ بیٹن آف برما نے پوچھا۔۔۔ ''یہ کون ہے۔۔۔؟'' اس پر بہت زیادہ شور مچا اور افراتفری پھیلی اور خون کے چھینٹے میرے منہ پر آن گرے۔۔۔ اور میرے ہونٹ سرخ ہو گئے میں چیختی رہی لیکن کسی نے میری آواز نہ سنی میں نے تاریکی میں بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن انہوں نے مجھے ایک درخت سے باندھ یا شاہ بلوط کا درخت تھا جو راج محل اور آشیانے کے احاطے کے درمیان اگا ہوا تھا پھر انہوں نے میرے باپ کے گھر کا سامان باہر نکالا اور اطمینان سے اس میں آگ لگانی شروع کر دی اور سارا عالم کون و مکاں سب روشن ہو گئے اس روشنی میں ایک سائے کا ہاتھ میری جانب بڑھا ''تم کو مر جانا چاہئے۔۔۔ تم اب تک زندہ ہو۔۔؟'' اس نے کہا ''مجھے تم مارو گے؟'' میں نے افسوس سے پوچھا مجھے اس کا بہت رنج ہوا کہ میں مر رہی ہوں ''میں یقیناً تم کو مار ڈالوں گا لاؤ میرا پستول'' اس دیوانی آواز نے کہا ''تمہاری ان احمق انگلیوں نے بہت دنوں ستار اور تان پورے کے تاروں اور پیانو کے پردوں کو چھوا قلم اور رنگ کے برشوں کو تھاما اور رناچ کے مدرا دکھائے اب تم کو بھی معلوم ہونا چاہئے کہ جب انگلیاں ساکت کر دی جائیں تو کیا لگتا ہو گا تم کو یقیناً یہ انکشاف بھی کرنا چاہئے کیونکہ تمہیں وجود کے رازوں کو منکشف کرنے کا بہت شوق رہا ہے۔۔۔ میری انگلیوں کو کسی ٹھنڈی چیز نے چھوا یہ میرے پیارے بھائی علی کا ریوالور تھا جو میں نے اپنے اتنے ہی پیارے دھرم بھائی کے ہاتھ میں دیا اس دھرم بھائی کی دیوانی آواز نے پھر میرے خوفزدہ کانوں میں دہرایا'' تم مرو گی۔۔۔۔۔ پھر

میں سب کو ختم کروں گا۔۔۔ میں نے اپنا وژن دیکھ لیا ہے۔۔۔۔''

ارون۔۔۔۔!! اب میں سمجھی یہ تم ہو'' میں بہت خوش ہو کر چلائی۔۔۔۔اور اندھیرے میں میں نے اس کے ہاتھ کو پکڑا اس ہاتھ کو تھام کر میں عمر بھر درختوں پر چڑھی تھی پگڈنڈیوں پر دوڑی تھی اور گت کی تال اور لے کے ساتھ ناچتی تھی اس ہاتھ اور میرے ہاتھ کے درمیان سرد لوہے کی گرفت مضبوط ہو گئی۔۔۔

ارون۔۔۔ارون۔۔۔ارون۔۔۔آخر کار میں خوب زور سے چیخی۔۔۔اور پھر میں نے بہت زیادہ سہم کر آنکھیں کھولیں۔

میں نے آنکھیں کھولیں اور دیکھا کہ میں وہیں راج محل کی سیڑھیوں پر بیٹھی ہوں اور سامنے مکمل تاریکی ہے پو پھٹنے سے کا جو اجالا ابھی پھیلا تھا وہ پھر رات کی اتھاہ سیاہی میں ڈوب گیا تھا آشیانے کے باغ میں آگ کی جو روشنی بھڑکتی تھی وہ بجھ چکی تھی جلی ہوئی راکھ کے ذریعے پچھلے پہر کی ٹھنڈی ہوا میں ادھر ادھر اڑتے پھر رہے تھے۔

دہشت نے مجھ پر جو غلبہ کیا تھا اس سے میں نے خود کو بچانے کی کوشش کی ''ارون'' میں نے ہمت کر کے آواز دی۔۔۔''ارون تم جہاں بھی چلے گئے ہو واپس آؤ'' سیڑھیاں اتر کر میں باغ کی سڑک پر آئی۔۔۔ارون کی اسٹاف کار کے تیزی سے گذرنے سے راستے پر ٹائروں کے جو گہرے نشان رہ گئے تھے میں نے انہیں دکھ سے دیکھا

ارواں راجونش۔۔۔میں نے پیار سے سوچا۔۔۔۔اس اتھاہ پیار سے جو صرف ایک لڑکی ایک بہن محسوس کر سکتی ہے۔۔۔۔۔تم چلے گئے ہو لیکن ابھی حیات کے اور قافلے آئیں گے اور لڑائیاں لڑیں گے اور فتحیں حاصل کریں گے تم

کو اتنا پراشچت نہ ہونا چاہئے تھا تم اور میں تو وہ قافلہ تھے جو دالگا کی وادیوں سے آیا تھا جس نے یورپ کے چرچ سجائے تھے جس نے قرطبہ کو آسائش دی تھی تم نے تو بلو ڈینیوب بھی کمپوز کیا تھا مجھ کو مارنے کی خواہش کرتے وقت تم بھول گئے کہ مجھے قزوین میں بھی قتل کیا گیا تھا مجھے تو بار ہا سارے یورپ میں صلیب پر لایا گیا لیکن میں برابر زندہ رہی قرطاجنہ میں تم میرے ساتھ تھے پاپل میں ہم نے اکٹھے باغات آباد کیے تھے ایلورا میں غاروں کو منقش کیا تھا متھرا نگری میں تم نے بانسری بجائی اور میں نے تم کو مکھن چرانے کی ترغیب دی میں نے صدیقہ مریم کے ساتھ اس کے بیٹے کی عبادت کی اور اس کے پیر اپنے بالوں سے دھوئے ۔۔۔۔۔تم بھول گئے کہ صدیقہ مریم کے بیٹے تم خود ہو۔۔۔تم اور میں حیات کی ابدی روح ہیں۔ساری انسانیت کی اجتماعی طاقت ہیں۔۔۔۔۔

میں یہ سب اس سے کہنا چاہتی تھی لیکن وہ وہاں سے جا چکا تھا اس کو یہ خیال بھی نہ رہا ہو گا کہ اس کے اور میرے وطن کی یہ آخری مشترکہ رات تھی جو میں نے وہاں گذاردی اس کے بعد اور راتیں آئیں گی اور دن۔۔۔لیکن وہ وطن مرحوم کی نئی سرحدوں کے دونوں جانب جداگانہ حیثیت سے طلوع ہوں گے۔

خدا حافظ آشیانے

خدا حافظ راج محل

خدا حافظ ارون راج ونش

☆☆☆☆☆

اور اب ہم ان بچھوے بجاتی لڑکیوں، ان کھنکارتے ہوئے براہمنوں، اس گنگا، ان سارودے الوہی مناظر کو چھوڑ کر آگے جارہے ہیں ابا جان آپ نے بالکل غلط کہا تھا کہ بنارس کی صبحوں اور موسم کی ان کیفیتوں کو کوئی ہم سے نہیں چھین سکتا۔ یہ ہماری اپنی ہیں اور ہمارے وجود کی کیفیت کا ایک لازمی جزو ہیں ابا میاں آپ کے تو انقلاب کے سارے خواب بھی کچھ غلط ہی ثابت ہوئے۔

اب جبکہ ہم عیش باغ میں، آپ کی موتیا کی جھاڑیوں کے پاس آپ کو خدا حافظ کہنے آئے ہیں شاید آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ہم پر کیا بیتی اور کیوں ہمیں آپ کو چھوڑنا پڑا ہمارے اور اس مٹی کے درمیان جس میں سے آپ پیدا ہوئے اور جس میں آپ کو چھپا دیا گیا ہے اب ہزاروں میل کا فاصلہ اور صدیوں کی تنہائی کا بعد ہوگا اب ہم ایک دوسرے کے لئے غیر ملکی ہیں۔

کیونکہ ہم ترک وطن کر رہے ہیں
کس قدر تمسخر انگیز کس قدر قابل رحم!!

کیا میں اس مٹی پر بیٹھ کر، اس پرانی ندی کے کنارے، اس قدیم امام باڑے کے سائے میں جبکہ سورج آہستہ آہستہ ڈوبتا جارہا ہے اپنا، اپنے آباؤ اجداد کا مرثیہ لکھوں گی۔۔۔؟

کیونکہ ہم بے حد نا اہل ثابت ہوئے ہماری نسل اس بار کو نہ اٹھا سکی جو ابا میاں تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے ہمیں سونپا تھا ہم تمہارے معیاروں پر جو انسانیت اور شرافت اور تہذیب کے معیار تھے پورے نہیں اتر سکے اور اس لئے اب ہم جا

رہے ہیں آگے نئی دنیائیں ہیں شاید ہم وہاں کچھ کر پائیں۔

یہ شہر کے مضافات ہیں جن پر سورج غروب ہو رہا ہے کچی سڑکیں ارہر کے کھیت، رہٹ، پرانی فصلیں اور امام باڑے، یہ خاک آلود سڑک جو عیش باغ کے برابر سے گذر رہی ہے یہ گوپال پور کو جاتی ہے یہ بیل گاڑی جو دھیرے دھیرے کچی سڑک پر چلتی ہوئی اس طرف آ رہی ہے غالباً یہ گوپال پور کے کسی باسی کی ہے۔

گوپال پور۔۔۔؟

گوپال پور کو بھی ابا میاں ہم نے چھوڑ دیا۔

جہاں کھیت تھے جنہوں نے صدیوں کا دکھ، صدیوں کی مصیبتیں، اپنے اوپر جھیل لی تھیں کھیت جو ہماری زندگیوں کے گواہ تھے ہمارے ہمدرد اور رفیق تھے ہمارے گرو تھے جنہوں نے رات کے سناٹے میں ہم سے کہا میرے بیٹو۔۔۔ دکھ نہ کرو ہم تمہارے ساتھ ہیں تم ہمیں چھوڑنے ہمیں بھول جانے پر مجبور ہو جاؤ لیکن ہم تمہارے ساتھ رہیں گے تمہاری روح میں رچے رہیں گے ہم تمہارے وجود کی ساری گھمبیرتا کے مظہر ہیں ہم کو ایک دوسرے سے کون چھین سکتا ہے۔

یہ لوگ۔۔۔۔؟ سیاست۔۔۔۔۔؟ گیہوں کی بالیوں نے حقارت سے سر ہلا کر پوچھا یہ لوگ جو تم کو ترک وطن پر مجبور کر رہے ہیں۔۔۔؟ تم نے ان کو کیوں نہ بتایا کہ تمہیں تمہارے ملک سے نکال کر انہوں نے زندگی کے ابدی سکون کو زندگی سے بے دخل کر دیا ہے پھر ہوا رام گنگا پر سے قہقہے لگاتی ہوئی آئی اور اس نے کہا رنج مت کرو۔۔۔ دکھوں کی سلطنت بہت وسیع ہے لیکن پھر ہوا نے کہا میں غلط کہتی تھی تم کو تو نئی دنیاؤں میں سکھ مل جائیں گے لیکن ہم کیا کریں گے گوپال

پور کا کسان کیا کرے گا سارے ہندوستان کا کسان کیا کرے گا جس کو تم یہیں چھوڑے جا رہی ہو اسے انہی کھیتوں پر زندہ رہنا اور یہیں مرنا ہے۔

کیونکہ تم جانتی ہو لیکن اسے اپنے ان مسجدوں اور ان امام باڑوں کی حفاظت کرنی ہے۔

سورج ڈوب چکا ہے امام باڑے کے سائے طویل ہو گئے اور بہت گہری کالی رات ہمارے سامنے ہے

خدا حافظ رام گنگا

خدا حافظ گوپال پور

خدا حافظ ابا میاں

☆☆☆☆☆

چشم و چراغ تم، راحیل بلگرامی، کیوں یہ پہچاننا چاہتی ہو کہ ہم کون ہیں۔۔۔؟ اس نے ذرا غصے اور نفرت سے کہا۔۔۔۔ ''واپس جاؤ واپس جاؤ''

''کریر وومن۔۔۔'' ایک بین الاقوامی شہرت والی خاتون نے برآمدے میں داخل ہوتے ہوئے، راحیل کو دیکھ کر تعریفاً سرگوشی میں کہا۔۔۔ کتنی باوقار اور سنجیدہ۔۔۔۔۔ مس سارا بھائی کے ہمراہ یہ اکثر ہندوستان سے یہاں آتی رہتی ہیں اور ان کو میں نے ہمیشہ جمخانہ کے اسی گوشے میں اسی خاموشی کے ساتھ بیٹھا دیکھا ہماری لڑکیوں کو بھی دراصل یونہی ترقی کرنی چاہئے خواتین کی جس انٹرنیشنل کلچرل کانفرنس کے لئے میں کل صبح اسٹاک ہالم جا رہی ہوں اس میں یہ نکتے پیش کرنے والی ہوں کہ۔۔۔۔۔ وہ باتیں کرتی لاؤنج کی طرف چلی گئیں

''کریر وومن۔۔۔۔۔'' دوسرے دروازے سے ریاض داخل ہوئے اور

بار پر فواد کے پاس جا کر بیٹھ گئے تم نے زرد ہاؤس کوٹ کیوں نہیں پہنا۔۔۔؟ انہوں نے انگلی اٹھا کر سوال کیا۔

''جی۔۔۔۔؟؟'' راحیل نے آنکھیں پوری طرح کھول کر چاروں اور دیکھا میں کہاں ہوں۔۔۔۔۔ گوپالا۔۔۔تم اس وقت کہاں ہو۔۔۔۔۔ کیا سوچ رہے ہو۔۔۔کہاں جانے والے ہو

''گوپالا سوامی آئینگر۔۔۔۔۔'' فواد ایک اخبار سامنے سے سرکاتے ہوئے دہاڑا

''مادموزیل۔۔۔۔یہاں سب ٹپسی ہیں'' ہنگیرین بارمین نے دروازے کے قریب آ کر معذرتاً پھر دہرایا

راحیل آہستہ آہستہ متوازن قدم رکھتی برآمدے کے باہر چلی گئی

''مادموزیل کے ملک میں مکمل خشک سالی طاری کر دی گئی ہے'' راحیل کو باہر جاتا دیکھ کر بارمین نے رنج سے سر ہلا کر ریاض سے کہا یہ دیکھئے'' اس نے اخبار سامنے سرکا دیا''

''سر آئینگر کی تقریر بھی پڑھو۔۔۔۔۔'' فواد نے پھر بلاوجہ گرج کر کہا

ریاض نے بے دھیانی سے اخبار کے اوراق پلٹتے رہے

''سر ایڈ گر مکسیٹن کا انتقال ہو گیا جن کو ملک معظم نے میرے بیچارے تقسیم شدہ صوبہ پنجاب کا گورنر نامزد کیا تھا۔۔۔ایلمر کے والد۔۔'' ریاض نے خبروں کی ایک سرخی پر رکتے ہوئے اسی بے خیالی سے کہا

فواد چپکا بیٹھا گلاس کے بلبلوں کو دیکھتا رہا

''کس مراقبے میں ہو۔۔۔۔۔'' ریاض نے اکتا کر پوچھا

''تمہارے اس لفظ میرے پر غور کر رہا ہوں۔۔۔۔۔میرا بیچارہ صوبہ''فواد نے قناعت سے جواب دیا

''جہنم میں جاؤ''ریاض نے اطمینان سے کہا

فواد اسی پہنچے ہوئے انداز سے خاموش بیٹھا رہا

''بیچارہ ایلمر رملکسیٹن۔۔۔''ریاض نے اخلاقاً ہمدردی ظاہر کی

''کافی والدین نے پچھلے دنوں انتقال کیا ہے''فواد نے اسی اطمینان بخش آواز میں کہا''مثلاً میرا ٹلنی کے والد۔۔۔انکل راج ونس عرف مہندر چاچا''

میرا ٹلنی۔۔۔ریاض نے اپنے ذہن میں اس نام کو الٹا پلٹا۔۔۔میں میرا ٹلنی ہوں جو ابھی سیاہ کلرک پہنے سامنے کے دروازے سے داخل ہوں گی سادھو سنت سبھی دیوانے من سے ہار کو نہ مانے۔۔۔۔میرا ٹلنی سب سے پوچھے دکھ میں کس کا ساتھ۔

اس کے ذہن پر اس وقت واہٹ ہارس کا گہرا دھندلکا چھاتا جا رہا تھا

''کیا تمہارا خیال ہے مجھے میرا کو تعزیت کا ایک عدد خط لکھنا چاہئے دراصل مبارک باد اور تعزیت کے خط لکھنا سخت مشکل کام ہے۔۔۔۔اتنا عرصہ گذر گیا میں نے میرا کو اب تک تعزیت کا خط نہیں لکھا۔۔تمہارا خیال ہے مجھے میرا کو ٹرنک کال کر کے اظہار افسوس کر دینا چاہئے۔۔۔؟فواد اسٹول پر سے اٹھ کر ڈھیلے ڈھالے قدم رکھتا ٹیلیفون بوتھ کی سمت چل دیا۔''

''میرا۔۔۔''وہ ٹیلیفون میں ناک ٹھونس کر دھاڑا''دنیا میں چاروں اور اتنا شور مچ رہا ہے کہ اب تم میری آواز بھی نہیں سن سکتیں۔۔۔۔؟''

''میرا رانی اب یہاں نہیں ہے فواد میاں''دوسرے سرے سے ایک مدھم آواز

آئی ٹری وِنڈرم کوالالمپور بولیویا۔۔۔۔وہ کہتی تھی وہ جانے کہاں کہاں جائے گی ناچ ناچتے اور اپنے گیت گاتے گاتے وہ کائنات کے آخری سروں تک پہنچے گی وسعت کے کناروں تک پہنچ کر نئے رقص تخلیق کرے گی تم اس کے مہاراجکمار کنال تھے لیکن تم کو اپنے مطلوبہ دیس میں پہنچ کر غالباً اپنی آنکھیں واپس مل گئی ہوں گی خدا حافظ فواد میاں وہ اسٹول پر چپ چاپ آنکھیں بند کر کے بیٹھ گیا۔

کمروں اور برآمدوں میں شامل کا مجمع بڑھتا جا رہا تھا راحیل اپنی اسٹاف کار میں جس پر ترنگا لہرا رہا تھا اپنے ہائی کمشنر کے ہاں واپس جا چکی تھی۔

کرنل و مسز بلگرامی ایک میز کی سمت جا رہے تھے

میرا راحیل، ریاض کے ذہن کا دھندلکا گہرا ہوتا گیا پدما، پدما۔۔۔۔۔۔۔

اچانک سامنے کی میز پر، اتنے انتظار، اتنی مدتوں، اتنی صدیوں بعد، اسے پدما نظر آئی۔

بار پر سے اٹھ کر وہ ڈھیلے ڈھالے قدم رکھتا لیلیٰ بلگرامی کی کرسی کے قریب پہنچا

''آپ کون ہیں۔۔۔؟'' تحکمانہ لہجے میں اس نے مطالبہ کیا

''جی۔۔۔۔۔۔؟'' مجھے افسوس ہے کہ غالباً میرا آپ سے تعارف نہیں لیلیٰ نے اخلاق سے جواب دیا

وہ ایک کرسی کھینچ کر اطمینان سے اس کے قریب بیٹھ گیا بالآخر یہ پدما تھی

''یہ سب ہمارے لکھنو کے پرانے دوست ہیں لیکن ہمیشہ ایسا اتفاق ہوا کہ تم کبھی ان لوگوں سے وہاں نہیں ملے۔۔۔'' فواد نے قریب آ کر کہا ''میں کسی سے نہیں ملنا چاہتا صرف آپ کو جاننا چاہتا ہوں آپ مجھے کبھی نہیں ملیں کہیں نہیں ملیں''

لیلیٰ تعجب سے اسے دیکھتی رہی ارون راجونش۔۔۔؟ یہ ارون راج ونش نہیں ہے یہ کوئی اجنبی ہے جو یک بیک اس کے پاس آن بیٹھا ہے اور اسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہے۔

''آپ دونوں کسی روز تشریف لا کر ہمارے ساتھ شام کی چاء پیجیئے۔۔۔ آج کل راحیل بھی ہمارے یہاں آئی ہوئی ہیں'' اس نے بڑے اخلاق سے فواد کو مخاطب کر کے کہا۔

☆☆☆☆☆

ایک جم خانہ سے دوسرے جم خانہ تک۔۔۔۔۔محمد باغ کلب۔۔۔۔۔

لاہور وکراچی جم خانہ۔۔زندگی بے ترتیب وہمواری سے گذرتی جارہی تھی ملک کی تقسیم کا ایڈونچر خاصا دلچسپ رہا جبکہ راتوں رات ایک ڈیکوٹا میں جسے کوئی پولش لڑکی اڑا رہی تھی کانپور سے لاہور آنا پڑ گیا تھا اس کے علاوہ مطلق کوئی فرق، کوئی انتشار زندگی میں نہ آیا تھا تقریباًوہی لوگ تھے وہی مجمع اور نئے اور دلچسپ انسان بھی گروہ میں شامل ہو گئے تھے ان چیزوں سے، اس نے برآمدے کی ریلنگ پر جھک کر سمندر کو دیکھتے ہوئے خیال کیا۔۔ان چیزوں سے مجھے خوف محسوس ہوتا ہے اور دلچسپی بھی سڑک کی نیلی روشنیاں اور پچھلی برآمدے وہ اندھا اینگلو انڈین بوڑھا جو حضرت گنج کے برآمدوں میں سیکسوفون بجا کر بھیک مانگتا تھا۔۔زندگی میں ان لوگوں سے بھی ملتی ہوں جن کے وجود سے مجھے بالکل واقفیت نہیں۔۔۔۔

ان سب میں مل کر ان کے ساتھ، میں زندہ ہوں لیکن جو کچھ یہ میں سوچتی ہوں اس میں کیا خاص بات ہے اپنے اپنے بیتے زمانے سبھی کو یاد آتے ہیں ارون کی طرح کے بہت سے لوگ ہوں گے جنہوں نے اسی طرح اور بہت سے انسانوں کو متاثر کیا ہوگا وہ بیگم بلگرامی ہے جو بے حد کامیاب اور دلچسپ پارٹیاں دیتی ہے ریاض سے باتیں کرتی ہے۔۔۔۔۔۔وہ بالکل کوئی خاص، منفرد، علیحدہ ہستی نہیں ہے۔۔۔۔۔وہ ریلنگ پر جھکی رہی شام کی روشنی میں درختوں کا رنگ تبدیل ہوتا گیا بیگمات کے رنگ برنگے اوورکوٹوں کی طرح جو بونڈ اسٹریٹ میں خریدے گئے ہوں گے۔۔۔۔نیلا۔۔۔۔سبز۔۔۔۔۔نارنجی۔۔۔آسمانی۔۔۔۔لیکن

مجھے بونڈ ااسٹریٹ سے بھی کوئی اتنی زیادہ دلچسپی نہیں مجھے سوسائٹی میں اپنی کامیابی پسند ہے مجھے اپنے گھر، اپنے بچے اور اپنے شوہر سے بھی انس ہے اور میں نے ارون راجونش کو چاہا ہے لیکن جب میں مر جاؤں گی تو کسی کو پتہ نہ چلے گا کہ میرے دل و دماغ پر یہ سب بیتا۔

درختوں کی سمفنی ۔۔۔۔ ریاض نے ریلنگ پر جھک کر اپنے آپ سے کہا۔۔۔ شاید یہ آخر کار امن کا دن ہے تم میرے قریب ہو اور مجھے زندگی کی ابدی مسرت، سادگی اور آرام کا احساس ہے۔ مجھے اس سے کیا غرض کہ ماؤزے تنگ نے اپنی کل کی تقریر میں کیا کہا۔۔۔۔ غالباً آج پوپی ڈے ہے اور لڑکیاں چھوٹے چھوٹے جھنڈے اور پوپی فروخت کرتی پھر رہی ہیں۔

امن ۔۔۔۔ مکمل سکون ۔۔۔ اس نے سامنے کے منظر پر نظر ڈالی۔۔۔ سفید بادبانوں والے یاٹ لہروں پر تیرتے پھر رہے تھے سامنے بوٹ کلب کی ریت پر رنگین چھتریوں کے نیچے جن پی جا رہی تھی فضا میں پرندے چکر کاٹ رہے تھے۔

''مجھے ان چیزوں سے ڈر لگتا ہے۔۔۔'' لیلٰے نے اپنے آپ پھر کہا

سامنے کی پہاڑی پر سے تین لڑکیاں اس کی جانب آ رہی تھیں ہونٹوں پر خلیق تبسم کے ساتھ وہ ان کے استقبال کے لئے سیڑھیاں اتر کر نیچے آئی۔

سادے کپڑوں اور معمولی شکلوں والی ان لڑکیوں نے ذرا ہچکچاہٹ سے اس کو دیکھا۔۔۔

اندر آیئے۔۔۔ یا آپ کو بوٹ کلب جانا ہے۔۔۔ بوٹ کلب جانے والے اکثر راستہ بھول کر ادھر آ نکلتے ہیں۔۔۔۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر بے حد

اخلاق سے کہا۔۔۔۔

''جی نہیں۔۔۔۔۔'' ایک لڑکی نے ذرا جھنپ کر کہا ''میں یہ کاغذ لائی ہوں''

''کاغذ۔۔۔۔؟''

''جی ہاں۔۔۔۔۔۔۔۔آپ کو امن پسند ہے؟''

''جی۔۔۔۔؟'' لیلےٰ کی بالکل کچھ سمجھ میں نہ آیا کیسا بیوقوفی کا سوال ہے

''آپ دنیا میں جنگوں کا خاتمہ چاہتی ہیں۔۔۔۔۔۔؟ غربت کا خاتمہ چاہتی ہیں۔۔۔؟'' لڑکی نے ذرا ہچکچاتے ہوئے دریافت کیا گویا اسے اس خوبصورت، کمخواب میں ملبوس عورت سے ایسے بے تکے سوال نہ کرنے چاہئیں۔

خاتمہ۔۔۔؟ خاتمہ تو کسی چیز کا بھی نہیں ہوتا جاڑے آتے ہیں تب بھی جنگ ہوتی ہے گرمیاں آتی ہیں تب بھی

۔۔۔۔۔۔لیکن بہر حال اسے ان باتوں سے کیا مطلب۔۔۔۔اخباروں اور رسالوں میں وہ فقط ووگ دیکھتی تھی۔

''اس کاغذ پر بیگمات نے دستخط کیے تھے لڑکی نے ایک رول اس کے آگے بڑھایا''

لیلےٰ نے اپنے سفید ہاتھوں میں کاغذ تھاما

''اس پر لکھ دیجئے۔۔۔۔''

اس نے اپنا نام لکھا کاغذ پر اپنا نام لکھا ہوا اسے بے حد انوکھا لیکن خوبصورت معلوم ہوا بیگم لیلےٰ بلگرامی یہ کاغذ ساری دنیا میں عجیب عجیب ہاتھوں میں جائے گا

''شکریہ، خدا حافظ۔۔۔۔'' پہاڑی پر جا کر لڑکیاں دوسری سمت مڑ گئیں

لیلےٰ اپنے برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر ان کو پہاڑی کی اوٹ میں اوجھل

ہوتا دیکھتی رہی۔

پانی کے کنارے رقص کے لئے جو چبوترہ بنا ہوا تھا، اس پر کسی نے اکارڈین بجانا شروع کر دیا۔

☆☆☆☆☆

WWW.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

اور یہ ارون کا خط ہے جو اس نے دہرہ دون سے جانے کے بعد ہندی میں لکھا تھا جس وقت اس نے یہ خط لکھا وہ سکندر آباد کی چھاؤنی میں بیٹھا تھا اور فوجوں کی کمان کر رہا تھا جو کچھ میں نے دیکا اور سہارا اس کے بعد اب میں دنیا کی ہر برائی اور ظلم کے لئے تیار ہوں مجھے بدلے ہوئے زمانے، بدلی ہوئی تہذیب اور بدلی ہوئی اقدار کے ساتھ زندہ رہنے کے لئے کہا گیا ہے میرا خیال ہے کہ تم بھی وہاں اسی کوشش میں مصروف ہو گی میں پوری سعی یہ کر رہا ہوں کہ اس طرح کامیاب رہوں میں پرانا ارون راجونش نہیں ہوں دماغ جو صدیوں تک سلگتا رہا اس پر ایسے چھینٹے تم سب نے مل کر ڈالے ہیں کہ اب یہ سلگنا ختم ہو چکا ہے یہ خط میں نے اس لئے لکھا ہے کیونکہ میں ڈرپورک ہوں نہایت بزدل اور کمینہ زندگی کے اس نئے راستے پر جو دھکیل دیا گیا ہوں اس سے مجھے ڈر لگتا ہے اور واپس لوٹنا بھی اصول کے خلاف ہے جب تم کو لیلے ملے تو اسے بتلانا کہ بہت جلد وہ بھی وہی راستہ اختیار کرے گی یا کر چکی ہو گی جس پر اب میں چل رہا ہوں ضمیر کا اطمینان کہیں نہیں ہے اور کوئی چیز نہیں ہے ہمارے کردار جو زندگی کی ابدی معصومیت کے آئینے تھے اس تاریکی میں ادھر ادھر نکل گئے ہیں ہمارے دل و دماغ میں اتنے عرصے میں آندھیاں چلتی رہیں ان کے شور کو کسی نے نہ سنا اور اس باہر کے طوفان نے ان کو بالکل دبا دیا میں جذباتی تو خیر بالکل نہیں ہوں لیکن میری پیاری دھرم بہن، میرا یہ خط تم کو شاید بہت بڑا میلو ڈرامہ معلوم ہو اس لئے اب مجھے رخصت کرو کیونکہ میں اتنی بڑی جلاوطنی پر جا رہا ہوں۔۔۔۔۔خدا حافظ تمہارا اپنا ارون۔

جس روز مجھے اس کا خط ملا، اسی روز اتفاق سے نیا اون لکر آیا تھا اس کے اوراق الٹتے پلٹتے میں مجھے ایک نئی تصویر نظر آئی جس کے نیچے لکھا تھا۔۔۔۔ یہ وہ ہینڈسم ارون راج ونس ہے جو ہندوستان کا سب سے کم عمر بریگیڈیر ہے اور ہندسینا کا سب سے ہردلعزیز نوجوان افسر ملک کو اس سے بہت بڑی بڑی امیدیں وابستہ ہیں

تصویر کو میں نے احتیاط سے ایک طرف رکھ دیا۔

☆☆☆☆☆

’’ میں نے آپ کی تصویر دیکھی تھی، کچھ دن ہوئے۔۔۔۔۔۔مس بلگرامی۔۔۔‘‘ پروین عنایت اللہ نے راحیل سے کہا

’’ واقعی۔۔۔؟‘‘ راحیل نے اخلاقاً جواب دیا

’’ جی اسٹیلا کے البم میں۔۔۔لیکن وہ البم اپنا بہت چھپا کر رکھتی ہے وہ کہتی ہے کہ خاندانی البم اور اس کی پرانی تصویروں کا اجنبیوں کو دکھانا۔۔۔ایک قسم کی۔۔۔ایک قسم کی توہین ہے۔۔۔‘‘ پروین نے ذرا جھجک کر کہا

’’ اچھا۔۔۔؟ یہ کہتی تھی وہ۔۔۔‘‘ راحیل نے بے خیالی سے پوچھا’’ توہین کس کی۔۔۔اجنبیوں کی یا خاندانی البم کی۔۔۔۔؟‘‘

’’ ہا ہا۔۔۔۔۔ہا۔۔۔۔۔آپ بے حد پر مذاق ہیں مس بلگرامی۔۔۔۔میرا مطلب ہے، پرانی چیزوں خاندانی عظمت اور پرانی یادوں میں ایک طرح کی تقدیس سی ہوتی ہے اور اس تقدیس کے احساس کو انسان دوسروں پر امپوز نہیں کرنا چاہتا۔۔۔ ظاہر ہے دوسروں کو اس سے کیا ہمدردی۔۔۔‘‘

’’ ظاہر ہے۔۔۔‘‘ راحیل نے بالکل اتفاق کیا

’’ اور تقدیس۔۔۔اور۔۔۔اور ایک طرح کا ترحم سا ہوتا ہے۔۔۔۔۔‘‘ پروین عنائت نے ذرا سوچ کر کہا۔۔۔۔’’ جو پرانی چیزوں سے چپکا رہ جاتا ہے۔‘‘

’’ سنئے۔۔۔۔‘‘ راحیل نے یکا یک چونک کر کہا’’ آپ مجھ سے کیا کہنا

چاہتی ہیں۔۔۔؟''

''کچھ نہیں۔۔۔کچھ نہیں۔۔۔''پروین نے سٹ پٹا کر کہا

''پروین''جعفر نے اوپر سے آواز دی''کیا تیرنے کے لئے نہیں چل رہی ہو۔۔۔؟''

''چلو۔۔۔۔۔'' اس نے جلدی سے کہا۔۔۔۔'' اچھا خدا حافظ۔ ۔۔۔۔مس بلگرامی۔۔۔شام کو کلب آیئے گا۔۔۔؟''

''یقیناً۔۔۔خدا حافظ۔۔۔''راحیل نے مسکرا کر اسے دیکھا

چھتوں میں جو روشنیاں جھلملا رہی تھیں ان کا عکس پانی کی سطح پر پڑ رہا تھا کلب کے مختلف حصوں میں گیسٹ نائٹ کا بہت بڑا مجمع تھا لیکن یہ جگہ نسبتاً پرسکون تھی۔

راحیل اپنے سیاہ بالوں کو جو سمندری ہوا نے پریشان کر دیئے تھے بالوں سے ہٹاتی ہوئی گھاس پر آ گئی آسمان پر ستارے جل رہے تھے لیکن ہوا میں خنکی تھی تمہارا خدا میرا خدا ہے تمہاری قوم میری قوم ہے اس نے چتوں کو چھوا، یہ تمہاری سرزمین ہے۔

نیلے رنگ کا سوزن کار کے یہاں تیار شدہ اسٹریم لائینڈ جوڑا پہنے ایک لڑکی قریب سے گذری۔۔۔یہ جلد شادی کر لے گی اور غالباً پشاور یا پنڈی کے قریب کسی فوجی مقام پر اپنے شوہر کے ساتھ رہا کرے گی۔۔۔اسے دیکھ کر راحیل وک خیال آیا۔

میزوں کے نصف دائرے کے قریب کھڑے ہو کر بینڈ کے اطالوی وائیلنسٹ نے کوئی پرانا نغمہ بجانا شروع کر دیا۔

''اپنا مارکو روزنی ہماری دلکش مہمان کو سرینیڈ کر رہا ہے''ایک صاحب نے

جھک کر راحیل کو مخاطب کیا وہ جواباً اخلاق سے مسکرائی

''راحیل ڈارلنگ۔۔۔'' اسٹیلا نے قریب آ کر اس سے کہا'' تم نے ان بزرگوار کو دیکھا جو اس پیڑ کے نیچے فواد سے باتیں کر رہے ہیں میں ان سے شادی کر رہی ہوں بے حد سویٹ انسان ہیں ان کی امی نے ان سے کہا کہ سگریٹ نہ پیا کرو انہوں نے ترک کر دیئے تاش بھی نہیں کھیلتے اپنی خالاؤں کو پابندی سے خط لکھتے رہتے ہیں جو حیدر آباد دکن میں کہیں رہتی ہیں۔۔۔''

''میجر جنرل راج ونش کے ڈویژن نے آخر کار پانچ اضلاع پر قبضہ کر لیا ہلاک شدگان کی۔۔۔'' کسی نے ہاتھ بڑھا کر ریڈیو گرام کا سوئچ بند کر دیا

راحیل بالوں کو ٹھیک کر کے درختوں کے جھرمٹ کی سمت آئی اور پھر ٹھٹھک گئی برآمدے کی سیڑھیوں پر ریاض کھڑے تھے۔

گوپالا۔۔۔آخر کار میں تمہارے اتنے قریب آ گئی ہوں

دور کلب کی عمارت میں انسانوں کی گہما گہمی تھی موسیقی کا شور تھا لیکن اس وقت یہاں مکمل، خاموشی تھی تکمیل شدہ سکوت

اس نے ریاض کو دیکھا ایک لمحہ، لمحہ جو صدیوں کی تخلیق کیا تھا وہ ٹھٹھک کر اسے دیکھتی رہی۔

ریاض ملان کی طرف جا رہے تھے درخت کے نیچے کھڑی ہوئی لڑکی کو انہوں نے دیکھا یہ راحیل تھی انہیں خیال آیا انہوں نے دوبارہ اس پر نظر ڈالی ان نظروں میں کوئی پرانی مانوسیت نہ تھی۔

ریاض کی آںکھوں کو وہ ایک لمحے کے لئے دیکھتی رہی ان آنکھوں میں کوئی پرانی مانوسیت نہ تھی کوئی جانا پہچانا پن نہ تھا مکمل، مکمل اجنبیت۔۔۔غالباً زمانے

کے کسی دور میں، کسی حصے میں، وجود کی کسی سطح پر ہم تم سے ملے تھے وہ نظریں کہتی معلوم ہوئیں۔

''ہلو راحیل بیگم۔۔۔۔'' ریاض نے بے حد اخلاق سے مسکرا کر کہا۔۔۔۔''شام کیسی گذر رہی ہے؟ آپ کا پسندیدہ ''لا پلوما'' بج رہا ہے آپ رقص کے لئے نہیں جا رہیں؟'' ہاتھ میں گلاس لئے وہ روش پر مڑ گئے۔

جس طرح دو جہاز سمندر کی سطح پر لحظہ بھر ساتھ ساتھ ٹھہرنے کے بعد اپنی سمتوں کو چلے جاتے ہیں ایک جا کر ہمیشہ کے لئے کسی محفوظ بندرگاہ میں قناعت سے لنگر انداز ہو جانے کے لئے ایک مسلسل، مستقل گردش میں رہنے کے لئے حالانکہ کناروں پر ان گنت محفوظ دلکش بندرگاہیں موجود رہیں گی۔

اطالوی وائیلنسٹ مختلف حسین خواتین کی کرسیوں کے قریب جا کر سرینیڈ کرنے میں مصروف رہا۔

ریاض اپنے دوستوں کے گروہ میں جا کر بیٹھ گئے اس وقت وہ لوگ نہایت تندہی سے یہ طے کرنے میں مشغول تھے کہ اس اتوار کو امجد کی ہاؤس وارمنگ پارٹی میں شرکت کے بعد ہیلو جی چلا جائے یا لمیر

ریاض حسب عادت باتوں کا مختصراً ہاں یا نہیں میں جواب دے کر سمندر کی روشنیوں کو دیکھتے ہوئے سگریٹ پیتے رہے۔

آج انڈین ہائی کمشنر کے ہاں کے کافی لوگ نظر آرہے ہیں کسی نے کہا۔۔۔۔ آداب عرض ہے مسز مصرا۔۔۔۔ آیئے، تشریف رکھئے۔۔۔۔۔ تعظیماً اٹھتے ہوئے ہندوستانی خاتون کے لئے کرسی پیش کی گئی قریب کی میز پر اسٹیلا عباسی اپنے دوستوں کے ساتھ آبیٹھی تھی دونوں میزیں جوڑ کر کرسیوں کا دائرہ وسیع کرلیا

گیا باتوں اور قہقہوں کا شور دوگنا ہو گیا۔

انسانوں کی گہما گہمی ہے راگ کا شور، موجوں کی آواز، لیکن گہرا مکمل سناٹا طاری ہے اسٹیلا جر میرے قریب بیٹھی ہے اس کی آواز بہت دور سے آرہی ہے ساری آوازیں کھو چکی ہیں یہ اجنبی رات ہے سامنے مستقبل ہے ان گنت دن اور راتیں اور یہی آوازیں یہی انسان اب میرے گرد لہروں کا جو دائرہ قائم ہوتا رہتا ہے وہ یکلخت غائب ہو گیا ہے میں پانی کی تہہ میں پہنچ چکی ہوں باقی کے سارے لوگ دوسرے جزیروں پر بیٹھے ہیں یہاں ایک لائٹ ہاؤس ہے جس کی روشنی کبھی کبھی ساحل پر آتی ہے اور پھر غائب ہو جاتی ہے تیز، مدھم، تیز مدھم پھر مکمل تاریکی اور اس تاریکی میں اکثر رات کے پودے جگمگا اٹھتے ہیں۔

لائٹ ہاؤس کی اس روشنی کو دیکھو۔۔۔ جو ہم سب پر الگ الگ پڑ رہی ہے۔

''لیکن یہاں لائٹ ہاؤس کہاں ہے راحیل ڈارلنگ۔۔۔'' اسٹیلا نے تعجب سے کہا اور پھر باتوں میں مشغول ہو گئی۔

میں کنارے پر آ گئی ہوں لہروں میں جو دائرہ پیدا ہو گیا پھر ٹوٹ گیا ہے اور دنیا بہک گئی ہے۔

لیکن کیا ہو صنم کدے تو کبھی ویران نہیں ہوتے۔ خدا آتے رہتے ہیں جاتے رہتے ہیں۔۔۔ ریاض اپنے ہونٹوں پر مطمئن تبسم لئے جھک کر لیلے سے کہہ رہے ہیں ''ان کے اٹورز کا کیا ہوا حسب معمول ختم ہو گئے؟''

''الوژنز۔۔۔۔؟'' لفظ کے معنی نہ سمجھے ہوئے لیلے نے دہرایا

''۔۔۔۔انہیں یہ فکر ہم سے چھٹ کے دیوانوں پہ کیا گذری۔۔۔'' ابھی فون رکے فیض سے پوچھو یہ واہیات شعر انہوں نے کیوں لکھا۔۔۔ میز پر مکہ مار

کر جعفر کہہ رہا ہے۔

''یہ فیض نہیں ہے۔۔۔۔۔'' اسٹیلا جھڑک کر کہہ رہی ہے۔

''اچھا۔۔۔۔۔۔میرا خیال تھا کہ ہر عمدہ شعر فیض کا ہوتا ہے۔۔۔۔۔'' جعفر نے منہ لٹکا کر کہا

''یہ عمدہ شعر بھی نہیں ہے۔۔۔'' اسٹیلا حسب معمول بگڑ رہی ہے میں کنارے سے گر چکی ہوں اب میں بالکل تہہ میں ہوں اور سطح کے اوپر سب کی آوازیں مجھے صاف سنائی دے رہی ہیں وژن پر اب آخر کار گہری دھند چھا گئی ہے یہ کوئی تیز دھار چیز ہے جس نے روح کو بے حد گہرا کاٹا ہے ہمیشہ کے لئے زخمی کر دیا ہے اور لمحہ ختم ہو گیا لمحہ جو کبھی حاصل نہ ہو گا لیکن اس لمحے کا توازن، اس کا اپنا وجود ہمیشہ قائم رہے گا بالآخر یہ میری موت کا گھنٹہ ہے۔ دھوپ، جو میں نے گلابی پھولوں کے درختوں میں سے چھنتی دیکھی یہ انسان جو ابھی سامنے کی سیڑھیوں سے اترا۔ روش پر چلا جس نے لیلیٰ بلگرامی کے ڈرائینگ روم میں اپنی شامیں بتائیں جس نے مسکرا کر روسی یا فرانسیسی سفیر سے باتیں کیں اس کے وجود کا مقصد وہ خود نہیں ہے لیکن وہ وہاں رہے گا لیکن وہ وہاں رہے گا ہمیشہ ہمیشہ گو فضا کی نیلاہٹ کم ہو چکی ہے زندگی کی توقعات نے مجھے اندر سے کمزور کر دیا تھا مجھے اپنی اہمیت کا اندازہ کرنے کی تمنا تھی لیکن اس اہمیت کو محسوس کرنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ میں کس قدر کمزور ہوں۔۔۔۔۔ میں دنیا کے سامنے بالکل محفوظ نہیں ہوں وہ سب مستقل باتوں میں محو ہیں وہ طمانیت سے لیلے کی کرسی کے قریب گھاس پر بیٹھ گیا ہے اور اس کے ہونٹوں پر تبسم ہے خاموش پسندیدگی کا پراسرار، جانا پہچانا تبسم، انہیں الفاظ کی ضرورت نہیں ہے انسان صرف مکمل خوشی کے لمحات

ہی میں اس طرح خاموش رہ سکتا ہے اور تیسرا جو باہر موجود ہے ان دو کی دنیا میں شامل نہیں اس میز کے دوسری جانب وہ دونوں سادگی سے مسکرا رہے ہیں۔

اب کیا ہوگا اس نے میز پر کہنیاں ٹکا کر اس سکون سے سوچنا شروع کیا گویا اس شیفون کی ساری کو کس رنگ میں رنگاؤں چاروں طرف نہایت ٹھوس زندگی تھی لوگ کھا رہے تھے اور شمپین پی جا رہی تھی سامنے ایک دیوار پر کلب کے مختلف نوٹس آویزاں تھے کونسی کتاب خریدوں اگلے روز کی شاپنگ کا خیال کرتے ہوئے اس نے سوچا لیکن کتابیں یا غیر دلچسپ تھیں یا انتہائی تکلیف دہ ایٹس کا ٹنے کو دوڑتا ہے فیض ایک مستقل آزار ہے رکئے زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا۔۔۔

کیا اصل زندگی یہ تھی جو میں نے اب تک محسوس کی

لیکن وقت نے دفعتہً اپنے آپ کو سنبھال لیا گلابی پھول میز کی سطح پر نیچے گھاس پر جھک گئے باہر وہ جگہیں ہیں جہاں لوگ رات کو سوئیں گے، کھانا کھائیں گے تفریح گاہوں سے واپس لوٹیں گے۔ آج کی رات اب آج کی رات نہیں اس لمحے کے بعد سے وہ آنے والا پراسرار کل شروع ہو گیا تھا کل جو ہمیشہ خوفناک رہے گا سرخ گلابوں کی مدھم روشنی کے سائے میں میں غالباً یہی سوچتی ہوئی مروں گی کہ اور کیا تھا۔۔۔۔ اور کیا تھا۔۔۔ اور کیا تھا؟ صرف زندہ رہنے کا عمل زندہ رہتے رہنے کا عمل اس وقت اس کونے میں ایک لیمپ جل رہا ہے زندگی میں جو کچھ اب تک ہوا وہ ماضی کا ایک حصہ بن گیا اب یہ میری موت کا گھنٹہ ہے لیمپ اور گلابی پھول اور یہ انسان جو سامنے موجود ہے۔۔۔۔ خدا حافظ۔۔۔۔ اس نے چپکے سے دہرایا اور خدا حافظ لیلےٰ بیگم۔۔۔ (وہ صبح کو بچوں کو ناشتہ کرواتی ہے دوپہر کو اسکول ٹیلی فون کر کے آیا سے ان کی خیریت پوچھتی ہے شام کو باہر

جانے کے لئے ساری نکلوا کر استری کرواتی ہے ایلیٹ کی نئی تنقید چھپی ہے جواب کی بار امریکہ سے لوٹتے میں ریاض کو اتفاقاً قاہرہ کی ایک دکان پر مل گئی اور کیمبرج کے زمانے میں اس کی اتھل مینن اور روز منڈ لیہمن سے سخت دوستی تھی لیکن یہ سب جان کر لیلیٰ کو کوئی دلچسپی نہ ہو گی نہ وہ کبھی اس سے اس قسم کا کوئی تذکرہ کرے گا) اس نے گلابی پھولوں کی نمی کو چھوا۔۔۔۔ ہوا میں اس کے بال پھڑ اڑ رہے تھے اس کی اصلی اور واقعی زندگی سے میں ہمیشہ علیحدہ رہوں گی۔۔۔ اس کو اپنی، خالص ذاتی زندگی گھریلو چیزیں بل زکام کے لئے کیلشیم کے انجکشن اس کو کون سی سبزیاں پسند تھیں کون سے رنگ، یہ کہ وہ پڈنگ شوق سے نہیں کھاتا تھا اور انتہائی نفاست پسند تھا یہ اور بہت سی باتیں اس کے اور میرے درمیان اس وقت میز، ان برتنوں اور ان پھولوں کی اسٹل لائف حائل ہے میں یہ باتیں کرنا چاہتی تھی لیکن نہیں کر سکتی اچانک میں نے آخر کار موت دیکھ لی ہے مکانوں اور باغوں کی اداسی جنگلوں پر سرخ دھندلکا برس رہا ہے یہ اس کی سرزمین ہے یہاں وہ اپنے باغوں، درختوں کے نیچے بیٹھ کر دفتر کا کام کرے گا کتابیں اس کے پسندیدہ سگریٹ محبوب خوشبوئیں جھیل درختوں کے نیچے سے گذرتے ہوئے سنسان راستے۔

قریب کی میز پر ایک خاتون دوسری خاتون سے مسلسل اپنے شوہر کے نئے عہدے کا ذکر کئے جا رہی تھیں۔۔۔۔ دراصل بہن محمود صاحب کو تو فرصت ہی نہیں ملتی ابھی آسٹریلیا سے لوٹے ہیں مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ چلتے چلتے تین چار اوو کوٹ اور بنا لو لیکن اب تو لندن پہنچ کر ہی خریدوں گی۔

وہ ان کی گفتگو سنتی رہی ان ساری خواتین کے شوہروں کے کاندھوں پر نظام

حکومت کا بار تھا سب بے حد تشویش کے ساتھ ان کے اوورورک اور اسٹرین کا ذکر کرتی تھیں سب کے چار چار یا چھ چھ بچے مری کے اسکولوں میں داخل کر دیئے گئے تھے۔

ذہن اور ذوق کی کائنات سے الگ، حقیقی، واقعاتی زندگی میں یہی سب میرے ساتھی ہیں انہی لوگوں میں مجھے اپنی عمر بتانی ہے ان سے کچھ نہیں کہا جا سکتا کچھ نہیں صبح و شام کے ان مناظر سے وہ ہمیشہ علیحدہ رہے گی کائنات کے غیر شخصی خلا میں اس نے اپنے وجود کی نفی کو محسوس کیا۔

دنیا سے باہر، ماضی اور حال سے باہر، اپنے وجود سے باہر میں کہیں بھی نہیں ہوں حالانکہ میں موجود ہوں وہ سڑک پر نہیں آئی جہاں اس کی اسٹاف کار کھڑی تھی تاریکی میں دوسری جانب کسی سفارت خانے میں روشنیاں جل رہی تھیں ایک فوارہ چل رہا تھا سب سو رہے ہیں اس وقت مجھے کوئی نہیں جانتا لیکن میں موجود ہوں، رہوں گی ۔۔۔۔

پھاٹک کے سامنے کور ڈپلیٹک کی پلیٹ والی ایک اور کار آ کر رکی ''مس بلگرامی وائکا محل سے فون آیا ہے آپ کا طیارہ رات کے دو بج کے پندرہ منٹ پر یہاں سے اڑے گا'' تاریکی میں سے کسی نے اس کو مخاطب کیا۔

''اچھا'' اس نے جواب دیا ''چلو ڈرائیور''

'' خدا حافظ میرے پیارے انسانو۔۔۔۔ اس نے اپنے آپ سے کہا۔۔۔۔ زندگی میں کوئی اسرار نہیں ہے ہر چیز بالکل عیاں ہے عیاں اور واضح''

خدا حافظ۔۔۔۔۔ خدا حافظ

☆☆☆☆☆☆

کرسیوں کے نصف دائرے میں جو شام کے اختتام پر رفتہ رفتہ خالی ہو چکا تھا صرف پدما بیٹھی رہ گئی۔۔۔۔۔اس نے اپنے سیاہ جوڑے میں سے ایک پھول نکالا اور کاہلی سے اس کی پنکھڑیاں الگ کرتی رہی۔

''ہلو۔۔۔۔یہ تم ہو۔۔۔''اس نے آہستہ سے کہا اور میز کی سیاہ بلوریں سطح پر سے پھول ریاض کی طرف سرکا دیا۔

ریاض نے آنکھیں جو جاگتے جاگتے منتظر رہتے رہتے تھک چکی تھیں وا کر کے پدما کو دیکھا

اصلیت محض یہ ہے کہ ریاض الدین احمد کہ تم ساری عمر اپنے آپ کی پرستش کرتے رہے ہو تم نے اپنے ذہن کی تصوراتی کائنات کو، اپنے وجود کے دوسرے حصے کو جو ہمیشہ بھاگا بھاگا پھرتا ہے اور تم سے بچ کر آگے نکل جانا چاہتا ہے میرا لباس پہنایا تھا، تم کیوں نہیں دیکھتے اس وقت بھی میں سرخ ساری پہنے ہوں اور میرے ہاتھ میں پوپی کے پھول ہیں تم نے یہ طے کر لیا تھا کہ میں یدونش کے ساتھ خوش نہیں ہوں اور اس بات سے تم دل میں کتنے مطمئن ہوئے ہو گے لیلاً کے لئے بھی شاید تم یہی سوچتے ہو گے وہ اپنی زندگی سے خوش نہیں۔۔۔۔میں تم سے ہمیشہ دور رہی ہوں اگر میں بھی تمہاری پیچھے بھاگتی تو تم قطعی میرا نوٹس نہ لیتے۔۔۔۔افسوس یہ ہے کہ تم اس قدر غیر معمولی طور پر ذہین بھی تھے تم لوگ یا ذہین ہوتے ہو یا الو کے چھوٹے بھائی ہوتے ہو اور تم کو پتہ ہے میرا پیارا شوہر یدونش مصرا بھی الو کا چھوٹا بھائی ہے۔۔۔۔اتنی مدتوں تک میں بالکل کنارے پر

کھڑی رہی لیکن اب میں واپس جا چکی ہوں ہم سب واپس جا چکے ہیں

اس کا شوہر روش پر اس کی سمت آتا دکھائی دیا دوسرے لمحے وہ اٹھ کر اس کے ساتھ چلی گئی۔

دماغ کا دھندلکا سارے میں پھیل گیا

میری دوست میری رفیق!۔۔۔۔۔اس نے یکلخت جھک کر لیلیٰ کو دیکھا جو ابھی وہاں آ کر بیٹھی تھی میری دوست۔۔۔۔۔۔مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ میری زندگی کے جھوٹ کیا تھے۔۔۔۔میری روح میں جو مٹی لگی ہوئی ہے اس کا تم کو اندازہ ہے؟ سائے جو ہر سمت بکھرے ہوئے ہیں۔۔۔۔۔سائے جو محض شیشے، اور بلور، اور آب رواں اور بہار کی دھوپ میں رہنا جانتے ہیں۔۔۔۔۔ساری زندگی میں ان سایوں میں گھرا رہا۔۔۔۔۔تم اتنی خاموش کیوں ہو۔۔۔۔شاید تمہاری آرکیڈیا میں بھی مایوسیاں ٹہلتی ہیں۔۔۔۔؟ میری رفیق۔۔۔۔۔میں تمہارا جام صحت پیتا ہوں۔۔۔۔۔

اس نے سرخ پھول پر تھوڑی سی شمپین گرا دی جو میز کی سیاہ بلوریں سطح پر پڑا تھا۔۔۔۔۔

☆☆☆☆☆☆

پھر میں نے ہوا کی آواز سنی جو پانی پر سے چلتی ہوئی آ رہی تھی یہ ہوا پہاڑوں سے ٹکراتی تھی اور سرخ چٹانوں سے، جن پر ہری اداس بیلیں پھیلی ہوں گی پھر یہ ہوا خاموش دور افتادہ شہروں پر سے گذری ہو گی اور کسی گلی میں کوئی انسان مر رہا ہو گا اس کے اکیلے کمرے میں اس کا ایک جھونکا داخل ہوا ہو گا یہ پرانے گرجاؤں کی اونچی موم بتیوں کی روشنی میں عبادت کرتے ہوئے سفید پوش راہبوں کے پاس گئی ہو گی جبکہ چاندنی کی لکیریں کھڑکیوں میں سے اتر کر ٹھنڈے فرش پر پھیلی ہوں گی۔

اور پھر ہوا کا طوفان رک گیا اور ایک اور خاموشی چھا گئی۔اس خاموشی میں ہم نے ایک مبہم سی آواز سنی یہ ریاض کی آواز تھی جو رات کے ویرانے میں ایک سمت کو چلا گیا اور راحیل زمین پر کھڑی رہ گئی اندھیرا اور مٹی اور راحیل

اور اب ہر طرف یہ ازلی اور ابدی تاریکی تھی، اور وسعت۔۔۔۔تجربات سب پیچھے رہ گئے امیدیں، خوف، بدصورتی، خواہشیں اتنی چھوٹی چھوٹی مسرتیں جن کی تکمیل کا خیال ہے مضحکہ خیز لگتا ہو گا کہیں مہربانی نہ تھی ہر سمت وحشت تھی کوئی چیز بھی اپنی نہ تھی آنکھوں میں جو رنج، جو سچائی چھپی ہوئی تھی، اسے کسی نے دیکھا آنکھیں جنہوں نے گوپالا کا وژن دیکھا تھا

وژن۔۔۔۔۔؟؟

راحیل۔ راحیل تمہاری آنکھوں میں یہ بے رحمی کیوں جھلکنے لگی ہے میں اس بے رحمی کو نہیں دیکھ سکتی آزوروی نے ملول ہو کر کہا

راحیل۔۔۔۔۔کیا تم کسی چیز میں بھی یقین نہیں کرتیں۔۔۔۔۔؟ ممکن ہے تمہارا وژن غلط رہا ہو۔۔۔۔میں نے ہاتھ کھول کر بے بسی سے اس سے پوچھا

اگر ریاض اب تمہارے پاس آئے۔۔۔۔۔

ریاض۔۔۔۔؟؟ وہ کون ہے؟

راحیل کیا اب تم ہم سب سے نفرت کرو گی۔۔۔۔۔؟ کہ تم کو وہ مہربانی وہ خلوص نہ دیا گیا جس کی تم مستحق تھیں جس کی تم نے تمنا کی تھی اگر زندگی بری ہے تو تمہیں اس سے بھی زیادہ برا بننا پڑے گا؟ اگر تم ایک بدقسمت ستارے کے زیر اثر پیدا ہوئی ہوتیں۔۔۔۔لیکن افسوس کہ قسمت کا وجود ہی نہیں ہے صرف حیات انسانی کا طویل سلسلہ ہے یاد ہے ایک مرتبہ میں نے کہا تھا میں اپنی ساری کتابیں، اپنی ڈگری کی مون فائر بنا دوں گی اور اس کے گرد بیٹھ کر ہم آلہا اودل گائیں گے۔

میں نے وہ دروازہ اب تک نہیں دیکھا جس کے اندر میرا استقبال کیا جائے گا کہ بالآخر یہ راحیل ہے جس نے گلیوں میں پھرتے ہوئے بیمار کتوں اور اداس مظلوم انسانوں سے محبت کی ہے جس نے ایک کھڑکی کے نیچے کھڑے ہو کر اندر بجتی ہوئی سمفنی سنی ہے جبکہ وہ اس کمرے کے اندر خود کبھی نہ بلائی جائے گی۔

لیکن کائنات کے آرکیسٹرا میں ہم سب اکٹھے ہیں یہ سامنے کا درخت جس پر زرد پھول کھل رہے ہیں بارش کے پانی کی یہ جھیل جو سڑک پر بن گئی ہے چبوترے پر کھڑے ہوئے اکیلا اطالوی جو اکارڈین بجا رہا ہے تم اور میں۔۔۔۔راحیل واپس آؤ۔

پر راحیل چلی گئی اس وقت اس کا طیارہ دہلی تک پہنچ چکا ہو گا اور اب ہم شاید اسے کبھی نہ دیکھ پائیں گے۔

اوران تازہ خداؤں نے مجھ سے کہا تمہارے راستے بند ہیں اور ساری زمین، اب ہماری ہے اور میں نے سوچا یہی ٹھیک ہے جب ہم اپنے دیوتاؤں سے بھاگ چکے ہیں ہم کو دوسرے دیوتا کہاں ملیں گے صبح کو برتچز پہنے، زینب خالہ بریکفاسٹ کے لئے کمرے میں داخل ہوتی تھیں اور شام کو باغ کی ہر چیز سنہری ہوتی تھی اور دروازوں کے ریشمیں پردے آبشار کی طرح گرتے تھے۔

اب محض کوس موس کے فضول ہونے کا احساس باقی رہ گیا ہے۔

ایک آدھ پرانا خواب، تھوڑی سی پیار نیند، میرے لئے چھوڑ دو۔ یہ نہ پوچھو کہ صبح کے دھندلکے میں سے اب کون آئے گا دیوانے پرند فضا میں ہنس رہے ہیں چوہے ویرانوں کی طرف بھاگ رہے ہیں پھولوں پر موت کا سایہ ہے کمروں میں خرگوش دوڑ رہے ہیں کتے بھونکنا بھول گئے ہیں خانہ زاد نوکر پینک میں ہیں باقی دیوانے ہو چکے ہیں آسمان پر جھاڑوئیں اڑ رہی ہیں رات کو بوگی مین آتا ہے۔

علی چپ چاپ سڑک پر چلتا رہا۔ نمبر بائیس فیض آباد روڈ۔۔۔۔ اس نے ایک پھاٹک کے پیتل کے بورڈ کو غور سے دیکھا۔۔۔۔ پھاٹک میں تالا پڑا ہوا تھا باغ میں بہت اونچی گھاس اگ آئی تھی۔

میرا رانی اس نے دل میں اسے مخاطب کیا تم جدھر بھی جاؤ گی، تم کو اس راستے پر تنہائی ملے گی تم کو تنہا سفر کرنا ہے آوازیں تصورات، وجود کا شور، وجود کی امت خاموشی، تم ان چیزوں سے نہ بچ سکیں اعصاب، شکست، دماغ کے دھندلے بھوت جس طرح میں ان سب کی معیت میں رہا کیا زندگی کا ماحصل محض یہی تھا؟

لیکن بالآخر اس مٹی چندے منتقم خدا پیدا ہوں گے اس نے نیلی گھاس میں چھپی ہوئی مٹی کی خنکی کو محسوس کیا۔۔۔۔آفاق کے اس ابدی انتشار میں جو روحیں تخلیق ہوئیں میں ان سب سے زیادہ واش آؤٹ ہوں۔

تم کون ہو۔۔۔؟ ایک آدمی نے اس کا راستہ روک کر پوچھا

انتہائی واش آؤٹ۔۔۔۔اس نے کہنا چاہا۔۔''علی۔۔۔'' اس نے جواب دیا

''تم کو پتہ ہے۔۔۔'' اس نے چاروں اور دیکھ کر رازدارانہ لہجے میں رنج سے کہا ''ہم صرف اپنے کھیتوں اور گلیوں کا سکون چاہتے تھے اور اپنے گیت اب یہاں کیا رکھا ہے اس نے ہاتھ ہلا کر کہا'' آگے جاؤ۔۔۔آگے نئے **ملک** ایجاد کئے گئے ہیں۔بموں کے کارخانے بن رہے ہیں قومی کلچر کی تعمیر کے لئے چندہ جمع کیا جارہا ہے آگے جاؤ۔

''کریں گے اہل نظر۔۔۔کریں گے اہل نظر۔۔۔'' دوسرے اس کے ساتھی نے بیدلی سے گنگنانا چاہا۔

اوم شانتی۔۔۔۔اوم شانتی۔۔۔۔ایک براہمن کھنکار کر اپنا راستہ چلتا رہا۔

علی ایک سنگ میل پر بیٹھ گیا ابھی شام ہونے میں دیر تھی اور دوپہر کی دھوپ سیاہ ہوگئی تھی۔

دیواروں پر مختلف پوسٹرز لگائے جا رہے ہیں لڑکیاں چھوٹے چھوٹے جھنڈے اور پوپی کے پھول فروخت کرتی پھر رہی ہیں شاید آج امن کا دن ہے۔

تین لڑکیاں سامنے کے ٹیلے سے اتر کر اس کے نزدیک آئیں

ہم دستخط جمع کر رہے ہیں ہم بہت غیر اہم، کمزور ہستیاں ہیں، تمہارے ملکوں کی، دنیا کی طاقت بہت بڑی ہے لیکن اس سفید کاغذ کی طاقت غالباً سب سے زیادہ ہو جائے گی اگر اس پر تمہارے دستخط ہوں۔۔۔۔۔ دونوں ملکوں میں ہم نے دستخط جمع کئے ہیں۔

انہوں نے کاغذ آگے بڑھایا

''ٹٹ ٹٹ۔۔۔۔ یہ بھی ایک اور قسم کی ذہنی عیاشی ہے۔۔۔۔۔ امن کے قیام کے لئے یہ پتلا سا سفید کاغذ۔۔؟ تم کو جا کر مہیلا سینا میں شامل ہونا چاہئے یہاں کیا کر رہی ہو''۔۔۔ ایک عقلمند آدمی نے پاس سے گذرتے ہوئے کہا

''آپ سب خرگوش ہیں'' علی نے بگڑ کر جواب دیا

''کیا کہا تم نے۔۔؟ میں شہر کا نیا ڈی سی ہوں۔۔۔۔۔ سمجھے تم۔۔۔؟'' عقلمند آدمی نے شعلہ بار آنکھوں سے اسے دیکھا۔

''خرگوش۔۔۔ خرگوش۔۔۔۔'' علی نے ضد سے دہرایا

''لیجئے۔۔۔'' لڑکی نے کاغذ اس کے آگے بڑھایا۔

''کیا۔۔۔؟'' علی نے چونک کر اسے دیکھا۔۔۔ میں جوڑ یوں کے نیچے بم چھپاتا پھرتا تھا یکلخت میں امن پرست بن گیا۔۔۔؟ مجھے یہ کیا ہو رہا ہے کیا اب بھی میں لڑوں گا۔۔۔۔ ''میں لڑوں گا۔۔'' اس نے باآواز بلند دہرایا۔

لڑکیاں اس کے قریب دوسرے پتھر پر بیٹھ گئیں۔۔۔ علی نے ان کو غور سے دیکھا۔۔۔ کیا یہ میرا نلنی، اسٹیلا اور راحیل ہیں۔۔۔؟ ان کے لباس بالکل سادے تھے اور ان کی شکلوں میں کوئی گلیمر نہ تھا۔

''بہنوں کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟'' اس نے منہ لٹکا کر ان سے پوچھا

''بہنیں۔۔۔؟ بڑی فرسٹ کلاس ہوتی ہیں'' لڑکیوں نے جواب دیا

''میری بہنیں بالکل فرسٹ کلاس نہیں تھیں واش آؤٹ قطعی واش آؤٹ، اس نے کہا دھوپ زیادہ سیاہ ہو گئی بوڑھا جو مدتوں سے، کنکر کے کنوئیں کے نکڑ پر پھولوں کے گجرے بنا کر بیچتا آیا تھا، لاٹھی پر جھکا دھیرے دھیرے قدم رکھتا ایک سمت کو جاتا دکھائی دیا نانا ابا کا نقرئی پیچوان سر بٹلر کا مجسمہ، جنرل ہیولاک کے محاصرے کی یاد، معظم منزل کی مہریاں، ان سب کا کیا ہوا۔۔۔ دیکھو وہ سامنے سے کون لوگ چلے آ رہے ہیں اندھے انسانوں کی قطاریں۔۔۔ خبطی، مہاپرش، دیوانی لڑکیاں، لنگڑے جنرل۔۔۔ نہیں اب میں کچھ یاد نہ رکھوں گا۔۔۔ یہ کاغذ مجھے دو۔۔۔ اس پر لکھا ہوا میرا نام ساری دنیا میں جانا چاہئے۔۔۔''

وہ کاغذ پر جھک گیا

چاروں طرف جو گہما گہمی تھی اس میں اضافہ ہو گیا

ایک لموزین اس کے پاس آ کر رکی

''تسلیم میاں۔۔۔ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں سڑک کے کنارے چلئے میں آپ کو گھر پہنچا آؤں۔۔۔'' ایک اور لڑکی نے کار میں سے جھانک کر کہا

''گھر۔۔۔'' علی نے کاغذ پر سے سر اٹھا کر ذرا جھینپتے ہوئے جواب دیا'' گھر نہیں ہے۔۔۔ لیکن تم کون ہو۔۔۔؟''

''ارے میاں آپ پہچانے نہیں۔۔۔؟ میں بختاور ہوں جس کو ایک رات آپ نے پناہ دی تھی۔۔۔ میرے باپ دادا کی عمریں آپ کے ہاں دھان پھٹکتے گذریں۔۔۔ آپ کو پتہ نہیں۔۔۔'' اس نے حیرت سے

پوچھا۔۔۔میں سلطانہ مہ جبیں ہوں جو ریڈیو میں گاتی ہوں بی بی سی سے میرے ریکارڈ نشر ہوتے ہیں پلے بیک کے لئے میرے پاس ان گنت کنٹریکٹ آتے ہیں میرے چار فلم ایک ساتھ تیار ہو رہے ہیں رضا میاں ہزاروں بار شادی کا پیغام بھیج چکے ہیں۔۔۔میری زندگی بے حد کامیاب رہی ہے نا علی میاں۔۔۔؟

''تم مجھے علی میاں کہتی ہو گویا میں اب بھی تمہارا آقا ہوں''علی نے جھنجھلا کر کہا

''ارے بھیا۔۔۔۔۔''اس نے اپنے خوبصورت سانولے بازوؤں کو اٹھا کر ان پر نظر ڈالی۔۔۔''آپ آقا نہیں ہیں تو اور کون ہیں۔۔۔۔۔میرے روئیں روئیں نے تو میاں آپ کا نمک کھایا ہے۔''

علی جھنجھلا کر سنگ میل پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ٹھیک ہے تمہاری زندگی بے حد کامیاب ثابت ہوئی اس طرح کی کامیاب زندگیوں کے متعلق انٹرویو کئے جاتے ہیں افسانے تحریر ہوتے ہیں سوانح عمریاں تصنیف ہوتی ہیں میں نے اکثر سوچا تم کہاں ہو گی شاید کسی گاؤں میں کسی کسان کی بیوی کی حیثیت سے اپلے تھاپنے میں مصروف ہو یا شاید رضا میاں نے پھر تم کو بلوایا ہو۔۔۔ یا شاید۔۔۔۔۔ شاید۔۔۔۔

''علی بھیا آپ خوش نہیں کہ میں اتنی سکھی بن گئی۔۔۔۔۔؟''علی کو خاموش دیکھ کر بختاور نے پوچھا بھیا جتنے بڑے بڑے آدمی آپ کے یہاں آ کر گول کمرے میں بیٹھا کرتے تھے اور میں ان کے لئے پان یا چائے لے کر جاتی تھی اب وہ سب میرے ڈرائینگ روم میں آ کر بیٹھتے ہیں۔

''بالکل ٹھیک ہے''علی نے سوچا''اس نظام میں یا تم بختاور ہو گی یا کروار پروڈکشنز کی چیف اسٹار سلطانہ مہ جبیں بن جاؤ گی تیسرا راستہ تمہارے سامنے نہیں

تیسرا راستہ اختیار کرنے کی تم کو صلاحیت نہیں عطا کی گئی ورنہ ان تین لڑکیوں کے ساتھ چوتھی تم بھی ہو سکتی تھیں۔۔۔اس نے سفید لباس والی لڑکیوں کو دیکھا۔''

''مس ماہ جبیں آپ بھی اس کاغذ پر دستخط کر دیجئے۔۔۔'' ایک لڑکی نے سکون کے ساتھ کاغذ اس کے سامنے پیش کیا۔

اس نے بے حد پولشڈ مسکراہٹ کے ساتھ اپنے نام کا کاغذ پر اضافہ کر دیا۔۔۔'' اچھا۔ اللہ حافظ بھیا۔۔۔'' اس نے سادگی کے ساتھ علی سے کہا اور لموزین اسٹارٹ کر کے آگے چلی گئی۔

علی پھر پتھر پر بیٹھ گیا

اس کے دماغ میں جو شور مچ رہا تھا اس میں زیادتی ہو گئی

اب یہ کون لوگ سامنے سے آ رہے ہیں۔۔۔۔۔؟ اس نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر تھکن کے ساتھ پوچھا۔

''شاید یہ لوگ روٹی کا مطالبہ کر رہے ہیں یا ممکن ہے یہ وہ انسان ہیں جو بیحد ارمانوں کے ساتھ نئے ملک گئے تھے اور وہاں سے بھی نکالے گئے اور اب اپنی فریاد لے کر گورنمنٹ ہاؤس جا رہے ہیں یہاں روزانہ اس قسم کے جلوس نکلتے رہتے ہیں۔۔۔۔۔'' ایک لڑکی نے اسے بتایا

انقلاب ایک خواب تھا ہم کس موت سے بچے اب کونسی موت ہمارے سامنے ہے۔۔۔؟

مجھے ہر ایک سے توقعات تھیں۔۔۔علی نے آہستہ آہستہ کہا۔۔۔۔۔ میں غالباً اس قدر فرشتہ صفت تھا مجھے انتہائی ہیرو سمجھا گیا۔۔۔ جو صفات دوسروں میں نہیں تھی وہ ان کو مجھ میں نظر آئیں ہر جگہ مجھے، جذبات، تعریف اور تکریم کے

ذریعے خرید اگیا شاید ان سب کے خیال میں، میں ایک قسم کا چھوٹا موٹا بنے بھائی والا تھا کزن اسٹیلا نے جو میرے ساتھ میرے کسی جذباتی تجربے میں شریک نہ تھی مجھ سے کہا کہ مجھ میں زندگی کا شدید ڈرامائی احساس ہے۔۔۔سو واٹ۔۔۔ میں نے اسے جواب دیا ہر ایک کو ہے آخر تم کیوں یوجین اونیل پر مری جاتی ہو۔۔۔اور یہ بات قبول کرنے کے لئے کوئی بھی تیار نہیں کہ سب اپنے آپ کو اپنی اپنی جگہ ہیرو سمجھتے ہیں یا ایک سے ایک ٹریجک کردار۔۔۔تم نے ایک بات نوٹس کی۔۔۔ اس نے رک کر کہا میں تم لوگوں سے برابر باتیں کر رہا ہوں حالانکہ میں تم کو بالکل نہیں جانتا کلب میں بھی کبھی تم سے ملاقات نہیں ہوئی۔۔۔۔بچپن میں میں نے صرف ہرمزی خانم اور مس کتھلین چیو سے اس طرح باتیں کی تھیں۔۔۔مس کتھلین چیو کس قدر زبردست اسنوب تھیں۔۔۔تم کو معلوم ہے؟ لیکن بھلا تم ہم لوگوں کو کیا جانو۔۔۔۔

زندگی مستقل اسرار تھی۔ مستقل رار۔۔۔لیکن اب ہر چیز عیاں ہے۔۔۔۔ واقعہ یہ ہے کہ میں ہمیشہ سوپر جینئس سمجھا گیا۔۔۔میں نے کبھی اپنے بل خود ادا نہیں کیے مسوری کی مال پر خلاف قانون گھوڑے دوڑائے گھر والوں کو جی بھر کے پریشان کیا۔۔۔۔اور وہ سب اس بات سے بے حد خوش تھے (اسے محسوس ہوا کہ اس وقت وہ بے حد مقدس نظر آ رہا ہے)۔۔۔زندگی کی معصومیت بالآخر معصوم نہیں رہی۔ ہم آخر کس طرح اپنا اظہار کرتے۔۔۔۔ ہر موقع پر ہم کو غلط سمجھا گیا۔۔۔ ہم سے کہا گیا ہم ریا کار ہیں، پوزئیر۔۔۔ ذہنی امارات پر نازاں۔۔۔اور ہم مستقل تکلیفیں اٹھاتے رہے۔

میں یہ زمانے دیکھ رہا ہوں۔۔۔۔۔تیس سال۔۔۔۔عمر عزیز کے تیس

سال میں نے یونہی گنوائے۔۔۔دس سال پہلے، گوپال پور جا کر میں نے لگان کی رقم بڑھا دی۔ ہمارے کسان جو لگان نہ دے سکتے تھے، زمینیں چھوڑ کر روتے ہوئے کانپور روانہ ہوئے جہاں ہری کے والد کی ملیں تھیں اور حکومت جنگ کے خطرے کی وجہ سے آرڈی نینس فیکٹریاں قائم کر رہی تھی میرے گاؤں کی رونق لٹ کر شہروں کی ان تاریک گنجان گلیوں میں آ گئی جہاں میرا اکلنی اور کزن اسٹیلا سفید خوبصورت ساریاں پہن کر سوشیولوجی کی تحقیق کے لئے جاتی تھیں اور اقتصادیات کے تھیسس کے لئے اعداد و شمار جمع کرتی تھیں۔

میں ادھر ادھر بھٹکتا پھرا میرے ہاتھ میں شمع تھی لیکن میرے چاروں اور بہت سی شمعیں بجھ کر جل رہی تھیں اور جل کر بجھ چکی تھیں روح کی بے آرامی اور زندگی کے جمود سے گھبرا کر میں ٹراٹسکیوں میں جا شامل ہوا میں نہرو کا چیلا بنا سوشلسٹوں کے ساتھ میں ریلیں جلانے پل اڑانے اور پٹڑیاں اکھاڑنے کے انتظامات میں مصروف رہا اور ایک سہانی شام میرے خاندانی دوست ایلمر رمکسٹین نے مجھے قید کر لیا دو سال بعد میں رہا ہوا لیکن دنیا وہی تھی کسی چیز میں کوئی فرق نہ آیا تھا جنگ زوروں پر تھی اور میرا پیارا دوست ایلمر کبھی ہنستا تھا کبھی روتا تھا ہنستا اس لئے تھا کہ دنیا کی مارکیٹوں میں جرمن اس کا مقابلہ کرنے کے لئے اب موجود نہ تھا روتا اس لئے تھا کہ اس فتح کے باوجود ایمپائر آخر کار متزلزل ہو رہی تھی۔

پھر ملک میں بڑے بڑے ایڈونچر ہے نہرو جی رہا کئے گئے کانفرنسیں ہوئیں آئی این اے کا سلسلہ رہا پھر میرے اور تمہارے باوجود ملک کو تقسیم کر دیا گیا کوئی گہری تیز دھار دار چیز تھی جس نے روح کو کاٹ ڈالا بالکل کاٹ ڈالا۔۔۔اب یہ لوگ کیا چاہتے ہیں کیا کہہ رہے ہیں؟ اس نے آنکھیں اٹھا کر انسانوں کے ہجوم کی

طرف دیکھا جو دھیرے دھیرے گورنمنٹ ہاؤس کی جانب بڑھ رہا تھا۔

اس نے دیکھا کہ جلوس کے آخری سرے پر نواب رضا قاسم تھے۔ ان کی باریک نفیس مونچھیں نیچے کو جھک آئی تھیں اور ان کا جامدانی کا انگرکھا اتنا شفاف نہیں رہا تھا۔

یہ لوگ دوسرے نئے دیس سے واپس کر دیئے گئے اور اب یہاں لوٹ کر سر چھپانے کے لئے کسی ٹھکانے کی بھیک مانگ رہے ہیں۔۔۔۔

ایک براہمن نے دوسرے براہمن سے سرگوشی کے لہجے میں کہا اور کنارے کھڑے ہو کر تماشہ دیکھنے لگے۔

''خدا ان الو کے بھائیوں پر اب کیا رحم کرے گا۔۔۔'' علی نے دفعتہً غصے سے کہا۔

''ہیں'' ایک سفید ریش انسان نے چلتے چلتے رک کر اسے دیکھا'' کچھ دین اسلام کی باتیں کرو میاں صاحبزادے دوسروں کو گالیاں دیتے ہو۔۔؟ تم یہاں کیا کر رہے ہو تم کو تو اپنے خاندان کا نام روشن کرنے کے لئے اس وقت پی اے ایس میں ہونا چاہئے تھا۔۔'' سفید ریش نے خفگی سے سر ہلا کر کہا۔

ایک پیکارڈ آ کر رکی جس میں گورنر کے دوا ے ڈی سی بیٹھے تھے۔

''آپ لوگوں کو لفٹ چاہئے۔۔۔۔؟'' انہوں نے بیحد گیلنٹ انداز میں لڑکیوں سے پوچھا

''جی نہیں۔۔۔۔ہم کو ابھی بہت کام کرنا ہے'' لڑکی نے اخلاق سے جواب دیا

''کام ۔۔۔۔ اچھا یہ عالمگیر امن اور کلچر کے تحفظ وغیرہ کا کچھ سلسلہ

ہے۔۔۔‘‘ایک اے ڈی سی نے دوسرے کو بتایا

’’کلچر۔۔۔۔۔؟‘‘

’’میاں اس میں یہ ہوتا ہے کہ چھٹی کے دن ساری قوم کی قوم کلچر پیلیس میں جاتی ہے اور فوک آرٹ پر تقریریں کی جاتی ہیں۔‘‘

’’بھائی جب تک یہ کلچر ولچر کی وبا یہاں نہیں پھیلتی تبھی تک خیریت ہے ورنہ پھر دیکھنا۔۔۔‘‘دوسرے نے جواب دیا پیکارڈ بھی آگ نکل گئی۔

زندگی کا بہت لمبا جلوس تھا لوگ آ جا رہے تھے موٹریں چل رہی تھیں آسمان پر بمبار طیارے اور خوبصورت ایر لائینز اڑ رہے تھے۔ انسان بھاگ رہے تھے مر رہے تھے زندہ تھے۔لڑائیاں شروع کی جا رہی تھیں فوجیں مارچ کر رہی تھیں زندہ رہنے کا جوش وخروش جاری تھا مدھم پڑتا تھا پھر تیز ہو جاتا تھا۔تیز مدھم، تیز مدھم۔۔۔۔یہ روشنی کہاں سے آ رہی ہے۔اس نے ہاتھ کھول کر سب طرف نظر ڈالی۔

اس کی آنکھوں کے سامنے فوجیوں کی سنگینیں تیزی سے چمکیں۔۔۔

سنگینیں۔۔۔۔اس نے خوفزدہ ہو کر چاروں اور دیکھا یہ لوگ جو چل پھر رہے ہیں چار خانوں میں جا رہے ہیں بچہ کی انگلی پکڑے جو عورت بس پر سے اتری ہے بوڑھا جو کتے کے ساتھ سڑک کے کنارے جا رہا ہے۔۔۔ان کو ختم کر دیا جائے گا موت ان سب کے لئے ہر لحظہ مستعد کھڑی ہے جنگ کے رسیا چوکس ہیں

’’تم کون ہو۔۔۔؟‘‘بانکے فوجی نے سنگین کی نوک بالکل اس کی آنکھوں کے آگے جھلملا کر پوچھا۔

''میں۔۔۔میں امن پرست ہوں۔۔۔۔۔میں امن پرست ہوں''علی نے تقریباً چلا کر جواب دیا

'' ابھی یہ کس نے شور مچایا تھا۔۔۔۔ تحفظ امن عامہ میں خلل اندازی۔۔۔۔۔''ایک اور افسر نے قریب آ کر پوچھا

''میں چلایا تھا۔۔''علی نے بچوں کی طرح فخریہ جواب دیا۔

''یہاں سے آگے جاؤ۔۔۔۔۔کیا تم کو معلوم نہیں۔۔۔۔۔۔۔یہ فتح کا دن ہے ہمارا سیناپتی محاصرہ ختم کر کے لوٹا ہے اس کی خوشی میں چراغاں ہو گا لڑکیاں اسے جے مالا پہنائیں گی راستے پرسے ہو اس پر قالین بچھائے جا رہے ہیں''

''لیکن میں علی ہوں''اس نے ضد سے دہرایا

''کون۔۔۔۔؟''تب تو تم کو قطعی یہاں سے دفع ہو جانا چاہئے افسر نے سر ہلا کر جواب دیا۔

''کدھر جاؤں۔۔۔۔۔؟''علی نے سوال کیا

افسر نے سیاہ روشنی میں مغرب کی سمت اشارہ کیا۔۔۔۔۔وہاں ادھر جدھر سب جا چکے ہیں۔

''لیکن یہ میری زمین ہے اس پر میرا خون گر چکا ہے اس کے لئے میں نے اپنا خون بہایا ہے تم نے میرے زخموں کو نہیں دیکھا۔۔۔؟''اس نے اپنا ہاتھ آگے پھیلا دیا۔

بالآخر فاتح کی کیڈی لیک قریب آئی اس کے پیچھے پیچھے آئی جی چلا آ رہا تھا جو آوارہ گردوں، انقلابیوں اور بدقسمتوں کو جیل بھجوائے گا۔۔۔

''ہمارے پیارے سیناپتی کی جے''فضا نعروں سے گونجی

''یہ کون ہے۔۔۔'' علی نے اسے غور سے دیکھا

''یہ کون انسان ہے جو راستہ روکے کھڑا ہے'' کیڈی لیک میں سے آواز آئی

''ہلو۔۔۔ ارون۔۔۔۔ ارے ارون میرے بھائی'' علی نے اس کی جانب بازو پھیلا دیئے۔

''یہ کون انسان ہے' جنرل نے اپنے ایڈ جٹ سے دریافت کیا

''سرکار یہ وہ روح ہے جس کی دونوں ملکوں میں کوئی جگہ نہیں۔۔۔۔'' اس کی پوری رپورٹ میں پاس موجود ہے۔۔۔۔ سرحد پار نئے دیس سے بھی اس کی رپورٹ میرے پاس بھیجی جا چکی ہے حاکم پولیس نے مستعدی سے سرگوشی کے لہجے میں فاتح کو بتلایا۔

ارون۔۔۔۔ میرے پیارے بھائی میرے دوست'' علی نے بازو پھیلائے پھیلائے آواز دی۔''

کیڈی لیگ ایک جھٹکے کے ساتھ آگے جا چکی تھی۔

میں تمہارا بھائی نہیں ہوں۔۔۔ میرے پیارے علی۔۔۔ میں میجر جنرل ارون کمار راجونش ہوں میں ابھی جنوب کے صوبے میں اپنے دس ہزار ہموطنوں کو بلا کسی وجہ کے ہلاک کروا کے آرہا ہوں رائل اکیڈیمی سے پاس ہو کر باہر نکلتے وقت اپنے دوسرے ہموطن افسروں کے ساتھ چپکے سے جو عہد نامہ اپنے خون سے ہم نے لکھا تھا وہ پورا نہیں لیکن میں فاتح ہوں اور اس وقت فوج کی سلامی لینے جا رہا ہوں پھر گورنمنٹ ہاؤس واپس جا کر چاء پیوں گا اور اس کے بعد اپنے ملک کے ملٹری مشن کی قیادت کرتے ہوئے تمہارے نئے دیس جا کر وہاں کے جنرلوں سے ہاتھ ملاؤں گا۔۔۔ مجھ سے بھی محبت کرو مجھے بھی جانو کسی نے روح کی اس جلا

وطنی کو دیکھا ہے۔۔۔اس جلاوطنی کو دیکھا ہے۔۔۔؟

ارون نے کیڈی لیک کی پچھلی سیٹ کی پشت پر سر ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں

فاتح کی کیڈی لیک راستے کے دھند لکے میں نظروں سے اوجھل ہو گئی

شام ہوتی جا رہی تھی اور عبادت خانے کی گھنٹیوں کی آواز تیز ہو گئی تھی علی سنگ میل پر سے آہستہ سے اٹھا تینوں سفید پوش لڑکیاں کسی اور سمت جا چکی تھیں وہ دھیرے دھیرے مقدس دیواروں کے جنگل کی طرف بڑھنے لگا جہاں صدیقہ مریم کی عبادت گاہ تھی۔

ہلکی ہلکی بارش شروع ہو چکی تھی گرجا کے پورچ میں سیاہ لباس پہنے ٹوپیاں اتارے چند انسان جمع تھے شمعیں اٹھائے فادر انٹینی آخری دعا پڑھ رہے تھے۔

یہ کس کا اختتام ہے۔۔۔۔۔دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ روش کے پتوں پر دبے پاؤں رکھتا وہ ایک دیودار کے نیچے کھڑا ہو گیا خزاں کی بارش کے پہلے قطرے اس کے بالوں پر ٹپکے۔

☆☆☆☆☆☆

اسپری ٹوان گلوریا ڈیئی پیٹرس ایکس ماریا ورجنے ایٹ ہوموفک ٹس ایٹ بینے ڈکٹس اومنی پوٹینس ڈیوس پیٹر ایٹ فیلیوس ایٹ اسپری ٹس سینکٹس آمین فادر انٹینی نے کہا

گھنٹیاں بجتی رہیں سانتا مرایا۔۔۔۔علی نے چپکے سے کہا۔۔۔۔اور ٹوپی اتار کر یوکلپٹس کے نیچے کھڑا ہو گیا بارش اب تیز ہو گئی تھی شمعوں کی جھلملاہٹ میں ارنسٹ برومیل کی نماز جنازہ جاری رہی۔

میریو اس نے دہرایا۔۔۔۔

سنیکٹس۔۔۔۔سنیکٹس۔۔۔سنیکٹس ایلمر نے دوسرے درخت کے نیچے سے نکل کر آہستہ سے کہا۔

ہاتھوں میں اونچی موم بتیاں لئے ہوئے جنازے کا جلوس عبادت خانے کے پیچھے کی صحت بڑھنے لگا جدھر قبرستان تھا سنگ مرمر کی سلیں پانی میں بھیگ رہی تھیں۔

اب میرے اور کسی اور کے درمیان کسی خیالات کا پل نہیں ہے میں بالکل الگ ہوں بالکل الگ۔۔۔۔ ایلمر نے ٹوپی ہاتھ میں لئے تابوت کی جانب نظر ڈالی۔۔۔۔یہ ارنسٹ برومیل ہے جو آخر کار ختم ہو گیا۔۔۔۔جو بیتھوون بجاتا تھا اس نے محاذ عرام میں کام کیا۔اپنے گھر والوں کو گیس چیمبر کے بھینٹ دے کر سن تیلنتیس کی جرمنی سے فرار حاصل کیا اس نے یہاں کے الوہی رقص اور نغموں میں پناہ لے کر یہاں کے فن کو اور سنوارنے کی لگن رکھی۔اسے دنیا کے ہر انسان پر مکمل

اعتماد تھا ہر چیز سے اسے خوشی حاصل ہوتی تھی وہ بچوں کی طرح خواب دیکھتا تھا اور گہری نیند سوتا تھا سات سال تک اس کے اعصاب دل و دماغ اور ہاتھوں کو مفلوج رکھا گیا لیکن اپنے مہلک مرض سے ہار مان کر آج جب وہ مرا تو اس کے ہونٹوں پر وہ تبسم تھا گویا وہ اپنے پائیں کے جنگلوں اور سبز میدانوں کو واپس پہنچ گیا ہے۔

ایلمر پورچ کی سیڑھیاں طے کر کے قربان گاہ کے پردے کے آگے جھک گیا۔۔۔ خداوند۔۔۔ اس نے آہستہ آہستہ کہا تو نے مجھے پیدا کیا تیرے سارے خیالات میں، میں سب سے زیادہ افسوسناک اور قابل رحم خیال تھا۔ میرا وجود ایک انتہائی شرمناک خیال تھا تو نے مجھے پیدا کیا تو نے ذلیل کتے بھی پیدا کئے ہیں۔۔۔۔ مجھ پر رحم کر۔۔۔۔

قربان گاہ کی رنگین کھڑکیوں کے باہر نماز جنازہ کی دعا کے آخری الفاظ جنگل کے کہرے میں پھیلتے جا رہے تھے ریکوئی ایس کٹ ان پیسے آمین

میں قابیل ہوں اور میں نے اپنے آپ کو قتل کیا ہے ایلمر نے خدا کی ماں کے سامنے دوزانو ہو کر مدھم آواز میں کہا

میں غیر قانونی ہوں۔۔۔ علی نے اپنے آپ کو بتایا اور موم بتیوں کی گیلی مدھم روشنی کو دیکھتا رہا فراٹوس اٹ مے ام اک ویسٹرم سیکریفسی ام تمہاری قربانی قبول ہوئی۔

''میرے دماغ میں جو ندی بہہ رہی ہے اس کا شور تم نے سنا۔۔۔'' دفعتہً ایلمر نے مڑ کر، ذرا خوف کے ساتھ اس سے پوچھا۔

''میں غیر قانونی ہوں۔۔۔'' علی نے دہرایا

''میں خوف کی وادیوں کی طرف سے آیا ہوں۔۔۔۔ جہاں خدا کا ماس بھوت مناتے ہیں۔۔۔ہم اور تم ایک گذرے ہوئے وقت کے بھوت ہیں۔۔۔'' ایلمر نے کہا

''تمہارا اور میرا وقت ختم ہو چکا۔۔۔'' علی نے کہا سیڑھیوں سے اتر کر شمعیں لئے ہوئے وہ پورچ کے سامنے آ گئے۔

یہ قبریں کیسی پر اسرار ہیں جن کے کتبوں پر مرثیے، نصیحتیں، ارمان بھرے شعر اور دعائیں لکھی ہیں ایلمر نے کہا

''یہ کتبے جیسے وزیٹنگ کارڈ ہیں جو یہاں آ کر جانے والے دنیا میں اپنے پیچھے چھوڑ گئے'' علی نے کہا۔

''ہاتھوں کو سمیٹ کر ایک طرف رکھ دیا گیا جنہوں نے بندوقیں اٹھائیں تصویر کشی کی، پانچویں سمعی بجائی پیروں کو مکسبوں میں کمیلوں سے بند کر دیا گیا جنہوں نے وی آنا کا والنس کیا برف کی سطح پر پھسلے، خوبصورت شہروں کی سڑکوں پر مارچ کیا'' ایلمر نے کہا

چاند کبھی کبھی کسی ٹوٹی ہوئی صلیب پر جھک آتا ہے۔ سنگ مرمر کی صلیبوں کے پیچھے سے پتھریلے چہرے اور گلابی، معصوم آنکھیں جھانکتی ہیں۔۔۔ زندگی کا خوف پالتو کتے کی طرح پھر تمہارے پاس واپس آ گیا ہے علی نے کہا

''میری روح، ہر آرام دہ جگہ سے بھاگ کر پھر باہر کی سردی اور تاریکی میں جا کھڑی ہوتی ہے۔۔۔'' ایلمر نے ہتھیلیاں کھول کر کہا۔

''یہاں چاروں اور خوبصورت عورتوں کے مردہ چہرے ہیں فلسفے سو چکے'' علی نے کہا چاند رفتہ رفتہ دیواروں پر بلند ہو کر ان کے مقابل میں آ گیا۔

چاند اوپر آ کر دریچے میں سے اندر جھانکنے لگا

میں واپس آ گئی ہوں چنانچہ میں واپس آ گئی ہوں ۔۔۔۔۔دفعتہً اسے ایک شدید روشنی کا احساس ہوا جو کھڑکی میں سے اندر آ رہی تھی اس نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا چاروں اور دیکھا روشنی، تاریکی، خوف، چھبیس سال سے ہیں اس طرح زندہ ہوں، مجھے سکون نہیں ملا، یہ بہترین زندگی تھی خوابناک زندگی جس کا عموماً کہانیوں میں ذکر ہوتا ہے جواب تک میں نے بتائی یہ بے حد ہولناک زندگی تھی قدم قدم پر مجھے ڈر کا احساس ہوا ہر طرف خطرہ ہے لوگ جو مجھ سے ملتے ہیں جو میری تعریف کرتے ہیں ان سب نے نقابیں پہن رکھی ہیں یہ سب ٹنڈو ناچ ناچ رہے ہیں شروع سے میں نے چیزوں کو نبھانا چاہا۔۔۔۔ (تم کو تو۔۔۔۔۔۔Pensecution Complex ہو جائے گا میرا نے عقلمندی سے کہا تھا اس وقت وہ اپنے کتے سے باتیں کر رہی تھی پیارے کتے میں تم کو کرنل جہانگیر کے پاس لے جاؤں گی۔ ایک ہنگامی کانفرنس کر کے جب وہ کتا خریدا گیا۔ اس کا نام تجویز کرنے کی سعی کی گئی۔ لیکن آخر کار بالاتفاق رائے اس کا نام کتا ہی تجویز کیا گیا تھا لیکن کتے کو یہ نام بہت ناگوار گزرے گا میرا نے افسوس کے ساتھ کہا تھا جیسے تم لوگ مجھے میرا اٹلی کہتے ہو تو مجھے رنج ہوتا ہے میرا نام دراصل ستیہ وتی دیوی یا کچھ اور ہونا چاہیے تھا) پھر میں نادرہ اور عالیہ باجی کے گروپ میں رہی چھ سال سے میں سینٹ جان ایمبولینس کے ایک اعلیٰ فوجی عہدے پر فائز ہوں میں نے گوپالا کی جستجو کی اور اب مجھے اس خوف کا احساس ختم کر رہا ہے وقت

بھاگا جا رہا ہے لحہ لحہ میں کچھ نہیں کر سکتی۔

اس نے آتشدان پر رکھی ہوئی اپنی ایک تصویر کو دیکھا یہ لڑکی جو نجم الدولہ ہاؤس کی سیڑھیوں پر بیٹھی ہے کبھی واپس نہ آئے گی یہ تبدیل ہو چکی ہے خالی کمروں میں گھومتی ہوئی یہ لڑکی وہی نہ ہوگی جو پہلے تھی۔

میں کن چیزوں کو پیچھے چھوڑ آئی ہوں دماغ میں اس نے فہرست بنائی ساری زندگی کچھ اٹل تصورات کلاس کی نفرت دو ساریاں جو وہ کراچی میں رنگ ساز کے ہاں بھول آئی تھی۔

سامنے یونیورسٹی کی بلند عمارات چاندنی میں ساکت تھیں دارالعمل اور کتب خانے میں روشنی ہو رہی تھی دو پروفیسر نہر کے پل پر سے گذر رہے تھے یہ برگساں کا مطالعہ کرتے تھے چند طالب علم جھنجھلا جھنجھلا کر ایک دوسرے کو کانٹ کے نظریئے سمجھاتے ہوئے گذرے۔ دولتمند طالب علم لڑکیاں تھیں جو ورزیوں کی دوکانوں پر گھنٹے صرف کرتی تھیں اوپر سے وے ٹی سی کا ایک طیارہ نکل گیا۔

روشنی سے گھبرا کر اس نے آنکھیں بند کرلیں

راحیل بیگم۔۔۔ کسی نے اس سے کہا زندگی میں افسوس نہیں ہیں

اب میرے سامنے ایک اور دروازہ آ گیا ہے جو بند ہے راحیل نے کہا تم جو یہ کام کر رہی ہو اس کے لئے بعد میں تم کو دکھ ہوگا کہ وقت ہمیشہ تمہارا تھا آپ کون ہیں۔۔۔؟ راحیل نے سہمی ہوئی آواز میں آنکھیں کھولے بغیر چپکے سے سوال کیا۔

مجھے جاننے کی کوئی ضرورت نہیں میں اتل سنہا ہوں جو بلیا میں مرا میں علی ہوں جو جالن پور میں زخمی ہوا میں ارون راج ونش ہوں جس نے دس ہزار انسانوں کو

اپنی مشین گنوں اور ٹینکوں سے روند ڈالا میں وہ روح ہوں جو ہمیشہ کائنات کے سارے راستوں پر بھٹکتی پھری کیونکہ وژن کے اور میرے درمیان ہمیشہ راستے میں اور چیزیں آ کھڑی ہوئیں اب دنیا تمہاری منتظر ہے انسان تمہاری آس میں بیٹھے ہیں جو مارے جا رہے ہیں کچلے جا چکے ہیں اپنے او پر تم اب بھی نازاں رہو گی۔۔۔؟

تم گو پالا ہو۔۔؟ میں اب تم تک نہیں آؤں گی۔۔۔۔راحیل نے کہا

راحیل بیگم اس زمستاں کی رات، فیصلہ بالآخر تم کو کرنا ہے وقت کا انتخاب تمہارا ہے۔

نہیں وقت کا انتخاب بھی میرا نہیں ہے۔۔۔۔زندگی کی اہم پیاری چیزیں دسترس سے باہر ہیں تو میں نسبتاً کم اہم چیزوں کا سہارا نہیں لے سکتی۔۔۔۔۔۔

مکمل خاموشی طاری ہو گئی کوئی جواب نہ ملا اس نے آنکھیں ملیں وہاں کوئی نہ تھا صرف یہ سکوت تھا ایسا سکوت تھا جس میں گلاب کے پھول، باغ کے پرند، تصویریں۔۔۔۔۔سب باتیں کرتی معلوم ہو رہی تھیں۔

بے چینی، رنج کی سلطنت ہر جگہ ایک سی ہے اور اب میں اس سلطنت سے نکلتی ہوں۔۔۔۔اس نے کہا باغ کا راستہ طے کر کے وہ سڑک پر آ گئی۔

موت کے پاس کی گھنٹیوں کی آواز اس کے کان میں آئی۔۔۔۔۔وہ بے خیالی سے بھیگی سڑک پر ایک سمت کو چلتی رہی دیواروں کا جنگل چاندنی میں ساکت تھا۔

یہ روح کی آخری ضیافت ہے اور ہوا مقدس جنگلوں میں ناچ رہی ہے۔

ٹیلے پر چاند کے نیچے، ایک مصلوب خدا کے کراس کے سائے میں بیٹھے ہوئے

اسے وہ دونوں نظر آ رہے ہیں۔

اندھیارے اور پانی کا بھیگا ہوا خدا چٹان پر تنہا بیٹھا ہے خدا۔۔۔۔اس کا بیٹا۔۔۔اور ایک اونگھتا ہوا، اکتایا ہوا کبوتر۔۔۔۔صدیقہ مریم، انسانوں کی ماں۔۔۔۔ہم حوا کے بدنصیب فرزند اس آنسوؤں کی وادی میں سے روتے ہوئے گذر رہے ہیں۔۔۔۔علی نے سامنے آ کر اس سے کہا

دماغ کے زلزلوں میں اضافہ ہو گیا۔

''پرانے دیوتا پہاڑوں پر آوارہ پھر رہے ہیں اور میں پھولوں پر چلنا بھول چکی ہوں۔۔'' اس نے کہا جس طرح ایک زلزلہ دوسرے زلزلے سے بات کرتا ہے۔

اب یہاں کوئی رنگ نہیں ہے کوئی جسم، کوئی حسن، فنا فنا سے مل گئی ہے موت موت سے، خلا بھی نہیں ہے، آسمان کا سمندر سیاہ ہو چکا ہے اور پتے موت کے خیال سے زرد پڑ گئے ہیں ایلمر نے کہا،

ایلمر میں تمہارے پاس واپس آ گیا ہوں۔۔۔۔۔اور میں کوئی ہیرو نہیں ہوں میں نہایت شو اوف رہا تم سب نے اب تک نہایت ذلیل قسم کی مہربانی کا مجھ سے اظہار کیا کائنات میں اور کوئی نہیں ہے صرف میں ہوں۔۔۔۔سینٹ این کی کہانیاں بھی نہیں ہیں شروع سے آخر تک اس نے کیا بکواس لکھی تھی اس نے کے اپڑھا کتنے ڈرامے اسٹیج کیے شام کو کہاں گئی۔۔۔۔یہ کمینی انانیت۔۔۔۔اور اپنی انانیت سے میں تھک چکا ہوں ستاروں کی روشنی میں زائرین لڑکھڑاتے ہوئے چل رہے ہیں کوائر چیخ رہے ہیں اور میرا دماغ چل رہا ہے علی نے کہا۔

تمہارا وقت ابھی باقی ہے علی اور میرا وقت ختم ہو چکا ہے ہم سب نے ایک

دوسرے کے محافظ فرشتے بننے کی کوشش کیوں کی تھی تمہاری طرح اپنا عقیدہ میں نے بھی ایک مرتبہ کھویا اور مدتوں تک بے عقیدہ گھوما گھوما پھرا اسٹریم فلسفے حاصل کرنے کے لئے گردش میں رہا اور آخروے ڈی کن جا کر تازہ دم ہوا پچھلے بیس سال تک میں تمہارا محافظ فرشتہ رہا اب میں بصد رنج و غم تمہیں خدا حافظ کہتا ہوں۔۔۔۔۔ایلمر نے کہا۔

تمہارا وجود ماضی کا ایک حصہ بن چکا ہے تمہاری زندگی کا سوائے تمہارے اب کسی کو فائدہ نہیں تم اپنے زمانے کے نمائندے ہو اور تمہاری اپنی کوئی چیز باقی نہ رہ جائے گی تم کس طرح سوچتے تھے کیسے زندہ تھے سب زندگیاں برابر ہیں ایک سی ہیں مستقبل کو اب کسی کا انتظار نہیں رہا ہے۔۔۔۔۔۔راحیل نے کہا

خیالات کی راکھ میں سلگتا ہوا وقت اب مجھ سے بے تعلق ہے روحوں کے بوجھ سے لدے ہوئے جہاز مسلسل گردش میں ہیں وقت کے کیڑے مجھے کھائیں گے اس سیال، تاریک روشنی میں مرے ہوئے انسانوں کے دماغ چلا چلا کر ایک دوسرے سے باتیں کر رہے ہیں باریک آوازوں والی روحیں سرخ پرندوں کی طرح شور مچا رہی ہیں جنوب کی سانولی دیوداسیاں دماغ کی سطح پر سے ناچتی ہوئی گذر گئی ہیں اور خزاں کی دنیا جل رہی ہے ایلمر نے کہا۔

میں تمہارا محافظ فرشتہ ہوں۔۔۔۔۔۔میں محض ایک پیدائش ہوں مردم شماری کے خانے کا ایک نشان ایک لمبے چوڑے خاندان کی ایک شاخ لیکن پوری نسل ہوں پورا ملک ہوں سارا زمانہ ہوں، میں خدا کا ایک فرشتہ ہوں، میں محبت ہوں۔۔۔۔۔میرے وجود میں تمہاری زندگی کی کہانی پنہاں ہے کتنے مواقع کھوئے کتنی غلط چیزوں کی تلاش کی، کن دکھوں کو دیکھا، صلیبیں ہوا میں دھندلی

موم بتیوں کی طرح لرزاں ہیں تاریخ کا شور مدھم پڑ گیا ہے پرکھوں کے نام، قصیدوں کی جھنکاریں، مرثیوں کا گداز، آنکھیں تاروں پر لٹک رہی ہیں اور جنرل لنگڑا ہو چکا ہے تمہاری آواز اور میرا کرب مل جل کر ایک ہو گیا ہے مجھے زندگی کے خوف سے چھٹکارا مل رہا ہے۔۔۔۔ میں زندہ رہوں گا علی نے کہا

میں نے تمہارے رنج دیکھ لئے ہیں اور چاند کی سطح پر سے تازیں اڑتی جا رہی ہیں آج کی رات ہم اپنی اپنی غلطیاں بھول جائیں گے آج کی رات فرشتے نیچے گر رہے ہیں جوان غلط تاریکی میں روتے ہیں سبز ستارے ہوا میں جل رہے ہیں اور ایک اجنبی نیا چاند ہوا میں تیر رہا ہے جب تم شیری کے سرخ گلاس دیکھو گے اکتوبر کی زمین کی خنک مہک محسوس کرو گے جب تم کو سمندر کے جھلملاتے پانی میں بندرگاہوں کا پرسکون عکس نظر آئے گا اس وقت شاید تم کو میرا خیال آئے میں تم سب کی قسمت کی تنہا، اجنبی ساتھی ہوں۔ راحیل نے کہا

وہ تینوں چاند کے سائے میں چلتے ہوئے جنگل کے سرے پر آئے۔ اس ٹیلے پر، درخت اور پرانی کرم خوردہ صلیب کے نیچے زمین، آسمان، وقت اور ابدیت کا سنگم تھا۔

☆☆☆☆☆

میری رفیق۔۔۔۔۔۔میری دوست۔۔۔۔اسی دھند لکے میں اس نے دہرایا۔۔۔میں ہزارویں بار تمہارا جام صحت پیتا ہوں تم اسی لئے تخلیق کی گئی تھیں کہ دنیا تمہارے جام صحت پیتے پیتے دیوانی ہو جائے کیا تم اپنی تخلیق کے مقصد سے واقف نہیں اصل عورت تم ہو، راخیل وغیرہ تو سب بکواس تھی، محض ذہن، محض دماغ، دماغ جو سوچتے سوچتے پاگل ہو جائے اور دوسروں کو پاگل کر دے محض سائے، میں سایوں سے اب تک بچتا رہا ہوں میں صرف تمہاری باتیں سننا چاہتا ہوں تمہاری ہلکی پھلکی بے معنی باتیں تمہارے ویلوٹیشین کے سیاہ کلوک کی مہک ''شینل فائیو'' جو تم استعمال کرتی ہو۔

''لیلےٰ۔۔۔لیلےٰ۔۔۔مسز بلگرامی۔۔'' اس نے پلنگ پر سے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا۔

''ہلو۔۔۔۔۔'' لیلےٰ کی شائستہ آواز آئی ''ریاض صاحب۔۔۔کیا یہ آپ ہیں۔۔۔؟ہاؤ آر یو۔۔۔؟''

''مسز بلگرامی۔۔'' اس نے کہا۔۔۔۔۔اور پھر چپ ہو گیا

''ریاض صاحب! آپ کی آواز بہت مضمحل معلوم ہوتی ہے کیسی طبیعت ہے۔۔۔۔؟'' لیلےٰ نے اخلاق سے سوال کیا

''کچھ نہیں کل کلب میں ہم لوگ بہت رات گئے تک لان پر بیٹھے رہے تھے نا اس وجہ سے مجھے زکام سا ہو گیا ہے۔۔۔اور بخار ہے۔۔۔اور کچھ ہینگ اوور بھی ہے۔۔۔اس نے ذرا مسکرا کر کہا۔''

''اوہو۔۔'' لیلےٰ نے تشویشناک آواز بنا کر جواب دیا'' آپ مکمل آرام کیجئے۔۔۔یوں کہئے کہ ہینگ اوور زیادہ ہے۔۔۔۔۔۔!!میرے ہزبینڈ کو بھی دو دن سے بخار آرہا ہے۔''

''اوہو۔۔۔۔کرنل صاحب کے مزاج کیسے ہیں۔۔۔۔۔''اس نے بھی وہی پر اخلاق تشویش ظاہر کی۔

'' او۔۔ ہی از آل رائٹ تھینک یو۔۔۔ اچھا۔۔۔۔'' لیلیٰ کی آواز آتی۔۔۔'' لک آفٹر یورسیلف ۔۔۔۔گڈ نائٹ''

''سنئے۔۔۔۔سنئےمسز بلگرامی۔۔۔۔''ریاض نے گھبرا کر کہا

''جی۔۔۔۔؟''

''مسز بلگرامی۔۔۔۔میں بہت بیمار ہوں اور میں آپ سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔۔۔آپ کو اپنے قریب بٹھانا چاہتا ہوں۔۔۔کیا۔۔۔کیا ایسا کبھی نہ ہو سکے گا کہ آپ آتشدان کی آگ کے سامنے،میرے قریب بیٹھی ہوں۔۔۔۔ جبکہ باہر برف گرتی ہو۔۔وہ دفعتہً رک گیا۔۔۔میں بالکل دیوانہ ہو گیا ہوں اس نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر خود سے کہا۔''

لیلےٰ چونکی۔۔۔۔ہوا جو چپکے چپکے سمندروں پر سے چلتی ہوئی آرہی تھی، کمرے میں آکر اس کے چاروں طرف پھیل گئی یہ الفاظ جو اس نے فون پر سنے دہرائے گئے تھے

جب ارون نے اس سے یہ کہا تھا تو اس نے جواب دیا تھا کرنل راج ونش کیا آپ بھول گئے کہ میرا شوہر ہے جس نے میرا کوئی قصور نہیں کیا ہے۔۔۔۔ میرے بچے ہیں گھر ہے۔

فون بند کر کے وہ کمرے سے باہر آئی اس نے یہ بات نہیں دہرائی نیچے آ کر اس نے کار نکالی اور اس طرف روانہ ہوگئی جہاں وہ رہتا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں لیٹا تھا۔ لکڑی کا زینہ طے کر کے وہ ڈرائینگ روم میں آئی ہوا کی طاقت اور عظمت کا اس نے اندازہ کیا جو کمرے کے نیلے پردوں کو اڑائے دے رہی تھی۔

یہ اس کا بیڈ روم تھا اس مشہور و معروف خود پسند الگ تھلگ رہنے والے بیچلر کا بیڈ روم جس میں وہ داخل ہوئی۔

''ہاؤ آر یو۔۔۔'' اس نے جھک کر مزاج پرسی کی اور قریب ایک کرسی پر بیٹھ گئی

وہ بہت معمولی، ادھر ادھر کی باتوں میں مصروف ہو گئے۔

باتیں کرتے کرتے لیلےٰ کو خیال آیا۔۔۔ اس وقت رات کے دس بجے ہیں باہر کھجور کے پتوں میں اٹل تاریکی سرسرا رہی ہے اور یہ انسان تکیوں پر سر رکھے تھکی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا ہے ٹٹ ٹٹ ۔۔۔ اس نے دل میں کہا۔۔۔ ارون راجونش ۔۔۔ مبارک ہو میں آخر کار اس جگہ پر پہنچ گئی ۔۔۔ میرے پہلے تجربے بالکل بیکار ثابت ہوئے۔

یکلخت اسے محسوس ہوا اسے نروان حاصل ہو گیا ہے گمان ۔۔۔ مکمل گیان ۔۔۔ اس اجنبی کمرے میں اس مسہری کے کنارے اس پر روشنی سی عیاں ہوگئی لڑکیاں جو کل سہ پہر دستخط جمع کرتی اس کے پاس آئی تھیں راحیل، راج ونش بھائی اور بہن علی ان سب کو میں نہیں سمجھ سکی تھی اب سب عقل میں آ گیا ہے یہ لوگ جو دائیں، بائیں بے حد شائستہ طریقے سے اس سے فلرٹ کرتے ہیں میں جو

رات رات بھرناچتی ہوں جس کے ملبوسات کا تذکرہ تفصیل سے تماشائی اور آئینے میں شائع ہوتا ہے میں اب تک بالکل بیوقوف تھی میں تم سے بے حد شرمندہ ہوں اروج راج ونش۔

اب آپ کیا سوچ رہی ہیں لیلے بیگم۔۔۔؟ ریاض نے مضمحل آواز میں سوال کیا۔

اس نے اپنی براؤن اٹھا کر اسے دیکھا اس انسان نے پہلی بار اس کا نام لیا تھا یہ انسان۔۔۔جس نے راحیل کو کتنے بے پایاں دکھ پہنچائے تھے کتنے اطمینان اور مکمل مسرت کے ساتھ نیم دراز مجھے دیکھ رہا ہے اسے محسوس ہوا، وہ دفعتہً اوپر اٹھتی جارہی ہے اس کمرے، ان دروازوں کے نیلے پردوں، دیوار کی اس بڑی پینٹنگ، ان سب چیزوں سے آگے نکل گئی ہے اس نے سوچا راحیل کے پاس واپس جا کر کہے گی تم میری سمجھ میں آگئی ہو اب تک میرے دماغ پر زندگی کی دلچسپی اور حسن کا کہرہ چھایا ہوا تھا اس میں تمہاری آوازیں تیرتی ہوئی مجھ تک پہنچتی تھیں اور میں حیرت سے تم کو دیکھتی تھی۔

اب میں ریاض کے کمرے میں موجود ہوں

قریب ایک شیلف پر کتابیں رکھی تھیں ایک خانے میں بے شمار سادے کاغذات اور کاپیاں پڑی تھیں۔

''ایک زمانے میں میں افسانے لکھا کرتا تھا۔۔۔'' کتابوں کا جائزہ لیتے دیکھ کر اس نے لیلے سے کہا

''آپ بھی۔۔۔۔۔؟'' لیلے کو ہنسی آئی

''عرصہ ہوا بہت مدتوں بعد میں نے کل ایک کہانی اور لکھی ہے''

''اچھا۔۔۔واقعی۔۔۔؟''

''آپ کو دیکھنے کے بعد۔۔۔''اس نے اضافہ کیا

''اچھا۔۔۔''لیلیٰ نے ذرا دلچسپی سے پوچھا۔۔۔''آپ اپنے افسانے دے دیجئے تو میں گھر لے جا کر ان کو پڑھوں گی''

''بہت خوب۔۔۔۔۔''اس کو بھی ہنسی آ گئی۔

''اور میں کبھی کبھی شعر بھی کہہ لیتا ہوں۔۔۔۔۔''اس نے پھر اطلاع دی

''آپ انگریزی شعر کہتے ہوں گے۔۔۔؟''لیلیٰ نے ذرا اکتا کر پوچھا

یہ لٹریچر وٹریچر کا سلسلہ اس نے راحیل، میرا اور علی وغیرہ کے ہاں اتنا دیکھا تھا کہ اس نے بھر پور رہونا شروع کیا۔

''کمرہ آپ کا خاصے سلیقے سے سجا ہے آپ کی بیگم صاحبہ تو بے حد خوش رہیں گی۔۔۔۔اس نے کمرے پر نظر ل ڈال کر کہا''

''میری بیگم صاحبہ۔۔۔!!''وہ بہت ہنسا اور تاریکیوں کے سہارے اٹھ کر بیٹھ گیا''آپ ٹھیک کہتی ہیں اب میں غالباً شادی کر لوں گا۔۔۔۔زندگی میں مجھے آپ کی آمد کا انتظار تھا۔اب جبکہ آپ ظاہر ہو چکی ہیں مجھے اور کسی چیز کی تمنا نہیں رہی لہٰذا شادی ایک اور روزمرہ کا معمول ہے جسے پورا کر لینا ہو گا۔۔۔۔۔مثلاً مثلاً۔۔۔۔''

''مثلاً جیسے شیو کرنا یا چاۓ پینا۔۔۔''لیلے نے ہنس کر کہا

''بالکل۔۔۔۔''ریاض نے جواب دیا''اور چنانچہ وہ سانحہ بھی ایک روز وقوع پذیر ہو جائے گا۔''

اس نے آنکھیں بند کر لیں اور دیر تک باتیں کرتا رہا جو اس نے برسوں سے

نہیں کی تھیں جو مدتوں سے اس کے دماغ میں محصور تھیں

دیوار کے نیچے سمندر شور کرتا رہا۔

☆☆☆☆☆

WWW.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

پھر شور زیادہ ہو گیا موجیں، اونچے اٹھتے ہوئے طوفان، ہوا کے ریلے ایک عظیم تباہی جس میں دماغ پاش پاش ہونے لگا لیلےٰ لیلےٰ ۔۔۔۔۔۔ لیلےٰ ۔۔۔۔۔ وہ خوب زور سے چیخا۔

میں راحیل ہوں کہیے آپ کیا چاہتے ہیں لیلےٰ ۔۔۔ راحیل نے سامنے آ کر کہا اس نے زرد ہاؤس کوٹ پہن رکھا تھا اس کے ہاتھ میں اون کا سفید گولہ تھا جسے وہ سلجھا رہی تھی پوپی کا ایک پھول اس نے میز پر رکھ دیا اور وہ مڑ کر اس کا مذاق اڑاتی ہوئی چلی گئی وہ پدما تھی۔

اسے اپنے اوپر کچھ شک ہوا میں ریاض الدین احمد ہوں ۔۔۔۔۔ اس نے غور سے خود پر نظر ڈالی ۔۔۔ شاید مجھے ارون راجپال کہتے ہیں

میں ارون ہوں ۔۔۔۔ اس نے خوش ہو کر آواز دی ۔۔۔ سنو بھائی لیلےٰ میں دراصل اروج راجپال ہوں ۔۔۔۔۔

بکومت ۔۔۔۔۔ تم ٹچسی ہو گئے ہو ۔۔۔۔ لیلےٰ نے جواب دیا

راحیل ۔۔۔؟ اس نے ذرا پریشان ہو کر آنکھیں ملیں

اب آپ اس قدر فکرمندی کے ساتھ کیا تلاش کر رہے ہیں ۔۔۔؟ پدما نے سوال کیا تلاش ختم ہو چکی تلاش ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکی اب آرام اور ستانے کا وقت ہے ۔۔۔۔۔ انہوں نے اکٹھے ہو کر کہا

سب خاموش ہو گئے وہاں بہت ساری جانی پہچانی اور نئی نئی شکلیں جمع ہو گئی تھیں ان ہی میں ایک طرف صوفے پر بیگم ریاض بیٹھی تھیں انہوں نے سرخ رنگ

کی کمخواب کا سوٹ پہن رکھا تھا وہ بالکل موم کی سفید پتلی کی طرح چپ تھیں لیکن کبھی کبھی اپنے شوہر کو دیکھ کر ہنس پڑتی تھیں ان ہی کی طرح اور لڑکیاں بھی کمرے میں تھیں اور اب انہوں نے کوئی پارٹی گیم شروع کر دیا تھا۔

افوہ کیسی تنہائی ہے مجھے پہلی بار خوف محسوس ہو رہا ہے دراصل شاید مجھے اب تک بخار ہے اور ہینگ اور۔۔۔۔ ریاض نے خود سے کہا بتاؤ اب میں کیا کروں۔۔۔؟

خاموشی نے جواب دیا میں اپنی رائے محفوظ رکھتی ہوں میں نے آج تک تم لوگوں سے کبھی کسی قسم کا کوئی وعدہ نہیں کیا میں حسب معمول خاموش رہوں گی۔

فواد اندر آیا اس نے الزتھن وضع کا اوورکلوک پہن رکھا تھا اور لمبے پروں والی سیاہ ٹوپی اس کی آنکھوں میں نیند تھی۔

صبح بخیر کورس۔۔۔راحیل میرا اسٹیلا نے کہا

صبح بخیر۔۔۔اس نے بڑے گیلنٹ انداز سے جھک کر جواب دیا اور کمرے کے وسط میں کھڑے ہو کر سب پر نظر ڈالی۔۔۔سب اپنی اپنی جگہ پر بے حد سیلف کونشس ہوئے۔

''اتنے عرصے میں میں نے تمہارے لئے کورس کا کام کیا اب میں ذرا رخصت چاہتا ہوں۔۔۔''اس نے اطلاع دی

''کہاں جاؤ گے۔۔۔؟''راحیل نے سوال کیا

''میں ذرا باہر کی دنیا کی سیر کروں گا اور طب پڑھوں گا وسعت۔۔۔ اس نے ہاتھ ہوا میں ہلا کر سمجھایا''

ہلو۔۔۔ایک لڑکی اندر آ کر چپکے سے ایک کونے میں بیٹھ گئی اس کے میک

اپ سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ جنوبی ہند کے کسی رقاص کے بیلے میں شامل رہ چکی ہے
پرس کھول کر اس نے کاغذ اور پنسل نکالا۔

''یہ کون ہے۔۔۔'' ریاض نے آنکھیں مل کر چپکے سے دریافت کیا۔

''یہ کوئی پریس رپورٹر جان پڑتی ہے۔۔۔کسی نے اس کے کان میں بیحد سنجیدگی اور رازدارانہ انداز میں جواب دیا۔''

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ شادی کر رہے ہیں یا کر چکے ہیں'' لڑکی نے بے حد افیشل انداز میں جلدی جلدی کہنا شروع کیا ''آپ ہمار ملک کے پرائز بیچلر تھے اور قوم کی آنکھ کا تارا وغیرہ وغیرہ ملت کو آپ سے بڑی بڑی امیدیں وابستہ تھیں لہٰذا لڑکی جو آپ نے منتخب کی ہے اس کا ذکر میں ''تماشائی'' کے خاص نمبر کے لئے لکھنا چاہتی ہوں مع اس کے پسند ناپسند اور مشغلوں کے تذکرے کے اور یہ بھی کہ ملک کی نئی چھ سالہ پامان کے متعلق اس کے کیا خیالات ہیں۔''

اس کے اللہ کا شکر ہے کہ کوئی خیالات نہیں ہیں ریاض نے ہاتھ اٹھا کر لڑکی کا سلسلہ گفتگو منقطع کر دیا اس نے ٹیل کوٹ پہن رکھا تھا اور ہاتھ میں کارنیشن تھے بڑے تکلف کے ساتھ وہ کمرے کے وسط میں ٹہلتا رہا۔

فواد اپنا کلوک بیحد پسندیدہ نگاہوں سے دیکھنے میں مصروف تھا اگر آپ اپنا انٹرویو ختم کر چکی ہوں تو میں آپ کا انٹرویو کروں اس نے بیحد سنجیدگی سے نوارد لڑکی کو مخاطب کیا۔

''آپ کون ہیں۔۔۔'' لڑکی نے پوچھا

''یہ تو آپ کو نہیں بتا سکتا کیونکہ ابھی تک مجھے مطلع نہیں کیا گیا کہ میں دنیا سے اپنا تعارف کس طرح کراؤں'' فواد نے جواب دیا

''آپ کو مطلع کرنے والے کون ہیں۔۔۔۔۔؟''لڑکی نے دریافت کیا

''آپ۔۔۔میں۔۔۔ہم سب''فواد نے کہا''ویسے میں نے آپ سب کو ہمیشہ بے حد محفوظ کیا ہے آپ کو میرا شکرگزار ہونا چاہئے''

''لیکن آپ نے ایسا ماسک پہن رکھا ہے کہ آپ کا چہرہ مجھے آج تک نظر نہ آیا''لڑکی نے کہا

''ماسک تو آپ نے بھی پہن رکھا ہے''فواد نے کہا اور اپنی ٹوپی کو بڑے اسٹائل سے جنبش دی۔

لڑکی نے گھبرا کر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا جس پر ماسک تھا

''دیکھئے اسے اتاریے گا نہیں۔۔۔''فواد نے بڑے تکلف سے منع کیا

ہر شخص نے ہڑبڑا کر اپنے ماسک تلاش کرنے شروع کر دیئے ایک افراتفری مچ گئی اور سمندر پر سے بہتا ہوا گہرا کہرہ کمرے میں داخل ہوا جس میں سارے چہرے کھو گئے اور ساری آوازیں ڈوب گئیں۔

☆☆☆☆☆

ہم جا رہے ہیں ہم لوٹ آئے ہم ختم ہو چکے، ہم زندہ ہیں، زمانہ جاری ہوا، لوگ آتے رہیں گے، مشرق سے، مغرب کے راستوں سے، وادیوں کی طرف سے، ان پہاڑی علاقوں کا نیا حاکم اپنی چار مختلف قسم کی محسوسات کے ساتھ۔ مع اپنے کتوں کے بیگم فرخندہ ریاض احمد اپنی قیمتی فرانسیسی خوشبوؤں سمیت، بتاؤ اب باقی کیا بچا ہے ہر چیز کا تجزیہ کر کے اسے پاتال تک پہنچا دیا گیا ہے محبت بکواس تھی اور محض فلکسیشن ساری کمزوریاں۔۔۔۔۔ Inhibitions کا نتیجہ تھیں جرائم اور غلطیوں کی بنا پتھالوجیکل تھی لیکن اب بھی وہ سارے پروفیسر اور علماء اپنی بحثیں نہیں چھوڑتے جنہوں نے مجھے یہاں تک پہنایا میں چپکے چپکے یہاں ٹہلتا ہوں میں تمہارے لئے روتی ہوں میرے احساسات دیوانوں کی طرح چیختے پھرتے ہیں فقط تمہارا نام ہے تم ہو، میں نے تمہیں معنی بخشے ہیں کیا تم زندہ ہو؟ تم جئے جاؤ گے میں تمہارے لئے ہمیشہ دعا کروں گی، میں اکیلا ہوں، میں بالکل اکیلا ہوں، اور وہ طوفان زدہ سمندروں کے پرے چلی گئی ہے زمین چاند کے کہرے میں نیلی نظر آ رہی ہے ہمارے رونے کی آواز سن کر جنوب میں چلنے والی ہوائیں تھم گئیں چاند کا جنازہ آندھی اپنے ساتھ گھسیٹتی لئے جا رہی ہے اور رات، پرانے سمندروں کے صحن کی طرح منحوس اور گونجتی ہوئی روشنیوں کے لئے روتی ہے جو پانی میں ڈوب گئیں کہ زندگی جو خدائے قدوس کا عجیب و غریب عطیہ تھا اس کو ہم سنبھال سکے دریا بہتا جا رہا ہے میں تمہاری آواز سننا چاہتا ہوں میرے پاس بیٹھو، میرے پاس بیٹھو، تم مجھ سے اس طرح کیوں باتیں کر رہے تھے جیسے تمہارے پاس میرے

لئے خلوص اور مہربانی تھی وہ کس راستے سے باہر گئے ہیں پچھلے سارے برس کن راہوں سے نکلتے ہوئے غائب ہو گئے؟ رات نے دروازہ کھٹکھٹایا اور چوروں کی طرح اندر داخل ہوئی ہے اور ایک کونے میں بیٹھ گئی ہے آؤ ہم سب بھی چپکے بیٹھ جائیں اب ہم کبھی اپنے ماسک نہ اتاریں گے۔ اب ہم خاموش رہیں گے۔

☆☆☆☆☆

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

پھر یہ کہرہ کم ہوا اور کار کی تکان اور بیمار نیند کی تکلیف

اس کے ذہن پر سے دھند لکا رفتہ رفتہ بالکل چھٹ گیا۔ دل و دماغ کے غرور کی یہ شکست کسی نے دیکھی ہے اس نے اپنے آپ سے پوچھا میں تنہا ہوں، میں آخر کار تنہا ہوں اور میں نے خود کو اپنے دماغ کے غرور میں پھر سے محصور کر لیا ہے میں محفوظ ہوں میں اپنی دنیا، اپنے وجود کی کائنات میں واپس آ گیا ہوں اس نے اطمینان سے چاروں اور دیکھا بٹلر، سیاہ نیچی کاریں، ایمپائر کی ملازمت، سرخ بجری کی سڑکیں نیچی چھتوں کے وسیع بنگلے، ایک لمحے کے لئے اس نے اپنی ان چیزوں کے وجود سے کامل سکون محسوس کیا ٹھیک ہے اس نے ڈک چیئر کی کینوس چھوئی یہ سب چیزیں ابھی موجود ہیں موجود رہیں گی اس کی شخصیت کی کیفیت میں اب اور کوئی خلل انداز نہیں ہوسکتا۔

زندگی تھی، تیز رفتاری، مصروفیت، ابھی وہ جنوبی امریکہ کے دوسرے سے لوٹا تھا۔ ان گنت بار اس نے وہ ساری جگہیں دیکھی تھیں یادیں جمع کی تھیں انسانوں سے ملا تھا، اوکسفرڈ کی سڑکیں، پیرس کے سٹوڈیو، پھر سفارت خانے، بکنگھم پیلس، وائٹ ہاؤس، ففتھ ایونیو، زندگی کے سیٹ اپ کی یہ اہمیت۔

کھڑکی پر گلاب جھکے ہوئے تھے نیچے سڑک پر ایک بوڑھا انگریز اپنے کتے کو ہوا خوری کے لئے لے جا رہا تھا کتے نے چارخانے کا جھول پہن رکھا تھا۔

امن زندگی میں پیدا ہو کر میں نے جذبات اور محسوسات کے زمان و مکاں کی سیاحت کی وسعتوں پر حملہ آور ہونے کا خیال کس قدر مضحکہ خیز ہے وہ برآمدے

میں آ کر بیٹھ گیا ساحل پر آفتاب غروب ہو رہا تھا اکا دکا کھجور کے درخت شام کی ہوا میں ہل رہے تھے شام کا نہایت معمولی منظر تھا نچلی منزل میں رہنے والے امریکن کے یہاں کوئی اکارڈین بجا رہا تھا۔

اس کی بیوی جس سے اس نے پچھلے مہینے شادی کی تھی اپنی بہن کے گھر دعوت میں جانے کے لئے تیار ہونے کی غرض سے ڈریسنگ روم میں جا چکی تھی۔

جم خانہ سے واپس آ کر فواد اس کے قریب ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔

''کوئی بات کرو'' اس نے فواد سے کہا

''کیا بات کروں؟'' فواد نے پوچھا

ریاض نے بے خیالی سے کتابوں کی الماریوں کی طرف دیکھا یہ ساری کتابیں اس نے یورپ کے شہروں میں گھوم کر جمع کیں کتب خانوں کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر ان پر حاشیے لکھے پکاسو سے ملنے کی خاطر پیدل ایک پہاڑ کو عبور کیا نشست کے کمرے میں سیزان کی تصویریں بھی موجود تھیں۔

ہر چیز پرسکون تھا۔ ترتیب تھی۔۔۔۔۔۔ زندگی کی دلچسپیاں لٹریچر، آرٹ، موسیقی۔۔۔ لٹریچر میں اس وقت جمود تھا۔ نیا اردو ادب اس نے ہمیشہ ذرا سرپرستانہ انداز سے پڑھا۔ سوائے فیض کے۔ کلاسیکل ادب میں وہ غالباً میر کی پرستش کرتا تھا (اس کو اچھی طرح یقین نہیں تھا) صوبے کا احساس جب پیدا ہوتا تو اقبال کے لئے کچھ اسی قسم کے خیالات طاری ہو جاتے جس قسم کے خیالات کی بنا سارے ہندوؤں نے عموماً اور بنگالی ہندوؤں نے ٹیگور کو وہ الوی درجہ عطا کر رکھا ہے۔ انگریزی شاعروں میں اسے اوڈن پسند تھا اور وہ یونانی شاعر جس کا نام اسے کبھی یاد نہ رہ سکا اور جس کا سن بیالیس میں انتقال ہو گیا آج کل کرسٹفر فرائی کا

کریز سب پر مسلط ہے۔ نیو رائیٹنگ کی اشاعت بے حد بے ترتیب ہو گئی ہے پاکستان میں آرٹ کا مستقبل ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر میں اپنے خیالات کا فی الحال اظہار نہیں کرنا چاہتا اور یہ تصویروں کی نمائشیں دراصل کیا مسخرے پن کی بات تھی جبکہ زیادہ تر تصویریں اس لائق ہی نہ تھیں کہ نمائش میں پیش کی جاتیں۔ لیکن بہر حال ظاہر ہے کہ وہ یہ سارے مشاغل جاری رکھے گا اور جب وہ اتوار کی سہ پہر کو کچھ پڑھتے تھک جائے گا تو فرخندہ اس کے لئے بے حد پیار سے چاء منگوائے گی اور پھر وہ اسے ساتھ لے کر ایسے ہی کسی دوسرے گھر، کسی ہم رتبہ دوست کے یہاں کال کرنے کے لئے چلا جائے گا۔۔۔ بیوی اپنی جگہ ہے آرٹ وغیرہ اپنی جگہ ہے وجود کی سطح پر ان مختلف ضرورتوں اور اہمیتوں کو غلط ملط کر دینا سخت مسخرہ پن ہے ظاہر ہے

''کوئی بات کرو'' اس نے فواد سے پھر کہا

''تم ہی کچھ بتاؤ'' فواد نے ڈورماؤس کی طرح جواب دیا

زندگی یونہی رہے گی دارالسلاطنت میں حسین ترین کاریں آ گئی ہیں ملک کی نئی خارجی پالیسی، جس کا ڈرافٹ اس نے کل تیار کیا خاصی دلچسپ ہے اور کیمبرج میں کتنے عرصے وہ اشمالی رہا تھا۔

''راحیل۔۔۔ اسٹیلا'' فواد نے کہا

''کیا ہوا۔۔۔؟'' اس دنیا میں یہ نام اب بہت عجیب معلوم ہوئے

''کچھ نہیں۔۔۔۔ مجھے خیال آ گیا کیا گروپ تھا کیا زمانے تھے۔۔۔ دراصل آج اسٹیلا کا کیبل آیا ہے وہ۔۔۔ ناروے گئی ہوئی ہے اسے اور جعفر کو میں نے لکھا تھا کہ لندن سے میرے لئے ہمبر ہاک خرید کر بھیج دے مے فلاور

کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟"

"اچھی خاصی ہوتی ہے" ریاض نے جواب دیا "ہلو" اس نے نظر اٹھا کر دیکھا سامنے زینے کے اختتام پر ایلر رملکسیٹن کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں چین امریکن کا سفری بیگ تھا اور ہونٹوں پر پرانی مانوس مسکراہٹ

ہمیں یہ فکر ان کی انجمن کس حال میں ہو گی عمر میں پہلی مرتبہ اس نے اردو کا ایک باموقعہ مصرع پڑھا اور اندر آ گیا۔

☆☆☆☆☆

آنٹ اسٹیلا کو میرا بہت سا پیار دے دینا اور جب کزن اسٹیلا ناروے سے لوٹے تو اسے یہ پیکٹ دینا نہ بھول جانا جعفر کے لئے اس میں زینب خالہ نے حلوہ سوہن بھی رکھ دیا ہے ۔۔۔۔ بے حد، واقعاتی، منحوس، ذلیل، خاندانی قسم کی گفتگو تھی جس سے فارغ ہو کر ہم سیڑھیوں پر کھڑے رہے۔

ایلمر تین دن یہاں ٹھہرا دو صبحیں اس نے بوٹ کلب کے لکڑی کے کیبن کی دوسری منزل میں بار پر بیٹھے بیٹھے گذار دیں ایک سہ پہر اس نے ریاض کے یہاں چاء پی چاء پر اس نے مسز ریاض سے ملاقات کی اور بے حد اخلاق اور تکلف اور گرمجوشی کے ساتھ بیگم صاحبہ، بیگم صاحبہ کر کے انہیں مخاطب کرتا رہا مسز ریاض انگریزی بولنے میں ذرا جھجکتی تھیں اور بار بار اپنے ناخنوں کو دیکھتی جاتی تھیں ان کا رنگ بہت سفید تھا لیکن ذرا زیادہ موٹی تھیں اور تین چار سال تک اور زیادہ موٹی ہو جائیں گی ایلمر کو خیال آیا تھا۔ مسز ریاض کی حیثیت سے وہ بے حد خوش تھیں اور بار بار اپنے شوہر کو بے حد لاڈ اور فخر کی نگاہوں سے دیکھ لیتی تھیں اور اونچی باریک آواز میں باتیں کرنے کی عادی تھیں ان کی تعلیم زیادہ یا غیر معمولی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ ریاض بھی بے حد خوش تھے اور بڑے انہماک سے اپنی بیوی کے انفلوئیزا کا ذکر کر رہے تھے جس سے وہ ابھی سنبھلی تھیں ریاض کی ازدواجی زندگی کے اس رخ افزا نظارے سے وہ بے حد محظوظ ہوا اور ریپلس ہوٹل واپس آ کر اس نے اور زیادہ بیئر پی شام کو وہ ٹہلتا ہوا جم خانہ تک گیا برآمدے میں رک کر اس نے نوٹس پڑھے پھر چبوترے سے نیچے اتر کر اس نے لان کا ایک چکر لگایا باقی وقت وہ سوتا رہا یا ہوٹل کی

گھاس پر بیٹھ کر مختلف سفارت خانوں کے لوگوں کو دیکھتا رہا جم خانہ پیلس سے ذرا آگے بڑھ کر تھا اس کے چھوٹے سے پھاٹک کے لیمپ کی روشنی اس کو رات کے وقت بہت اچھی معلوم ہوتی سوشل رجسٹر میں شامل ہونے کے غیر شعوری احساس کے ساتھ لوگ اس کے برآمدوں اور لاؤنج میں بیٹھے رہتے۔ بہت بڑی غیر ملکی آبادی بھی تھی بہت بڑی بڑی غیر ملکی تجارتی فرموں کے اراکین اور ان کی تازہ بیویاں، پولش ہوا باز مرد، اور عورتیں جنہوں نے یہاں رہنا واللٹیر کیا تھا آرمی کے کرنل بلمپ پھر سفارت خانے تھے۔ فرنچ، اطالوی، امریکن، یہ سب بیحد مہذب اور دلچسپ لوگ تھے سب کچھ برداشت کرنے والے تبسم کے ساتھ ایلمر نے انہیں دیکھا۔

تیسرے روز وہ رات کے دو بجے ایرپوسٹ آ گیا اور سیڑھیوں پر ڈھیلے ڈھالے قدم رکھے کھڑا رہا۔۔۔۔

''آنٹ اسٹیلا۔۔۔۔'' میں نے کہنا شروع کیا

''سنو۔۔۔۔۔ سینٹ این۔۔۔۔'' اس نے ٹھٹھک کر کہا '' مجھے اب تم کہیں سے موگرے کے پھول لا دو۔۔۔'' اس نے ہاتھ پھیلا کر ہوا میں کچھ چھوا۔۔۔۔۔

ایک بہت بوڑھا آدمی، چارخانے کی تہمد پہنے دھیرے دھیرے قدم رکھتا ستون کے نزدیک آ کھڑا ہوا۔۔۔ ایلمر کو دیکھ کر وہ ذرا سہا اور سیاہ افق کی روشنیوں کو دیکھنے لگا جہاں طیارے اتر رہے تھے اور پرواز کر رہے تھے۔۔۔۔۔

''کیا بات ہے بڑے میاں'' میں نے رسان سے اس سے سوال کیا

اس نے شک وشبہ کی نظر مجھ پر ڈالی ''یہ پڑھ دیجئے گا بیٹا'' اس نے ایک کاغذ

آگے سر کا دیا ''یہ میرے پاس ایک پرمٹ تھا جو میں نے مہینوں کی دوڑ دھوپ کے بعد بنوایا تھا۔۔۔۔ہندوستان کا۔۔۔۔۔اب یہ جہاز کے دفتر والے کہتے ہیں کہ یہ پرمٹ بیکار ہے کینسل ہو چکا ہے۔۔۔۔ مجھے بہت دور جانا تھا بیٹا۔۔۔۔''

غازی پور۔۔۔۔۔بنارس کے پاس آپ تو جانتی بھی نہ ہوں گی کہ غازی پور کیا ہے۔۔۔۔اور کدھر ہے۔۔۔۔۔لیکن وہ میرا وطن تھا بیٹا۔۔۔۔ یہ دیکھئے اس نے ایک اور کاغذ آگے بڑھایا۔

بوڑھا دھندلی، پر امید آنکھوں سے مجھے دیکھتا رہا۔گویا ان کاغذات کو اگر میں نے پڑھ لیا تو وہ اپنے دیس جا سکے گا۔

یہ تمہارے موگرے کے پھول ہیں ایلمر والفرڈ مکسیٹن ۔۔۔۔۔۔۔۔ میں نے پرمٹ کے کاغذات اس کی ناک کے نیچے ٹھونس دیئے اس نے تکلیف کے ساتھ چہرہ دوسری طرف کر لیا۔

اب تم غالباً جلد ہی ڈپٹی ہائی کمشنر بن کر یہاں واپس آنے والے ہو سب تم کو پھر خوش آمدید کہیں گے۔۔۔۔۔۔میں نے اسے اطمینان دلایا ویسے بھی پچھلے تین دنوں میں تم نے یہاں کافی فتوحات حاصل کر لی ہیں خود ریحانہ اشفاق احمد مجھ سے کہہ رہی تھی کہ اس نے اتنا ہینڈسم انگریز آج تک نہیں دیکھا اور پروین عنائت اللہ کو یہ خیال ہوا تھا کہ تم غالباً جے آرتھر رینک کے کوئی اداکار ہو اور لنکا وغیرہ کی طرف کوئی فلم بنانے کے سلسلے میں جانے والے ہو۔

وہ خاموشی سے رن وے پر پھیلی ہوئی چاندنی کو دیکھتا رہا۔

میرا وقت ختم ہو گیا ہے میرا وقت ختم ہو گیا ہے اس نے اپنے آپ سے دہرایا۔۔۔۔

لیکن اب تم سے ان اکیلے صنم خانوں کا ذکر نہ کروں گی میں نے تمہیں وہ بتلایا ہے جو وقت کے ساتھ گذرا۔

اب جبکہ تم سب اپنے اپنے وجود میں تحلیل ہو کر آرام سے بیٹھے ہو اور تمہارے ذاتی نظریئے اور فلسفے، اپنی اکتاہٹ کو کم کرنے کے لئے چہل قدمی کی غرض سے گولف کورس تک ٹہلتے ہوئے چلے گئے ہیں تم نے دیکھا ہے کہ الگ الگ، یہ تمہاری خوشیاں ہیں، یہ فکریں، ہر چیز منظم ہے، ریس کورسوں پر رونق ہے، پہاڑوں پر گھما گھمی پانی میں سے کلورین اور پائن کی مہک نکل رہی ہے رات کی نرسری میں بچے سکون سے سو رہے ہیں فیکٹریوں میں رات کی شفٹ جاری ہے ہر جگہ ترتیب ہے ہر چیز کی مورل ٹون بہت اونچی ہے سڑک کے نکڑ پر کوئی پنشن یافتہ بوڑھا سپاہی یہاں بھی پائپ بجا رہا ہے سرخ پھولوں کے پیچھے سے ٹرین گذر رہی ہے اب جبکہ تم اپنے جوتوں کو بے حد طمانیت کے ساتھ دیکھ رہے ہو تمہیں یاد نہیں رہا ہے کہ اب تم جھوٹ بولتے بولتے بھی تھک چکے ہو۔۔۔۔

اس اندھیری رات میں اگر ہم سب کے دماغ کام کرنا ترک کر دیں تو کیا ہو۔۔۔۔

کیا تم نے دیکھا ہے کہ میرے پاؤں میں سے خون بہہ رہا ہے اور میرے ہاتھ میں ایک گٹار ہے اور جب کسی خالی ویران کمرے میں میری موت آئے گی تو مجھے بہت افسوس ہو گا اور میرا دشمن، میرا دوست کسی انجانے دروازے کے پیچھے، کسی دور دراز گھاس پر کوک ٹیل کا گلاس لئے ہوئے چلا رہا ہے اس کھوئی ہوئی سر

زمین پر اب کیا ہوگا اب کیا ہوگا

غیر دلچسپ متمول مضافات میں غیر دلچسپ متمول انسان اپنے دم توڑنے کا انتظار کر رہے ہیں ہسپتالوں کی سنسان گیلریوں میں لوگ اپنے اپنے عزیزوں کے لئے چھوٹے پارسل لئے رنجیدہ شکلیں بنائے بیٹھے ہیں۔

اور میں نے دیکھا ہے کہ رات کے ویرانے کے ان کھنڈروں میں خوبصورتی ہے اندھیرا، سورج کی سرخی، شہر کا افق ملبے، اور ماضی کی مرمریں دیواروں کا سہارا لئے سنگ سرخ کے فرشتے رو رہے تھے چیونٹوں نے میرے دماغ میں نقوش بنائے اور ان کھنڈروں کے اوپر سے میرے خیالات کا سحر، میری آنکھوں کے خواب، میری روح کی بے چینی روتی ہوئی گذرتی رہی۔

صدیوں تک ہم اس طرح لڑھکتے رہے اور بالآخر یہ یوم جزا ہے شہر ہمارے ہاتھوں سے نکل چکے ہیں ہمارے نوجوان آگ میں جا رہے ہیں بوڑھے فالج زدہ ہیں اور عورتیں چپکے چپکے رو رہی ہیں اسلحات کی فیکٹریوں میں دن رات کام ہو رہا ہے یہ قیامت کا روز ہے عبادت خانے دعاؤں سے گونج رہے ہیں مہا پنڈتوں نے ہون کنڈوں میں آگ لہکا رکھی ہے اور زائرین کے طیارے چارٹر کر کے مقدس مقامات کی طرف جا رہے ہیں۔

یہ ہماری موت کا گھنٹہ ہے۔۔۔۔۔

اس گھنٹے کو خاموش کر دو۔۔۔اسے خاموش کر دو جو مستقل بجے جا رہا ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ میں کس قدر مضحکہ خیز ہوں لیکن آج کی رات، آج کی رات ہم کو بالآخر فیصلہ کرنا ہے۔

روح جو گردش میں ہے روح جو مستقل ایک نقطے سے دوسرے نقطے تک سفر

کرتی رہتی ہے، شاید اسے اپنا ابدی گھر مل جائیگا۔

کیونکہ ہمیں زندہ رہنا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

اختتامیہ

تب ایک ہیلی کوپٹر آسمان سے اترا اور اس میں سے گوگلز لگائے دو فرشتے نکلے ان کے چھوٹے چھوٹے نقرئی پردوں پر، جو ان کے الوہی فضائی یونیفارم میں سے نکلے ہوئے تھے کہرہ جما ہوا تھا اور وہ سردی سے کانپ رہے تھے۔

"پتہ نہیں تھا پارٹنر یہاں اتنی سردی پڑتی ہے میں وِکپس بھی نہیں لایا" ایک نے کہا مشین میں سے نکل کر وہ مقدس دیواروں کے جنگل کی سمت بڑھے ایک فرشتے نے لائیٹر نکال کر سگریٹ جلالیا۔

"ہمیں یہاں کتنی شمعوں کا آرڈر دیا گیا تھا۔۔۔۔۔۔؟" "دو"

"نہیں تین۔۔۔۔۔مجھے اچھی طرح یاد ہے" "تین کیوں؟"

"ایک ایلمر رمکسیٹن کے لئے ایک علی کے لئے اور ایک راحیل بلگرامی کے واسطے اس آخری رات انہوں نے یہاں بیٹھ کر اپنی تخلیق کے مقاصد کے متعلق آخر کار فیصلہ کیا۔۔۔"

"یہ شمع میں ایلمر والفرڈ رمکسیٹن کی یاد میں جلاتا ہوں۔۔۔" پہلے فرشتے نے قربان گاہ پر جھک کر بے حد تقدیس اور سنجیدگی کے ساتھ کہا "جو پچیس سال تک اس ملک، معاف کرنا، اس برصغیر میں رہا بنارس کی صبحوں نے اسے جگایا اودھ کی شام نے اسے لوریاں دیں ہمالیہ کے "آرک" میں بیٹھ کر اس نے برہما سے لو لگائی اور اس دوران میں موگرے کے پھولوں اور میرا نلنی راجونش سے عشق کیا ساتھ ساتھ اس کو ایران کی فکر رہی جنوبی ایشیا کی فکر رہی اور اپنی ایمپائر اور اپنے والد سر ایڈگر رمکسیٹن کے معیاروں پر پورا اترا اس وقت جب وہ اپنے کنٹری ہاؤس

واپس جا رہا ہے اسے چین کی تشویش کھا رہی ہو گی اس کے بعد اسے مشرق وسطیٰ کی چنتا پریشان کرے گی جلد ہی وہ ڈپٹی ہائی کمشنر بن کر انہی دونوں ممالک میں سے کسی ایک کی طرف آئے گا اور اپنے شہنشاہ اور اپنے ضمیر کی مزید خدمات کے لئے وہ یا نئی دہلی بھیج دیا جائے گا یا ہانگ کانگ''

زندگی جاری رہے گی

''میرا اتلنی اب کہاں ہے۔۔۔؟'' دوسرے فرشتے نے دستانے پہنتے ہوئے ذرا بے تعلقی سے پوچھا۔

''ٹٹ ٹٹ۔۔۔۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ اسکینڈلز میں بھی دلچسپی لینے لگے ہیں'' پہلے فرشتے نے قربان گاہ کی سیڑھیوں پر سے اترتے ہوئے کہا

''آئی بگ یور پارڈن۔۔۔۔'' دوسرے فرشتے نے خفگی سے جواب دیا

''غالباً وہ پیرس چلی گئی۔۔۔۔'' پہلے فرشتے نے کہا'' وہاں اس نے سر ریلسٹون کا مطالعہ کیا پھر وہ دنیا کے دارالسلطنتوں اور نغموں کے شہروں میں گھومی گھومی پھری لندن میں اس نے کتھک کا مظاہرہ کیا واشنگٹن میں مسٹر ٹرومین کے لئے ناچی لاس انجلز میں اس نے ٹیلی وژن پر بھارت ناتیم دکھایا۔۔۔۔''

روح کا یولی سیز جو گروش میں ہے راستہ بھول کر کہاں کہاں جا پہنچا ہے۔۔۔۔ اون لکر میں تم اکثر اس کی مصروفیات کا تذکرہ پڑھتے ہو گے وہ خاموش ہو گیا

قربان گاہ پر کئی شمعیں سکون کے ساتھ جلتی رہیں

''ایک بات بتاؤ۔۔۔۔'' دوسرے فرشتے نے مشین میں واپس بیٹھتے ہوئے کہا'' گو مجھے یہ گوسپ کی عادت بری پڑ گئی ہے اور اس کے لئے مجھے اپنا تجزیہ نفسی کروانا اب اشد ضروری ہو گیا ہے کہ وہ جو ایک صاحب ریاض الدین

احمد ایک بار یہاں آئے تھے ان کا کیا ہوا۔۔۔۔"

"قسم خدا کی پارٹنر تم بہت اسمارٹ ہوتے جارہے ہو" پہلے فرشتے نے انجن سٹارٹ کرتے ہوئے خوشدلی سے کہا۔۔۔۔" کیا تم کو نہیں معلوم کہ انہیں نے بھی اوائل عمری میں سرریلزم میں دلچسپی لی، کیمبرج کے زمانے میں مختلف لڑکیوں سے اور بعد میں ایک حسین پنجابی لڑکی سے عشق کیا۔۔۔۔اور۔۔۔"

حسین پنجابی لڑکیوں سے۔۔۔۔۔ لیلےٰ بلگرامی کو تم حذف کر گئے۔۔۔۔دوسرے فرشتے نے اس کی بات کاٹی۔

"ہاں میں نے ہمیشہ تم سے کہا کہ میرے حافظے کو کچھ ہوتا جارہا ہے اور پھر انہوں نے شادی کر لی اب ان کے ہاں تین بچے ہیں اور ان کی بیگم صاحبہ تقسیم انعامات کے جلسوں کی صدارت کرتی ہیں۔"

"ٹٹ ٹٹ۔۔۔۔۔" دوسرے فرشتے نے کہا اگر میں یہ بھول گیا ہوتا کہ میں ایک بے حد مہذب اور اعلیٰ خاندان کا فرشتہ ہوں میں نے بے انتہا عمدہ تعلیم حاصل کی ہے تو میں اس وقت کہتا۔۔واٹ گوڈ ڈیم روٹ

انہوں نے مشین کے شیشوں میں سے عبادت خانے کی طرف آخری نظر ڈالی جہاں ساری شمعیں اب تک جل رہی تھیں

"خدا ان سب پر اپنی برکت نازل کرے اور ان ساری معصوم روحوں کو زندہ رکھے۔۔۔" انہوں نے زیرلب کہا اور ریلی کوپٹر نیلی فضا میں بلند ہو کر آسمان کی طرف واپس پرواز کر گیا۔

مارچ 1952

The End۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ختم شد